فونتامارا

اگنازیو سلونے

ترجمہ : آصف فرخی

فونتا مارا

اگناز یوسلونے

ترجمہ: آصف فرخی

مشعل

آر-بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس

پاکستان 54600 عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

MashalBooks.com

lgnazio Silone: Fontamara

اگنازیو سلونے: فونتامارا

Copy right C 1981 PENGUIN INC

Urdu translation: Asif Farrukhi

مترجم آصف فرخی

Published by: Mashal Books

ناشر: مشعل بکس

MashalBooks.com

تعارف

یہ جس کتاب کا آپ ترجمہ پڑھنے جا رہے ہیں اور جس کا نام فونتامارہ ہے یہ ایک اطالوی کسان دوست انقلابی کا ناول ہے جو آج سے ترسٹھ چونسٹھ سال پہلے لکھا گیا اور اپنے دور میں عظیم ناول مانا گیا۔ یہ اس ناول کی عظمت ہی کا اعتراف ہے کہ اس کے تازہ ترین ایڈیشن کا ترجمہ آصف فرخی نے نہایت آسان اور سلیس اردو میں کر کے اردو قارئین کو واقعی ایک نعمت سے نوازا ہے۔ یہ ناول بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے آخری دنوں کے اطالیہ کی عکاسی کرتا ہے، اس وقت کے اطالیہ پر مسولینی کی فسطائی آمریت کے گہرے سائے چھائے ہوئے تھے اور عوام اس کی چکی میں پس رہے تھے۔ ابھی فسطائیت کے ہولناکیوں کے چرچے عام ہی ہوئے تھے جب اس زمانے میں فونتامارا کی مصنف سلو نے خود ہی پادری بنتے بنتے کسان تحریک میں شامل ہو کر کسانوں کی طرف سے فسطائیت کی مزاحمت کرنے لگا۔ لیکن جب تشدد بہت بڑھ گیا تو اس نے ملک کو خیر باد کہہ دیا اور سوئٹزرلینڈ چلا گیا۔ یہ ابھی وہیں تھا کہ جرمنی بھی تازی پارٹی کے سربراہ اڈولف ہٹلر کی گرفت میں چلا گیا۔ لیکن پھر جرمن فاشزم کے جواب میں فاشسٹ دشمن تحریکیں بھی ابھرنے لگیں غالباً یہی فضا تھی جس نے سلو نے کو بھی اطالوی فاشزم کی مزاحمت کرنے کی ترغیب دی جس کا نتیجہ 1934ء میں اس ناول کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس کی اشاعت نے تہلکہ مچا دیا اور دیکھتے دیکھتے اس ناول کے تراجم دوسری زبانوں میں ہونے لگے۔

اس ناول نے یورپ سے اٹھنے والی فاشزم دشمن تحریک کو ہی مہمیز نہیں لگائی بلکہ ہم جیسے تیسری دنیا کے غلام ممالک کے بسنے والوں کی سامراج دشمن تحریک کو بھی سہارا دیا۔ یہی وجہ تھی کہ فونتامارا اسی شہر لاہور میں اس صدی کی چوتھی دہائی کے شروع میں یا پانچویں دہائی کے ابتدائی سالوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہوا۔ اس زمانے میں اس کا ترجمہ ہمارے دوست حسن عباس نے کیا تھا۔ حسن عباس کی شہرت فرنتامارا کے ترجمے کی وجہ سے نہ ہو سکی کیونکہ وہ ان کے نام سے شائع نہیں ہوا تھا حالانکہ اس کے اصل مترجم وہ ہی تھے لیکن حسن عباس کی اصل وجہ شہرت اسکی سعادت حسن اور بارعلیگ سے دوستی تھی اور خود بھی کئی ایک کہانیاں انہوں نے خود لکھیں لیکن اس میدان میں وہ اپنا نام کما نہ سکے۔

دراصل فاشزم کے خلاف کتابوں اور تحریروں کی ضرورت جتنی آج تیسرے دنیا کے

MashalBooks.com

ممالک کو ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہیں تھی کیونکہ آج ہمیں ایک اور قسم کی فسطائیت سے خطرہ ہے۔ یہ فسطائیت ہے عقل دشمن نظریات کی یہ فسطائیت ہے ملائیت کی۔ اگر آج ذی ہوش لوگ اس کے خلاف بندھ نہ باندھ سکے تو ہم بھی تیسری دہائی کے مسولینی جیسے مظالم کی چکی میں پس جائینگے یا پھر 1933ء اور 1934ء سے شروع ہونے والے جرمن دور کی ''منصوبہ بندی'' کا شکار ہو جائیں گے اور نہ معلوم کتنے اہل علم مذہب اونظریات کے بنا پر زندان میں پھینکے جائیں۔ اٹلی میں جو بیتی وہ تو فونتا مارا پڑھنے سے قادری کو معلوم ہو جائے گا لیکن سب سے ضروری بات جس کی طرف دھیان دلانا ضروری ہے وہ ہے کہ فاشزم کی نوعیت کو جانا جائے۔

فاشزم کے عروج کے زمانے میں فسطائیت کے حامی دانشوروں اور علما نے اس نظام کو تقدیس بخشنے کی پوری پوری کوشش کی اور اسکے ڈانڈے کبھی ہیگل کے فلسفہ سے ملانے کی کوشش کی اور کبھی نیچے کے مرد آہن کی فاشزم کا مظہر قرار دیا۔ لیکن بقول ہیرلڈ لاسکی۔ ذہنی لحاظ سے فاشزم تک پہنچنے کی یہ کوشش غلط ہے کیونکہ فاشزم کے بانی جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگ تھے جن کا کسی منطقی سسٹم سے کوئی تعلق نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ لوگ اپنے اپنے بیانوں کے مطابق اپنی اپنی سوسائیٹی میں ناکام زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن ان کی امنگوں کی کوئی حد نہیں تھی۔ ابتداء ہی سے انہوں نے سوسائٹی کے قوانین کی خلاف ورزی کی انہیں ان قوانین سے نفرت تھی کیونکہ وہ ان کی کامیابی میں حائل تھے۔ دونوں آمروں (یعنی مسولینی اور ہٹلر نے ان قوانین خلاف احتجاج کیا۔ مسولینی اس احتجاج کے لئے اٹلی کی سوشلسٹ تحریک میں شامل ہو گیا۔ ہٹلر نے بھی اپنے اردگرد اسی قسم کے لوگ جمع کر لئے تھے دونوں نے اپنے اردگرد بیکار فوجیوں اور غیر مطمئن لوگوں کو جمعہ کر لیا۔ سازشی کاموں کے لیے خفیہ جماعتیں بنائی گئیں۔ جنگ عظیم کے بعد تھکے ماندے اٹلی اور جرمنی غیر مطمئن عوام کو اپنے اردگرد جمع کر لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ ان لوگوں نے عوام کی مشکلات کا پورا فائدہ اٹھایا۔ عوام چونکہ نفرت کے نام سے ابھارے جا سکتے ہیں اس لے عوام سے کہا گیا کہ ان کے سب سے بڑے دشمن یہودی، بولشویک، سرمایہ دار اور سوشلسٹ ہیں۔ اپنی قوم کو اس کے شاندار ماضی سے بہتر مستقبل دینے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے اپنے پیروؤں کو تلقین دی کہ طاقت ان کے مسائل کا حل ہے۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو تشدد کا سبق دیا۔

فسطائی جوڑ توڑ کے بارے میں تین باتیں قابل غور ہیں۔ اولاً فاشزم کے کوئی اصول نہیں ہیں۔ یہ اپنی طاقت اور پوری توانائی اور مقبولیت عوام کی شکایات اور ان کی نفرت سے حاصل کرتا

ہے۔ نیز فاشزم ان بے کار و بیروزگار نوجوانوں سے ان عناصر سے انتقام لینے کا وعدہ کرتا ہے جن کی وجہ سے ان کو بے روزگاری اور بے کاری کی چکی میں پسنا پڑتا ہے۔ یہ فسطائی لیڈر اور ان کے مالی حوالی عوام کی شکایات اور ان سے پیدا شدہ نتائج کی بیخ کنی کا وعدہ کرتے ہیں، غرضیکہ خوب سبز باغ دکھائے جاتے ہیں۔ ایک عالم پر عیاں تھا کہ آغاز کار ہی سے ان وعدوں کی تکمیل ناممکن تھی کیونکہ ان وعدوں میں باہمی تضاد تھا۔ لیکن جب فسطائی تحریکوں نے عوام اور بالخصوص بے کار و بے روزگار نوجوانوں کو اپنی طرف راغب کرنا شروع کیا اور ساتھ ہی معاشی بحران بڑھتی ہوئی قیمتوں اور مجموعی سیاسی بے چینی نے ان فسطائی تحریکوں کو بہت حد تک عوام میں مقبول بنایا تو عام سرکاری افسر جو پہلے ہی جمہوری اداروں کے بنیادی طور پر مخالف تھے وہ ان تحریکوں کے ہمنوا ہو گئے۔ اسکے بعد جرمن صنعت کار، تاجر، سول سروس کا افسر طبقہ، امراء اور فوجی جنتا دل و جان سے ناتسیوں کے حاشیہ بردار بن گئے اور ان کی دیکھا دیکھی برطانیہ اور فرانس نے پوری شہ دی تا کہ جرمنی کو پھر بولشویک روس سے لڑوا دیا جائے۔ انہوں نے چار برس میں جرمنی کو پوری طرح ہتھیاروں سے لیس ہونے، ہتھیار تیار کرنے جہاز بنانے کی چھٹی دی۔ ویسے اس دور کی تاریخ اور تاریخ کے عمل میں جو قوتیں برسر پیکار ہوئیں ان خیر و شر کی دونوں قوتیں تھیں۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ فاشزم کے خلاف بڑا محاذ تہذیب کے نام لیوا قلم کاروں نے، موسیقاروں نے قائم کیا تھا، غالباً کسی حق و باطل کی جدوجہد نے ان عناصر کے لہو کو پہلے گرمایا تھا۔ فاشزم کے خلاف لڑی جانیوالی جنگ نے ان کے اندر انسان کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے عزم کو پختہ کیا۔ اور یہ عزم ہی تھا جسکی بدولت دیس دیس کے شاعر اور ادیب مصور اور موسیقار ہسپانوی جمہوری حکومت کے دفاع میں لڑی جانیوالی خانہ جنگی جو فاشسٹوں نے شروع کی تھی اس میں وہ کشاں کشاں شریک ہوئے اور خندقوں میں بیٹھ کر فاشسٹوں کے خلاف نہ صرف مصروف جہاد رہے بلکہ شعر بھی کہتے رہے۔

چنانچہ اسی خانہ جنگی میں ہسپانیہ کے عظیم شاعر رافائیل آلبرتی Rafael Alberty نے اپنی رجمنٹ کے بارے میں لکھا تھا۔

کل میں اپنے گھر کو خیر باد کہہ دوں گا۔

خدا تمھارا حافظ و ناصر ہو۔

تم کہاں جا رہے ہو اتنا تو بتا دو۔

میں پانچویں رجمنٹ میں جا رہا ہوں۔
ادھر بہاروں کی دوسری طرف۔
کھیتوں سے دور۔
پانچویں رجمنٹ سے دور۔
ہی میری رجمنٹ ہے یہی میرا مستقبل ہے۔

ان گنت شاعروں نے آواز بلند کی تھی، گولیاں چلائی تھیں اور گولیاں کھائیں تھیں تاکہ تہذیب زندہ رہے، عقل و دانش پر کئے جانے والے حملے پسپا ہوں۔ لیکن آج 50 سال کے بعد جب فوناماراکا دوسرا ترجمہ ہو رہا ہے اس وقت پھر عقل و دانش پر زبردست حملے ہو رہے ہیں اور ایک بڑا پہلے سے زیادہ خطرناک اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ ہماری فضاؤں پر اپنے پنجے کر رہا ہے۔ یہ علم و دانش، عقل اور فرزانگی کی بقا کی آخری جنگ ہوگی۔

تیرگی ہے کہ امڈتی ہی چلی آتی ہے
شب کی رگ رگ سے لہو پھوٹ رہا ہو

لیکن انسان بڑا ہی عظیم!۔ اس کی جدوجہد لافانی اور لازوال ہے۔ اسی لیئے تو فیض یہ بھی کہتے ہیں۔

جلد یہ سطوت اسباب بھی اٹھ جائیگی
خواہ زنجیر چھنکتی ہی چھنکتی ہی رہے

عبداللہ ملک

MashalBooks.com

فہرست

عرض مترجم	۷
پیش لفظ	۹
دیباچہ	۱۳
نئی اشاعت پر مصنف کا دیباچہ	۲۵
فوتنامارا	۲۹
باب۱	۴۱
باب۲	۵۵
باب۳	۸۹
باب۴	۱۲۱
باب۵	۱۳۷
باب۶	۱۸۱
باب۷	۱۹۵
باب۸	۲۲۷

MashalBooks.com

عرض مترجم

غیر ملکی ادبیات سے اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے کسی کتاب کا انتخاب کرتے ہوئے عموماً دو باتوں میں سے ایک بات مدنظر ہوتی ہے۔ یا تو وہ کتاب عالمی ادب کا ایسا شاہکار ہو جو ہماری زبان میں نئی راہوں کی رہ نما ہو سکے، اظہار و بیان کا معیار قائم کرے، یا پھر ہماری اپنی صورت حال سے اتنی مطابقت رکھتی ہو کہ ہمیں اس کے وسیلے سے اپنے بارے میں ایک نئی اگاہی حاصل ہو۔ اگناز یوسلو نے کے اطالوی ناول ''میں دونوں ہی باتیں نظر آتی ہیں۔ 1930ء کے عشرے میں سوشلسٹ واقعیت نگاری کا جو انداز عالمی سطح پر سامنے آیا، اس کی ایک شکل ہمارے ہاں ترقی پسند تحریک افسانوی ادب میں نظر آتی ہے۔ مگر ایسی کھردری اور کھری حقیقت نگاری اردو ناول میں داخل نہیں ہونے پائی۔ یہ ناول خصوصاً اس لئے قابل توجہ ہے کہ یہ ہمارے افسانوی ادب میں ایسے خلا کی نشاندہی کرتا ہے جو ابھی تک تشنہ تکمیل ہے۔ یہ ناول ہماری ملکی اور معاشرتی صورتحال سے بہت مشابہت رکھتا ہے، خوفناک اور پریشان کن مطابقت۔ فونتا مارا، ہمارے اردگرد موجود ہے (اس ناول کا ترجمہ کرتے ہوئے، کئی بار ایسا ہوا کہ میں اخبار پڑھنے لگا تو مجھے خبریں اتنی مانوس معلوم ہوئیں جیسے فونتامارا کے صفحات سے نکل کر آئی ہوں۔) اس ناول کا یہ اردو روپ ہاروے، فرگوسن (ثانی) اور ایرک موس باکر کے تراجم پر مبنی ہے۔ ان دونوں تراجم میں خاصا اختلاف ملتا ہے، اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ سلونے کے اصول پر عمل کرتے ہوئے، اسی کینوس اور اسی فریم پر دو بادہ سے وہی تصویر بنا دوں۔

میں ڈاکٹر مبارک علی اور جناب اقبال خان کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کے حوالے سے مجھے یہ سمجھایا کہ فونتامارا کے باشندوں کو اس سوال کا کہ ہم کیا کر سکتے ہیں ا۔؟'' ایک جواب یہ بھی ہے کہ ''ترجمہ کرو''

آصف فرخی 14 اگست 1991 کراچی

MashalBooks.com

پیش لفظ

(انگریزی ایڈیشن)

کتابیں بھی لوگوں کی طرح مر جاتی ہیں، ان میں سے بہت تھوڑی سی ہوتی ہیں جن کو مستقل اور مسلسل زندگی ملے۔ مغرب کی تمام ادبی روایتوں میں 30ء کے ان ناولوں میں سے، جن کو ''پرولتاوی'' اور ''انقلابی'' کہہ کر سراہا گیا تھا، صرف تین ناول ایسے ہیں جو اپنی قوت کو گنوائے بغیر آج کے دور تک زندہ حالت میں پہنچے ہیں۔ ایک فرانسیسی، ایک امریکی اور ایک اطالوی ناول، جو حیرت انگیز طور پر ایک جیسے ہیں اور نہیں بھی ہیں۔ آندرے مالرو کا ''انسان کی تقدیر'' نفسیاتی ناول ہے جو تشدد کے عمل کے بارے میں ہے۔ ایسا عمل جو بتاتا ہے کہ سیاسی قتل ہوئے کیا محسوس ہوتا ہے۔ مزدوروں کو بغاوت پر اکساتے ہوئے کیا محسوس ہوتا ہے، اس وقت کیا محسوس ہوتا ہے جب یہ بغاوت غداری کا شکار ہو جائے اور اجتماعی موت میں ہزاروں مزدوروں کے ساتھ موت کو گلے لگایا جائے۔ مزدور یہاں بھی موجود ہیں مگر پس منظر میں ہیں۔ اس لئے کہ مالرو کی دلچسپی کا محور یہ ہے کہ ان کے لیڈر ـــــ خاص طور پر کایو ـــ انقلابی شعور کے مثالی نمونوں کے طور پر کیسے ہیں۔ سٹائن بیک کے Grapes of wrath میں لیڈر اتفاقاً ہیں کہ دکھ جھیلتے ہوئے عوام کی ضرورتوں نے انہیں پیدا کر دیا ہے، جس عوام کی نمائندگی کا فریضہ ـــ مگر رہبری کا نہیں ـــ جوڈ خاندان انجام دے رہا ہے۔ عوام ہی سٹائن بیک کے ہیرو ہیں۔ اس کا یہ ناول جو نقادوں کی بازیافت کے بغیر زندہ ہے آسرا سفر پر نکلے ہوئے ہیں۔

''فونتا مارا'' بھی دھرتی سے اکھڑے ہوئے لوگوں کا ارسطو ہے، مگر اس کا تعلق دوسری رویت سے ہے۔ یہ ناول (یا اس کی ابتدائی صورت) ازمنہ وسطیٰ کی ان حکایتوں کی یاد دلاتا ہے جو کسانوں اور شیطان سے متعلق ہیں۔ ان حکایتوں میں کسان ہمیشہ حد سے زیادہ احمق اور ناواقف ہوتے ہیں، مگر اپنے ڈھنگ سے چالاک بھی ہوتے ہیں۔ شیطان ہوشیاری اور مکاری کا پتلا ہوتا ہے۔ ''اور بعض مرتبہ پادری اس کی مدد کرتا ہے، مگر آخر میں شکست اٹھاتا ہے فونتا مارا میں یہ فاتحانہ انجام نہیں دکھایا جا سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ ناول 1930ء میں لکھا گیا جب مسولینی

نے اطالیہ میں عوامی بغاوت کی ہر تحریک کو کچل ڈالا تھا۔ خود اس ناول کا مصنف، جو بیماری کا شکا ہو گیا تھا اور جلاوطنی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا، ایسی ہی کہانی سنا رہا تھا جس میں شیطان —اس مرتبہ فاشسٹ افسران اور ان کے چیلے چانٹوں کا روپ دھار کر— کسانوں کا پانی چرا رہا ہے۔ ان میں سے سب سے زیادہ بے باک کو مار ڈالتا ہے اور باقیوں کو پہاڑوں میں بھٹکا دیتا ہے۔ دوسرے ناولوں کی طرح اس ناول میں بھی آنے والے مکاشفے کی طرف اشارہ تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ سلو نے یہ کہہ رہا تھا کہ کسان شہروں میں اپنے ستم زدہ بھائیوں کے ساتھ متحد ہو جائیں تو زمین داروں، جاگیرداروں، فاشسٹ دستوں اور شیطان پر بھی فتح پا سکتے ہیں۔

اس انقلابی دور کے زندہ رہنے والے ناولوں میں سے،، فونتامارا،، واحد ناول ہے، جس پر دوسری جنگ عظیم کے بعد نظر ثانی کی گئی۔ جلاوطنی میں سلو نے کمیونزم پر اپنے کمزور ایمان سے محروم ہو گیا۔ بلکہ ہر اس انقلاب سے جس کی ہدایات بیوروکریٹ پارٹیاں جاری کریں۔ اس کے یہاں رفتہ رفتہ وہ خیال عروج پاتا گیا جو اس کی تمام تحریروں میں مضمر ہے۔ یعنی قدیم عیسائی بھائی چارے اور قربانی کا جذبہ۔ جب وہ جنگ کے بعد روم واپس آ گیا اور فونتامارا کا نیا ایڈیشن تیار کرنے لگا— اصل کتاب کے چھپنے کے پندرہ برس بعد، جو اطالیہ میں چھپی ہی نہیں تھی— تو اس نے کینوس پر دوبارہ تصویر بنا دی تاکہ، جیسا کہ اس نے خود کہا، انسانی تقدیر کے بارے میں اس کے نئے تصور کو اجاگر کر سکے۔

یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ تین میں تبدیلیاں اتنی زیادہ نہیں ہیں کہ جتنی سلو نے کے تعارفی نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ناول کی ابتداء اور انتہا وہی ہیں۔ سلو نے کی قطع برید زیادہ تر یہ تھی کہ اس نے بعض طویل ٹکڑے نکال دیئے اور برار دو دیولا کی زندگی کے بارے میں زیادہ بتایا ہے۔ پھر بھی ان تبدیلیوں کا اثر واضح ہے۔ اس تبدیل شدہ صورت میں، معاشرہ اور برادری پس منظر میں چلی جاتی ہے۔ جس طرح مالرو کے ناول،، انسان کی تقدیر،، میں ہوا ہے۔ اور برار دو ہیرو مرتے ہوئے دیوتا کے طور پر سامنے آ جاتا ہے۔ ہمیں اب بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم از منہ وسطیٰ کی حکایت سن رہے ہیں، کھردری اور نوکیں نکلی ہوئی سی، جسے قصہ گوؤں کی کئی نسلوں نے گاؤں کے ہاٹ بازاروں میں سنا سنا کر، گھس گھسا کر اس کے مرکزی اور لازمی حصے تک محدود کر دیا ہے۔ مگر اب یہ کسانوں اور شیطان کے بارے میں حکایت نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہ ایک زریں اسطورہ بن گئی ہے جس کا موضوع یسوع مسیح کی حیات نو ہے، پھر ویرانے میں ترغیب اور یروشلم

میں صلیب ہے۔ یا پھر برار دو یوحنا ہے جو پراسرار، تنہا اجنبی کے آنے کی بشارت دے رہا ہے۔

بعض تبدیلیاں ایسی ہیں جو پچھلے تین کے پڑھنے والوں کو متاسف کریں گی۔ سلونے نے بالکل ٹھیک کیا کہ وہ سماجی تفصیلات اور اعداد و شمار نکال دیئے جو اس نے بیانیے میں جا بجا ڈال دیئے تھے۔ 1930ء میں جب وہ مسولینی کے خلاف حقائق کو ہتھیار بنا کر لڑ رہا تھا، تو ایسا کرنا ضروری تھا۔ اب وہ حقیقتیں محض تاریخ بن کر رہ گئیں تھیں۔ اس کے برخلاف اس کھردرے دہقان مزاح کی کمی محسوس ہوتی ہے جو روزیٹا بکری کے قصے میں تھی، جو بھکاری اور عورتوں کا دلال ہونے کے باوجود فاشسٹ ہیرو بن جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مصنف یہ سمجھتا تھا کہ یہ واقعے بیانیے کی قوت کو کم کر دیں گے کیوں کہ اب کتاب کا بیانیہ باہم پیوستہ اور المیہ صورت میں سامنے آ رہا تھا۔

تھوڑے بہت مزاح کو کم کر کے کتاب اب ایک گمبھیر شدت اختیار کر گئی ہے۔ اور تمام ضمنی اور غیر ضمنی اور غیر ضروری چیزیں منہا کر دی گئی ہیں تا کہ اس کے بنیادی اور ابدی موضوعات نمایاں ہو جائیں، یعنی غربت، برادرانہ جذبہ اور قربانی۔ کتاب کا محور بدل جانے کی وجہ سے وہ سوال جو کتاب کے آخر میں ایک کسان پوچھتا ہے،، ہم کیا کر سکتے ہیں؟ وہ ایک وسیع تر مفہوم اختیار کر لیتا ہے۔ پچھلے تین میں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہاں لاشعوری طور پر لینن کے سوال کی بازگشت ہے،، ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ قاری یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سوال کا جواب سلونے کے ہاں سیدھا سادا ہوگا، کسان لینن کے مشورے پر چلتے ہوئے، کیونسٹ لیڈروں کی زیر
نگرانی، کارخانے کے مزدوروں کے ساتھ متحد ہو جائیں۔ مگر اب یہ سوال سیاسی سے زیادہ اخلاقی نوعیت اختیار کر گیا ہے، اور سلونے، خود بھی جواب نہ جانتے ہوئے، عاجزی و انکسار سے یہ پوچھ رہا ہے، اس انسانی صورت حال میں، جو ہمیشہ مایوس کن نظر آتی ہے، ہم کیا کر سکتے ہیں، ہم کیا کریں کہ انسان کا وقار فزوں تر ہو؟

مالکم کاولی

MashalBooks.com

دیباچہ

''فونتا مارا'' میں ایک مقام پر، گاؤں کے تمام کسان گرجا گھر میں جمع ہیں کہ سان گسپے دا کوپرتینوں کے بارے میں وعظ سنیں، جو ایک کسان ولی تھے۔ کسانوں سے لاطینی تو کبھی نہ سیکھی گئی مگر وہ اپنے طریقے سے مریم صدیقہ کی حمد وثناء کرتے تھے، یعنی قلابازیاں کھا کر۔ جب سان گسپے جنت پہنچے تو خدا نے ان سے کہا کہ تم جو چاہو لے سکتے ہو۔ غریب طبعیت کے اس ولی کو بہت حیرت ہوئی کہ میں کوئی بھی چیز لے سکتا ہوں۔ اس سے آگے سلونے کی زبانی سنیے۔

''جو بھی تمہارا جی چاہے مانگ لو'' آسمانی باپ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔ ''یہاں آسمان پر میرا انتظام چلتا ہے۔ یہاں میرا جو جی چاہے میں کر سکتا ہوں۔ میں تمہیں واقعی پسند کرتا ہوں۔ اس لئے تم جو مانگو گے، تمہیں مل جائے گا۔''

مگر سان گسپے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ اپنی خواہش کا اظہار کریں۔ ان کو خوف تھا کہ ان کی نا مناسب فرمائش سے خداوند تعالی کا غیظ وغضب بیدار نہ ہو جائے۔ خداوند تعلیٰ نے بہت اصرار کیا اور قسم کھائی کہ غصہ نہ کریں گے، تب کہیں جا کر اس بزرگ نے بتایا کہ انہیں کس چیز کی خواہش تھی۔

''خداوند مجھے سفید روٹی کا بڑا سا ٹکڑا چاہیے۔

خداوند تعالی نے اپنے وعدے کا پاس کیا اور غصہ نہیں کیا، مگر اس مقدس کسان کو گلے سے لگا لیا اور ان کے ساتھ لپٹ کر دیر تک گریہ کیا۔

ایسا ہی واقعہ پیرٹیز کے ایک یدش افسانے کی بنیاد ہے۔ سلونے اس چٹکلے کو ایک طویل بیانیے میں جوڑ دیتا ہے، اس لئے اس پر کوئی فوری تبصرہ نہیں کرتا— مگر ،،فونتا مارا،، کی پوری کہانی کو سان گسپے کے اس قصے پر ایک تبصرے کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے، ایسا تبصرہ جو اس روائتی عیسوی رویے کو چیلنج کرتا ہے کہ ،،انسانوں، جانوروں اور دھرتی کی زندگی ایک چکر میں بندھی ہوئی ہے۔

پیرٹیز اور سلونے تاریخ کے ایک ایسے دور کی پیداوار ہیں جب ولی صفت انفعالیت کا تصور اعتراضات کا شکار ہو رہا تھا۔ سلونے کی تحریروں میں دنیا کا ایک نیا اور مختلف تصور کارفرما نظر آتا

ہے۔ یہاں صرف غریبوں ور مظلوموں کے ساتھ ہمدردی کی بات نہیں ہے،اس لئے کہ یہ تو مغربی روایات میڈ کئی جگہ مل جاتی ہے۔ جو بات حیرت انگیز طور پر نئی تھی (خاص طور پر سلو نے کے ہاں) وہ یہ دلیل ہے کہ ناانصافی دنیا کے نظام لازمی حصہ نہیں ہے۔ (ناانصافی) انسان کی تخلیق ہے،اس لئے اس کا ازالہ بھی انسان سے ممکن ہے۔ یہ بات اب بہت معمولی سی لگے،مگر ہمیں یہ یادرکھنا چاہئے کہ یہ تصور تاریخ کا متعین کردہ ہے اور تاریخی طور پر نیا ہے۔ پچھلے تقریباً دو سو برس سے، جب سے یہ تصور مغربی ثقافت میں نمودر ہوا ہے، یہ ایک اہم انقلابی قوت بن گیا ہے، جو انسانی شعور کی کایاپلٹ کرر ہا ہے۔

انسانی اخوت کا ایک نیا منظر بھی اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا ہے، اپنی تمام تخلیقات میں اگناز یوسلو نے، جو غیر مقلد سوشسلٹ اور کلیسا سے باہر کا عیسائی تھا، کوشاں رہا ہے کہ اس اخوت کو بے زبان اور نظر انداز شدہ لوگوں کے حوالے سے ایک معنویت فراہم کرے، پہلے ان کے دکھ درد میں شامل ہوکر، پھر ان کی بغاوت میں، اور اگر بغاوت بھی ناکام ہوجائے لو اس کے باقی ماندہ وقار کے اظہار میں، میک لمحے کے لئے میں مارکسی اصطلاح استعمال کرلوں، جو اس کتاب کے لکھتے وقت (1930ء) میں سلو نے قبول کر لیتا ہے، مگر بعد میں جب اس کا رجحان قدیمی عیسائیت،، کی طرف ہوتا ہے تو وہ اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے، انسانی مخلوق چاہے۔ وہ بہت ہی پسماندہ، بے زمین کسان ہی کیوں نہ ہو جو سماجی ڈھانچہ کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے اپنی صدیوں پرانی اطاعت کو اب ختم کرتی ہے، اب وہ،، شے،، (Object) نہیں رہا کہ جس پر تاریخ عمل پیرا ہوتی ہے، اب وہ اعلان کرتا ہے کہ Subject ہے جو خود تاریخ پر عمل پیرا ہوسکتا ہے۔

اپنے ایک بصیرت افزا خاکے،، ایک قیدی سے ملاقاتیں،، میں سلو نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد کرتا ہے۔ گھر کے سامنے کھڑے ہوئے، اس نے ایک مرتبہ مخنی، برہنہ پا، شکستہ حال شخص کو دیکھا جس کو گاؤں کی گلیوں میں گھسیٹا جارہا تھا۔ یہ واقعہ اس کے گاؤں کا ہے، جو اطالیہ میں روم کے مشرق میں افلاس زدہ پہاڑی علاقہ ہے۔

دیکھیں۔ یہ کتنا مضحکہ خیز ہے،، میں نے اپنے باپ سے کہا۔

میرے والد نے برہم ہوکر میری طرف دیکھا، کانوں سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور مجھے اپنے کمرے تک کھینچ لائے۔ میں نے انہیں اپنی کسی بات پر اتنا شدید غصہ کرتے ہوئے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

MashalBooks.com

،،میں نے کیا غلطی کی ہے؟ میں نے اپنا زخمی کان سہلاتے ہوئے پوچھا۔،،کبھی کسی گرفتار کا مذاق نہ اڑانا کبھی نہیں،،

اس لئے کہ وہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔اور وہ معصوم بھی ہو سکتا ہے۔اور کچھ بھی ہو وہ دکھی ہے۔،،

اس چھوٹے سے واقعے سے ایک مکمل اخلاقی تناظر واضح ہوتا ہے۔ہم سے نہ صرف اس مظلوم سے ہمدردی کے لئے کہا جا رہا ہے، بلکہ اس شخص سے بھی جس کی قانون سے نہیں بنی — جو شاید مجرم ہے اور باغی تو یقیناً ہے۔ یہ فونتا مارا کے ہیرو برارد و ویولا سے رتی برابر فاصلے پر ہے، جو منصوبہ بندی سے عاری اور انفرادی تشدد کے لئے اپنے مزاجی شوق سے آگے بڑھ کر طبقاتی کشمکش اور طبقاتی اخوت کا ایک نیا شعور حاصل کر رہا ہے۔

اس کی یہ تبدیلی فونتا مارا کے کسانوں کی صبر آزما مصیبت کے جواب میں ہے جسے سلو نے نے صلیب کی حالت کہا ہے (ملاحظہ کیجیئے کہ سوشلزم کے اس سبق میں بھی عیسائی حوالہ موجود ہے) جیل خانے میں برارد و کہتا ہے کہ،،اور اگر میں مر گیا؟ تو یہ پہلی مرتبہ ہوگا کہ ایک کسان نے اپنے لئے نہیں بلکہ کسی اور کے لئے زندگی کو خیر باد کہا ہے۔،،انفعالیت کو مسترد کر دینے میں یہ سان گسپیے سے دور ہے، مگر دوسروں کی خاطر قربانی دینے کے لئے تیار ہونے کے معاملے میں دور نہیں۔

1230ء میں اگناز یوسلو نے — بیمار، تنہا اور ملال — سوئٹزرلینڈ میں پناہ گزین کی زندگی گزار رہا تھا۔اطالیہ میں زیر زمین فاشسٹ دشمن تحریک کے سربرآوردہ رکن کے طور پر وہ بڑے حوصلہ شکن تجربے سے گزر رہا تھا کہ اس نے تحریک کو مسولینی کے ایجنٹوں کے ہاتھوں تباہ ہوتے ہوئے اور پرانے دوستوں کو بے حوصلہ اور خوفزدہ ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔اس دوران وہ بھی کمیونسٹ تحریک سے بددل ہو گیا تھا۔حالانکہ اس نے دس سال پہلے اس میں شمولیت اختیار کی تھی جب اطالیہ میں پارٹی کی داغ بیل ڈالی گئی تھی۔مگر وہ مظلومین کے ساتھ جذبہ یگانگت اور سوشلزم پر اعتبار قائم کیے رہا، اور یہ اعتبار زندگی بھر رہا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے فونتا مارا،،ایک طرح کے اخلاقی معالجے کی طور پر لکھی، اور ان جذبات کے تحت لکھی کہ جن میں مایوسی اور امید کی ضرورت کو الگ کرنا ناممکن رہا ہوگا۔وہ اس وقت محض ایک فنکار نہیں تھا جو اپنے تجربے کا اظہار کر رہا ہو، بلکہ وہ ایک حیران اور پریشان نسل کے ترجمان کے طور پر لکھ رہا تھا، ایسی نسل جو انگلیوں کی

پوروں سے ایک آدرش سے چمٹی ہوئی تھی۔

،،فونتامارا،، ظاہر ہے کہ اطالیہ میں شائع نہ ہوسکی۔ 1933ء میں مختلف لوگوں کی امداد سے سوئٹزرلینڈ میں جرمن ترجمے کی صورت میں چھپی اور سال بھر بعد امریکہ میں اس کا انگریزی ترجمہ کیا گیا۔ تخلیق کے تقریباً دو دہائیوں بعد، یعنی 1949ء میں اطالیہ میں اس کا ایک ایڈیشن چھپ سکا اور اس وقت بھی اس کی کچھ اوپری دل سے تعریف ہوئی، اس لئے کہ جو لوگ اطالوی فاشزم کے پورے عرصے میں دلیری کا مظاہر کیے بغیر زندگی گزارتے رہے، ان کے لئے یہ بہت مشکل کام تھا کہ ایک ایسے ادیب کی تعریف کریں جو آمر حکومت کے خلاف جدوجہد میں مامور ہو چکا تھا۔ اسی طرح، نشاپردازی کی محدود روایات کے پروردہ نقادوں کے لئے بھی مشکل تھا کہ سلونے کے اسلوب کی کرواہٹ سے گزر کر اس کی خوش طبعی اور اخلاقی بصیرت کو گرفت میں لاسکیں۔

شائع ہوتے ہی،،فونتامارا،، کو ساری دنیا میں سراہا گیا۔ لیون ٹراٹسکی نے بڑا توصیفی نوٹ لکھا، جس میں یہ کہا کہ اس کتاب میں انقلابی جذبہ، سنجیدہ فن کے مرتبے تک پہنچ جاتا ہے۔ دائیں بازو کے دانش وروں کو، اور ان کو بھی جو سلونے کی ذہانت کے حلقہ اثر میں آ گئے تھے، ایک دوست اور برے وقتوں کا ساتھی مل گیا۔ 1937ء میں شلونے کا شاہکار شراب اور روٹی چھپا تو سلونے ان تمام لوگوں کے لئے ثقافتی ہیرو بن گیا جو امریت کی ہر قسم سے نفرت کرتے تھے، چاہے وہ فاشسٹ ہو یا کمیونسٹ اور جمہوریت پسندانہ سماجی تبدیلی کا خواب آنکھوں میں سجائے ہوئے تھے۔

سلونے سیاسی آدمی تھا، ادیب بننے سے پہلے وہ سراسر سیاسی تھا اور ادیب بن جانے کے بعد بھی جزوی طور پر۔ اس کا تعلق معمولی کسانوں کے ایک خاندان سے تھا جو آبرہ کے علاقے میں بسیکنا کے ایک گاؤں کے رہنے والا تھا۔ یہی گاؤں بعد میں فونتامارا بنا۔ وہ اپنے لڑکپن سے ہی اس بارے میں کسانوں کا ہم خیال ہوگیا تھا کہ پورا معاشرہ — بلکہ کون جانے، ہوسکتا ہے کہ اس پوری کائنات کی ساخت — ایک طرح کی سازش ہے ان کے خلاف جو مظلوم و محروم ہیں، ایسی سازش جس میں سبھی شریک ہیں، حکومت، کلیسا، شہر، سیاستداں، وکیل، وہ تمام لوگ جن کے پاس روپیہ پیسہ ہے اور وہ تمام لوگ جو الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ سولہ برس کی عمر میں وہ اس وقت گرفتار ہوگیا جب اس نے اپنے ضلع کے کسانوں کی ایک تحریک میں شمولیت اختیار کی جو بد نظمی کا شکار بھی تھی۔ تقریباً اسی زمانے میں وہ نوجوانوں کی سوشسٹ جماعت میں شامل ہوگیا، اور

پھر اگلے پندرہ برس تک سیاست ہی اس کا اوڑھنا بچھونا رہی۔ اس کا اپنا یہ خیال تھا کہ یہ اس بات کی دلالت ہے کہ دنیوی عمل کے ذریعے ان اقدار کو حاصل کرلے گا جو عیسوی جذبہ شراکت اور قربانی کی کہانیاں سن سن کر اس کے شعور میں اتر گئی ہیں، وہ کہانیاں جو بدقت تمام، کسانوں کی ثقافت میں زندہ تھیں۔

جب 1921ء میں گرامچی، بورڈیگا اور تو گلیاتی نے اطالیہ کی کمیونسٹ پارٹی کی داغ بیل ڈالی تو نوجوان سلونے، سوشلسٹ نوجوان تحریک کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے ساتھ شامل ہو گیا— وہ سوشلسٹ جمہوریت کے پس وپیش کا صبر سے انتظار نے کرنے کی بجائے مطلق العنان آئیڈیالوجی کے لئے بے چین تھا۔ بعد میں وہ زیرزمین تحریک کا راہنما بنا اور اس نے وہ ناکامیاں اٹھائیں جن کو اس نے اپنے ناول،، روٹی اور شراب،، میں یاد کیا۔ 1927ء میں وہ گلیاتی کے ساتھ روس گیا، جہاں دونو نے ماسکو میں سٹالن کے اس مطالبہ کے خلاف چھوٹی سی بغاوت کردی کہ وہ چینی انقلاب کے بارے میں ٹردوسکی کے رویے کے بارے میں ایک مذمتی بیان پر دستخط کردیں۔ ان سے اس بیان پر دستخط کردینے کے لئے کہا گیا۔ حالانکہ انہوں نے ٹروسکی کی اس دستاویز کو پڑھا تک نہیں تھا جس کی ان سے مزمت کروائی جارہی تھی۔ سلونے نے صاف انکار کردیا۔ وہ مزید چار سال تک اطالیہ کی کمیونسٹ پارٹی کا ممبر رہا، مگر اب خاصے تاملات اور علیحدگی کے بڑھتے ہوئے وقفوں کے ساتھ۔ اس کے لئے یہ برس بیماری، تنہائی، فکری انتشار اور آخرکار پارٹی سے قطع تعلق کی مدت تھی۔ باقی زندگی سلونے نے ناول، مضامین اور ڈرامے لکھنے میں گزاری۔ دوسری جنگ عظیم کے انجام کے زمانے میں اس نے کچھ دن سوشلسٹ تحریک کی بحالی میں بھی شرکت کی۔

اس کی شخصیت انقلاب آفرین تھی، وہ کمیونسٹ مخالفوں میں سب سے کم تلخ اور اساسی جمہوریت پسندوں میں سب سے زیادہ غور وفکر کا عادی تھا۔ اس کے نزدیک تشکیک و انکار (Nihilism)، بیسویں صدی کی سب سے زیادہ گہری اور مہلک بیماری تھی، جس کا مقابلہ اعتقاد کے بلند آہنگ اعلانات کے ساتھ ساتھ برادرانہ رفاقت کے ایسے خصوصی عملی اقدام سے کرنا چاہئے جو اپنے عمل سے ہی زندگی کا جواز فراہم کرتے ہیں۔ اسے اداسی کے دورے پڑا کرتے تھے، جن سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے وہ کتابوں پر کام کرتا رہتا۔ جنگ عظیم کے بعد اس کی شہرت یہ ہوگئی کہ وہ بددماغ اور ملنے جلنے سے گریزاں ہے، لیکن چند ایک بار جب میں اس

سے ملا تو میں نے اسے دل چسپ، ذہین اور دوستانہ مزاج کا پایا۔،، فونتا مارا،، کا مخصوص مزاح، جو فی الاصل افسنے شخص کا مزاج ہے جس نے شکست کا تجربہ اٹھایا ہے، جام کی تلچھٹ چکھی ہے اور پھر بھی زندہ بچ گیا ہے، اس کی گفتگو سے جھلکتا رہتا تھا۔

سلونے نے ایک جگہ لکھا ہے کہ،، میں بڑی خوشی سے اپنی زندگی ایک ہی کتاب کے لکھنے اور دو ماہ لکھنے میں گزار دوں — وہ ایک کتاب جو ہر مصنف اپنے سینے میں لیٹے پھرتا ہے، اس کی چھپی ہوئی تحریریں جس کی منتشر اور اصل سے کم نقلیں ہیں۔،، اس کی،، ایک کتاب،، شروع میں یہ کہانی رہی ہے کہ بے زبانوں کو زبان کس طرح ملتی ہے، یا اس کہانی کا ایک اور موڑ یہ ہے کہ انہیں ایک نئی، دیانت دارانہ زبان کیسے ملتی ہے، ہمیشہ اس اخوت کی تلاش کی کہانی کہ جو ہمارے غم کو قابل برداشت بناتی ہے، ہمیشہ جبر کے خلاف مزاحمت، یا ذات کے ایفائے عہد کی کہانی، اور ہمیشہ وہ کہانی بظاہر سیدھی سی حکایت یا واقعے کی صورت میں ڈھلی ہو۔ سلونے کے کردار، جیسا کہ آر۔ بی۔ لیوس نے بڑی عمدگی سے کہا ہے، حکایات کا تبادلہ تحفوں کی طرح کرتے ہیں ان کے پاس یہی ہے، بلکہ یہی سب کچھ ہے۔ اگر حقیقی زندگی برادری ہے تو یہ حکایت اس کا بیج ہے افسانے کا کردار، زندگی کے مقصد کی طرح یہ ہے کہ قابل رفاقت ہو۔

جس طرح ،فونتا مارا،، کے کسان سان گسپیے داکو پر تینو کی روایت بار بار سننا چاہتے ہیں، کیوں کہ وہ انہیں ایک گونہ تسلی فراہم کرتی ہے، اسی طرح سلونے بار بار ،،ایک ہی کتاب،، کی طرف واپس آنا چاہتا تھا اسی کہانی کو قدرے انحراف اور پس اندیشگی کے ساتھ سناتے رہنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک لکھنے کا عمل، عورتوں اور مردوں سے ایک مستقبل تبادلے کا عمل ہے۔ اپنے لکھنے پر بار بار نظر ثانی کرتے رہنے کی یہ عادت ادیبوں میں ایسی انوکھی نہیں ہے۔ ہنری جیمز نے یہی کیا اور (اطالیہ کا عظیم ترین ناول نگار) مانزونی یہی کرتا رہا ،اور شاعر حضرات میں تو کئی ایک ایسے گزرے ہیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سلونے نے جو ایڈیشن اطالیہ میں شائع کیا، وہی اس کتاب کی آخری صورت ہے، اور سلونے کے اس خیال سے قریب ترین کہ اس کتاب کو کیسا ہونا چاہیئے تھا۔

سلونے کی بیش تر تحریروں میں بیانیے کی بنیادی اکائی حکایت (Fable) ہے اور اس سے بھی چھوٹے پیمانے پر Anecdote۔ نک چڑھے نقادوں نے لکھا ہے کہ سلونے جدید ادب میں کوئی نئی تکنیک لے کر نہیں آیا، جس سے غالباً ان کی مراد یہ ہے کہ اس کے کام پر جدیدیت کی

تکنیک کا اثر نمایاں نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے، مگر غیر اہم بھی ہے۔ مالکل جس طرح بیسویں صدی کے بعض مصوروں کی حقیقت طرازی یہ ہے کہ وہ زیادہ،، قدیمی،، مآخذ کی طرف گئے، اسی طرح سلونے کی جدت بھی یہ ہے کہ وہ ناول سے قبل کے افسانوی انداز کی طرف پلٹ جاتا ہے۔،، فونتامارا،، بیک وقت ایک حقیقت پسندانہ تصنیف بھی ہے خاص طور پر کسانوں کی زندگی کے بیان میں، اور اس کے ساتھ ساتھ حکایت کے انداز سے بھی وابستہ ہے اور خصوصاً مالکم کاؤلی کے بقول، ازمنہ وسطی کی ان حکایتوں کی یاد دلاتی ہے جو شیطان اور کسانوں کے بارے میں ہیں۔ جب ایک پولیس والا فونتامارا کے لوگوں سے کہتا ہے کہ تم کسان ہو اور دکھ جھیلنے کے عادی ہو، تو شاید یہ ہمیں مبالغہ آمیز معلوم ہوتے ہیں، لیکن حکایتوں کی روایت کے لحاظ سے دیکھئے تو کہانی کے یہ عناصر عین مناسب ہیں۔ حکایت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ مثالی ہو، رنگ وروغن سے عاری کہانی جو اپنے اخلاقی نکتے کے خدوخال واضح طور پر نمایاں کر رہی ہو۔

واقعیت پسندی کے معاملے میں ''فونتامارا'' کسی نہ کسی حد تک انیسویں صدی کے اطالوی ناول نگار جیوانی ورگا سے متاثر ہے، جو واقعیت پسندی کا ماہر فن ہے اور سلونے نے اپنی تحریروں پر اس کے اثر کا اعتراف بھی کیا ہے۔ ورگا کی افسانوی تحریریں، واقعیت کی تصویر کشی کے معاملے میں، سلونے کی تحریروں سے زیادہ ٹھوس معلوم ہوتی ہیں۔ واقعیت کی تفصیلات کے بیان میں ورگا سے توریت اتنی ہی واضع ہے کہ جتنی زبانی حکایات اور عیسوی روایات سے۔ ان دونوں کو باہم آمیخت کر کے اپنی ایک نئی صورت نکال لینے میں سلونے نے اپنے طور پر جدید افسانوی ادب کی تکنیک میں چھوٹی سی جدت کی ہے۔

واقعیت پسندی کے خام مواد اور حکائیتی انداز کو جو عنصر منسلک کیے رکھتا ہے، وہ سلونے کا اپنا لہجہ ہے، مظاہر خشک، غم آگیں، اور دکھی دل کے مزاح سے عبارت۔،، خدا نے فیصلہ کیا کہ ہر بڑے انقلاب کے بعد ایک نئی قسم کی جوں پیدا ہو،، یا،، ہمارے علاقے کے وکیل ایسی پتلونیں بنواتے ہی جنہیں ہارمونیم پتلون یا امیروں کی پتلون کہا جاتا ہے اور یہ خاص طور پر ضیافتوں کے لئے بنوائی جاتی ہیں۔ ایسی پتلونوں میں ایک کے بجائے تین تین بندشیں ہوتی ہیں تا کہ جوں جوں توند کی ضرورت ہو، ایک ایک کر کے ان کو کھولا جا سکے۔،،

اور پھر وہ نہایت عمدہ ٹکڑا کہ جس میں کسان، فاشسٹ گماشتے کے اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ وہ کس کے ساتھ ہیں۔ وہ پوری طرح سمجھ بھی نہیں پاتے کہ ان سے پوچھا کیا جا رہا ہے، پھر

بھی وہ بڑے چبھتے ہوئے اور ٹھیک جواب دیتے ہیں ان جوابات کو ناول کے حکایتی انداز کے تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ جو کسان مردہ ملکہ کے لئے نعرہ لگاتا ہے، وہ آئین پسندوں میں درج ہے، اور جو حوروں کے خلاف نعرہ لگاتا ہے وہ انتشار پسند نراجی ہے، جو کسان جائز حکومت کو سراہتا ہے، وہ غدار ہے، اور جو،، ناجائز،، حکومت کا نام لیتا ہے، وہ بدمعاش ہے۔ سب سے دل چسپ مکالمہ تو یہ ہے کہ جو کسان سب کے حق میں نعرہ لگاتا ہے، وہ لبرل قرار دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں سلونے کی اپنی بذلہ سنجی کام کر رہی ہے، جو غالباً واقعیت پسندی کی حدوں سے باہر نکل آتی ہے مگر حکایت کی ضروریات کو بڑی خوبصورتی سے پورا کر رہی ہے۔

،،فونتا مارا،، کو پڑھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ یوں سمجھا جائے کہ مدت سے اِستحصال زدہ کسان، شہر کی زندگی کی دید و دریافت کر رہے ہیں۔ ان میں وہ پادری شامل نہیں جو بدعنوان ہے اور پھول کر کپا ہو رہا ہے، نہ وہ پرانے جاگیردار جنہیں مسولینی کے گماشتے تنگ کرنے لگے ہیں مگر پھر بھی کسانوں کے مخالف ہیں، نہ ڈون سرکوستانزا جیسا وکیل جو اپنی لفاظی کے ذریعے کسانوں سے دغابازی کرتا ہے۔ کسانوں میں سب سے زیادہ پرجوش، برار دودیولا — یہ خاص بات ہے کہ اس کے پاس ذرا سی بھی زمین ہے، اس لئے وہ ان قدامت پسند رجحانات سے آزاد ہے، جو ہر اس کسان کو پابند کر دیتے ہیں جس کے پاس زمین کے نام پر دو چار گز ہی کیوں نہ ہوں — یہ برار دودیولا جب روم جاتا ہے، اور نیم مزاحیہ، نیم الم ناک واقعات کے ایک پورے سلسلے کے بعد اس کی ملاقات انقلاب کی زیرِ زمین تحریک کے ایک کارکن سے ہوتی ہے تو کتاب کے اختتام میں ایک طرح کا اتحاد حاصل ہو گیا ہے — جو کسان اور کارکن کے درمیان ہے۔ فونتا مارا جدید افسانوی ادب کی ان معدودے چند کتابوں میں سے ہے جس نے مارکسی نقطہ نظر کو اساطیر و حکایات کی سطح پر اپنے اندر سمو لیا ہے، ان چند کتابوں میں سے ایک کہ جن میں مارکسی درجات فطری،، معلوم ہوتے ہیں، ان معنوں میں نہیں کہ وہ کسانوں کے تجربے سے نمو پذیر ہوتے ہوئے بھی معلوم ہو رہے ہیں۔ ب؛ کہ ان معنوں میں کہ کسانوں کے تجربے کا پورا بوجھ، جس طرح وہ اس کتاب میں تشکیل پاتا ہے، ان درجات کی کسی نہ کسی حد تک قبولیت کا تقاضی ہے۔ پراسرار اور تنہا اجنبی انقلاب کی زیرِ زمین تحریکوں سے ابھر کر سامنے آتا ہے اور کسانوں کے لئے شہوی ٹیکنولوجی کا تحفہ، ایسی مشین لے کر آتا ہے کہ جس سے وہ اپنے چھوٹے سے اخبار کی عکسی نقول تیار کر سکتے ہیں۔ اور ان کسانوں میں سے ایک، اسکاربون، سیاسی طریقہ

کار کو بڑی عمدگی سے گرفت میں لاتے ہوئے، انہیں سمجھا تا ہے کہ یہ سوال کہ،،ہم کیا کر سکتے ہیں؟ بار بار پوچھا جانا چاہئے، اور مصائب وہ مشکلات کے ہر بیان کے بعد پوچھا جانا چاہئے۔،،ہمارا پانی چھن گیا ہے،ہ ہم کیا کر سکتے ہیں ؟.....وہ قانون کے نام پر ہماری عورتوں کی عزت لوٹتے ہیں،ہم کیا کر سکتے ہیں؟..... ڈون سرکوستانز ابدمعاش ہے،ہی کیا کر سکتے ہیں؟،،

،،فونتا مارا،، ایک سیاسی حکایت کے طور پر اس قدر پر اثر اس لئے معلوم ہوتی ہے کہ سلو نے بڑے صبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ وہ بخوبی واقی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے اور جو کچھ سامنے موجود ہے، ان دونوں کے درمیان کس قدر تفاوت ہے۔ کسانوں کو ان کی غیر سیاسی اصلیت میں دکھایا گیا ہے، اور پھر سیاسی اصلیت کو دکھایا گیا ہے کہ ان کی طرف یورش کرتی ہے، اور ان کو بھوکا مارنے اور نیست ونابود کردینے کی دھمکی دے رہی ہے۔ سلو نے ان دونوں کے درمیان وہ تعلق نہیں دکھا تا جو وہ خود دیکھنے کا خواہش مند ہے، وہ محض اس کے حصول کے امکانات ظاہر کر دیتا ہے۔،،فونتا مارا،، کے سیاس تصورات ان لکیروں سے مشابہ ہیں جو نقشے پر طول البلد اور عرض البلد دکھاتی ہیں۔ یہ لکیریں خود حقیقت نہیں ہوتیں پہاڑ اور میدان اور سمندر نہیں ہوتیں۔ مگر ان کا وجود اس بات کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان پہاڑوں اور میدان اور سمندروں میں اپنا محل وقوع تلاش کر سکیں یہ لکیریں معاشرے کے جغرافیے کو معنویت اور تناظر عطا کرتی ہیں۔

ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ سوال جدید دور کی تاریخ کی خلاؤں میں گونج رہا ہے۔ یہ سوال ہمیں بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی فتوحات، اور اکثر وسیع شکست تک لے کر گیا ہے لیکن ایک بات واضح ہے کہ،، یہ نا مختتم حلم وعاجزی ،، جو ویریٹز کے بقول،، زمین پر تخلیق کی گئی،، اور یہ تصور کہ ،،انسانوں،، جانوروں اور زمین کی زندگی، تبدیل نہ ہونے والے چکر میں بندھی ہوتی ہے،، جس کا ذکر سلو نے کے ہاں ملتا ہے۔ یہ تصورات پیچھے رہ گئے ہیں۔ نہ آسمانی نہ دینوی طاقتیں بستی کے مکینوں کو زیادہ عرصے تک بولنے سے روک سکتی ہیں۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اس سوال کا پوچھنا بھی دراصل یہ جاننا ہے کہ یہ سوال پوچھا جانا چاہئے اور بار بار دہرایا جانا چاہئے، اور یہی جواب کا آغاز ہے۔

اورنگ ہاؤ

MashalBooks.com

MashalBooks.com

نئی اشاعت پر مصنف کا دیباچہ

،،فونتامارا،، کی موجودہ اشاعت کے پڑھنے والے، اگر اسے 1934ء میں شائع شدہ پہلے ترجمے سے ملا کر دیکھیں تو انہیں بڑی آسانی سے یہ تاثر ملے گا کہ یہ کتاب اگر نئی نہیں تو پہلے سے بہت مختلف ضرور ہے۔ ایسے پڑھنے والوں کے لئے یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تاثر کی وجہ دونوں اشاعتوں کے مختلف مترجمین کی مختلف شخصیتوں ہی کی وجہ سے نہیں (حالانکہ دونوں جانتے ہیں کہ ادب میں مترجب کا کام اتنا ہی اہم اور فیصلہ کن ہے کہ جتنا موسیقی میں گلوکار کا)، ملکہ ایک اور وجہ سے بھی ہے، جس کا ذکر پہلے آنا چاہئے: جن اطالوی متنوں پر یہ تراجم مبنی ہیں، ان میں بین فرق ہے۔

فاشزم کے زوال کے بعد اطالیہ میں ،،فونتامارا،، کی پہلی اشاعت کے موقع پر میں نے اس میں جو تبدیلیاں کی ہیں، ان کا مآخذ اور معنویت بہتر طور پر بتانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ میں اپنے اور اپنی کتابوں کے باہمی تعلق کے بارے میں کچھ کہوں۔ میں (جرمن مصنف) ہیوگوفان ہاف منیتھال کے اس فقرے سے پوری طرح متفق ہوں جو اس نے ادیبوں کے بارے میں کہا تھا: ادیب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے لئے لکھنا دوسروں کی نسبت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اس کا سبب مجھ پر اس وقت اشکار ہو جاتا ہے جب میں کوئی کتاب ختم کرنے والا، ہوتا ہوں۔ ہر مرتبہ یہ سارا سلسلہ مجھے مستبدانہ، تکلیف دہ اور غیر فطری عمل معلوم ہوتا ہے (کم از کم اپنی فطرت کے خلاف)۔ چونکہ میں اپنے آپ کو اس کہانی سے حد درجہ وابستہ سمجھتا ہوں، اس لئے یہ ہوتا ہے کہ میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں اور خواب دیکھتا ہوں، اور اس طرح سے یوں ہوتا ہے کہ کتاب، کتب فروش کے ہاں پہنچ جانے کے عرصے بعد بھی میرے اندر جیتی جاگتی، بڑھتی اور بدلتی رہتی ہے۔

اس ذہنی عادت کے علاوہ، فونتامارا، میں تبدیلیوں کی ایک خاص وجہ بھی ہے۔ جیسا کہ ابتدائیے سے ظاہر ہے، میں نے یہ کتاب 1930ء میں لکھی جس وقت میں

سوئٹزرلینڈ میں جلاوطنی کے دن گزار رہا تھا، اور ڈاوس کے مقام پر رہ رہا تھا جو ساری دنیا میں تپ دق کے شفاخانوں اور برفانی سیر گاہوں کے لئے مشہور ہے۔ چونکہ میں وہاں اکیلا تھا — ایک تنہا اجنبی جو فاشسٹ پولیس سے بچنے کی کوشش بھی کر رہا تھا — لکھنا، میرے لئے انتہائے یاس سے محفوظ رہنے کا واحد ذریعہ بن گیا اور چونکہ ایسا لگ رہا تھا کہ میری زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں، اس لئے میں نے تیزی سے لکھا، ناقابل بیان پریشانی اور ابتلاء کے ساتھ لکھا کہ میں اپنی بہترین ممکنہ کوششوں کے ذریعے وہ گاؤں بسادوں کہ جس میں، میں نے اپنے اور اپنے وطن کا جوہر رکھ دیا تھا تاکہ میں اپنے لوگوں کے درمیان مرسکوں۔

معلوم نہیں یہ اچھا ہوا کہ برا کہ زندگی جیت گئی، اور اس کی حیرت انگیز باتوں میں سے ایک یہ ہوئی کہ ایک مایوس ادیب نے جہاں پناہ ڈھونڈی تھی، وہ جگہ جلاوطنی کی باقی طویل مدت کے لئے میری خفیہ رہائش بن گئی۔ درحقیقت یہ سمجھنا غلط ہوتا کہ اس کتاب میں اور میری باقی کتابوں کے درمیان کوئی خاص فرق ہے۔ جو کہانی پیترو اسپائنا کی ،،روٹی اور شراب،، میں ہے، رو کوکی ،،ایک اٹھی بلیک بیری،، ہے، اور آندریا کی جو کہانی ،،لوچا کا راز،، میں ہے، وہ سب اس اجنبی سے منسلک ہیں جو ،،فونتامارا،، کے آخری نمودار ہوتا ہے۔ ملکہ اس سے بھی زیادہ، اگر کوئی ایسا طریقہ ہوتا کہ ادبی دنیا کے تجارتی قوانین بدلنا میرے بس میں ہوتا، تو میں بڑی آسانی سے اپنی تمام زندگی ایک ہی کہانی کے لکھنے اور دوبارہ لکھنے میں گزار دیتا، اس امید کے ساتھ کہ آخر کار میں اسے سمجھ سکوں اور دوسروں کو بھی سمجھا سکوں، بالکل جس طرح ازمنہ وسطیٰ میں ایسے راہب ہوتے تھے جن کی تمام زندگی بار بار یسوع مسیح کے چہرے کی تصویر بنانے مٹا کر پھر بنانے کے لئے وقف تھیں — ہر بار وہی اور ہر بار مختلف۔

اس لئے جب برسوں کے بعد مجھے اپنے وطن واپس آنے کا موقع ملا اور ایک ناشر سے بات ہوئی کہ اطالیہ میں ،،فونتامارا،، کی پہلی اشاعت ہو، تو اس کتاب کو دوبارہ پڑھ کر مجھے کم حیرت نہیں ہوئی۔ لوگ جو بھی سمجھیں اس کے برخلاف، میرا سروکار اس تفاوت سے نہیں تھا جو میری کتاب اور آنکھوں دیکھی فطری واقعیت کے درمیان

تھا، بلکہ 1930 کی کہانی اور اس کے ارتقاء کے درمیان تھا جو میرے اندر ان
تمام برسوں میں جاری رہا جب میں اس کہانی کے اندر زندہ رہتا رہا۔
مصور کی مثال سامنے رکھتے ہوئے میں نے تصویر کو سر سے پیر تک دوبارہ رنگ
دیا، بس کینوس پرانا رہنے دیا۔

اگناز یوسلو نے روم، 1959

MashalBooks.com

فونتامارا

جو عجیب وغریب واقعات میں قلم بند کر رہا ہوں ،پچھلے موسم گرما میں فونتامارا میں پیش آئے۔

میں نے یہ نام،غریب کسانوں کے ایک پرانے اور معمولی گاؤں کو دیا ہے جو مارسیکا کے نزدیک واقع ہے، جہاں جھیل فوچینو ہوا کرتی تھی ۔اس کے شمال میں ایک ایسی وادی میں جو پہاڑی سلسلے اور سطح مرتفع کے درمیان ہے۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ نام،تھوڑے بہت فرق کے ساتھ،جنوبی اطالیہ کے کئی ایک قصبوں کا نام بھی ہے،اور اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ جن عجیب وغریب واقعات کو تمام تر احتیاط کے ساتھ اس کتاب میں درج کیا گیا ہے تسلسل میں کسی قدر ترمیم اور مقام کی تبدیلی کے ساتھ،کئی اور جھگوں پر بھی پیش آئے ۔مگر یہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ حقائق کی پردہ پوشی کی جائے۔ بعض افراد کے نام بھی۔ جیسے ماریا،فرانسسکو،جیووانی ،لوچیا،انتونیو،اور بعض دوسرے، بہت عام ہیں ز۔لیکن پھر یہ کہ زندگی میں جو باتیں واقعی اہمیت رکھتی ہیں، پیدائش، موت ،محبت، اور دکھ،سبھی لوگوں میں عام ہیں۔ اس کے باوجود لوگ ایک دوسرے کو ان کے بارے میں بتانے سے نہیں تھکتے۔

لہذا فونتامارا بہت سی باتوں میں جنوبی اطالیہ کے ہر اس دور دراز گاؤں سے مماثلت رکھتا ہے جو پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان واقع ہے، زندگی کے ہنگاموں سے دور،اس لئے اپنے پڑوسیوں کے مقابلے میں کچھ پسماندہ، فاقہ زدہ اور پچھڑا ہوا۔مگر فونتامارا کی اپنی بعض خوبیاں ہیں۔

اس طرح ہر ملک کے تمام غریب کسان ایک جیسے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین کے ثمر آور ہونے کا سبب بنتے ہیں وہ بھوک کے مارے ہوئے ہیں،اور چاہے انہیں، فیلاح کہا جائے ،قلی ،چپراسی، موزیک یا کافونی، وہ بذات خود ایک قوم ہیں اور ایک نسل اور ایک دھرم جو ساری دنیا

میں موجود ہے، حلانکہ ان میں سے کوئی بھی دو افراد ایک جیسے نہیں۔

اگر آپ فوچینو کی سطح مرتفع کی طرف سے فونتامارا جائیں تو آپ کو وہ گاؤں ایک سرمئی پہاڑ کے دامن میں پھیلا ہوا نظر آئے گا۔ پہاڑ، پتھر کی سیڑھیوں کی طرح خالی اور بے جان ہے۔ بیش تر مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے وادی سے صاف دکھائی دیتے ہیں: سو کے لگ بھگ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں جو سب تقریباً ایک سطح پر ہیں۔۔۔ ناہموار، کچی، وقت کے ہاتھوں نے جنہیں بے رنگ کر دیا اور ہوا، بارش، آگ نے برباد کر دیا، جن کی چھتوں پر طرح طرح کی کھپریلیں اور لکڑی لگی ہوئی تھی۔

بیش تر جھونپڑیوں میں ایک ہی شگاف تھا جو میک وقت دروازے، کھڑکی اور دود بان کا کام سرانجام دیتا۔ خشک دیواروں والے اندرونی حصے میں، جس کا فرش عام طور پر کچا ہوتا، مرد، عورتیں اور بچے اور ان کی بکریاں، مرغیاں، سور اور گدھے، زندہ رہتے، کھاتے پیتے، سوتے اور اپنی اولاد کو جنم دیتے، بلکہ بعض اوقات سب ایک ہی گوشے میں۔ ان سب سے اگر مختلف ہیں تو تقریباً دس گھر جو چھوٹے زمیں داروں کے ہیں، اور ایک پرانا اجاڑ محل جو کھنڈرا گیا ہے۔ فونتامارا کے مالائی حصے پر میناروں والا گرجا گھر حاوی ہے اور دالان والا چوک، جس پر چھکڑا گاڑیاں گزر سکتی ہیں۔ اس کے دونوں جانب پتلی پتلی گلیاں ہیں، جو چھوٹی چھوٹی سیڑھیوں کی شکل میں بنی ہوئی ہیں اور جن میں چھتیں ایک دوسرے سے اس طرح ملی ہوئی ہیں کہ دن کی دھوپ کا بمشکل گزر ہوتا ہے۔

فوچینو کی جاگیر کے فاصلے سے نظارہ کرنے والے کو گاؤں سانولی بھیڑوں کا گلہ نظر آتا ہے اور گرجا کا مینار جیسے گلے بان۔ قصہ مختصر کہ یہ گاؤں بہت سے دوسرے دیہات کی طرح ہے مگر جو لوگ یہاں پیدا ہو کر پلے بڑھے ہیں ان کے لئے پوری کائنات۔ تمام آفاقی معاملات۔ پیدائش اور موت، محبت اور نفرت، رقابت اور انتہائے یاس۔ یہاں بھی پیش آتے رہتے ہیں۔

فونتامارا کے بارے میں بتانے کو کچھ اور نہ ہوتا اگر وہ عجیب وغریب واقعات پیش نہ آئے ہوتے جن کو میں بیان کرنے والا ہوں۔ یہاں میں نے اپنی زندگی کے ابتدائی بیس برس گزارے، لیکن اگر یہ واقعات نہ پیش آئے ہوتے، تو میری سمجھ میں نہ آتا کہ میں مزید اور کیا کہوں۔

MashalBooks.com

بیس برس تک میں اسی آسمان تلے زندگی بسر کرتا رہا، پہاڑوں کی تماشا گاہ کے درمیان جو جاگیر کے راستے میں ناقابل عبور رکاوٹ کی طرح کھڑے ہیں۔بیس برس تک وہی زمین تھی،وہی بارش، وہی برف، وہی ایام اولیاء، وہی غذاء،وہی درد ،وہی،وہی غم ،وہی مصائب.....جو اپنے باپوں سے ورثے میں ملے، جو انہیں اپنے دادا پردادا سے ملے، اور جن غموں کا مداوا کڑی سے کڑی محنت سے بھی نہیں ہوتا۔سخت ترین ناانصافیاں تھیں جو اتنی پرانی ہوگئی تھیں کہ اب ان کا شمار مظاہر فطرت میں ہونے لگا تھا جیسے تیز ہوا، بارش اور برف۔انسانوں ،جانوروں اور دھرتی کی زندگی ایسے چکر میں بندھی ہوئی تھی،جس کے گرد پہاڑوں کی موجودگی اور دقت کے گزراں کی محاصرہ تنگ تھا، گویا انہیں قدرت کی طرف سے عمر قید عطا کی گئی ہو۔

پہلے بوائی کی باری آتی، پھر کیڑے مارنے کی ، پھر انگوروں کی فصل کاٹنے کی اور آخر میں انگور جمع کرنے کی۔اور اس کے بعد؟ وہی سب کچھ شروع سے لے کر آخر تک دہرایا جاتا۔ پودوں کی بوائی، کھیتوں کی گڑائی، پھر چھٹائی، کیڑے مارنا، انگوروں کی فصل کا پکنا اور اس کا جمع کیا جانا، ہمیشہ وہی ایک گیت جس کی تان اسی جگہ ٹوٹتی ہمیشہ۔برس ہا برس گزرتے اور جمع ہوتے جاتے جو جوان تھے بوڑھے ہو جاتے اور جو بوڑھے وہ مر جاتے۔اور بوائی، گڈائی، کیڑے مارنا، انگوروں کی فصل کا پکنا اور اس کا جمع کیا جانا، یہ سب چلتا رہتا۔اور پھر اس کے بعد؟ یہ سب شروع سے لے کر دوبارہ جاری ہو جاتا۔ ہر آنے والا سال، گزرے ہوئے سال کی طرح تھا۔ ہر موسم ، بیتے ہوئے موسم جیسا۔ ہر نسل پچھلی نسل جیسی تھی۔فونتا امارا میں کسی نے نہیں سوچا تھا کہ یہ سب بدل بھی سکتا ہے۔

فونتا مارا میں سماجی برتری کی بس دو ہی سیڑھیاں تھیں: نچلی سیڑھی کسانوں کی تھی جو دھرتی سے بندھے ہوئے تھے،اور اس سے اوپر والی سیڑھی چھوٹے زمین داروں کی۔دست کار بھی اسی طرح دو طبقوں میں بٹے ہوئے تھے: وہ جن کے پاس چھوٹی موٹی دکان یا کچھ ٹوٹے پھوٹے اوزار ہوں،ان کی حالت نسبتاً بہتر ہوتی ہے۔ورنہ باقی سب کی گذر اوقات تو سڑک پر ہے۔کئی پشتوں سے کسان، کھیت مزدور، اور غریب دستکار سختیوں اور ناقابل بیان قربانیوں سے گزرتے رہے ہیں کہ سماج کی سب سے نچلی سطح سے بلند ہو سکیں مگر انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوتی۔جن کی تقدیر یاور ہو ان کی راہ نجات یہ ہے کہ کسی چھوٹے زمیں دار کی بیٹی سے شادی ہو جائے۔لیکن اگر آپ یہ غور کریں کہ فونتا مارا کے اردگرد ایسی زمین ہے جہاں ایک ٹن بیج کی بوائی کے بعد ایک ٹن

غلے کی کاشت ہوسکتی ہے تو آپ با آسانی یہ سمجھ جائیں گے کہ بہت سے لوگ چھوٹی موٹی زمیں داری کے اس مرتبے سے، جو بڑی محنت کے بعد حاصل ہوتا ہے، گر کر کسان ہی رہ جاتے ہیں۔

(مجھے جوب معلوم ہے کہ میرے دیس کے گاؤں ہوں یا شہر، ان کی مولی میں کسان کی اصطلاح نفرت انگیز اور قابل اعتراض ہے۔ مگر میں مصیبت پر لوگ شرمایا نہیں کریں گے تو یہ قابل احترام بلکہ شاید اغراز کے لائق بھی سمجھا جانے لگے۔)

فونتامارا کے کسانوں میں سے خوش قسمت ترین کے پاس ایک گدھا ہوتا ہے اور کبھی کبھار ایک خچر۔ جب خزاں آتی ہے اور وہ بڑی مشکلوں سے پچھلے سال کے قرضے چکا پاتے ہیں کہ انہیں پھر سے وہ تھوڑے سے آلو، مٹر، پیاز، تھوڑا سا آٹا اور مکئی جو انہیں جاڑے میں فاقوں مرنے سے بچائے گا، کسی نہ کسی سے قرض مانگنا پڑتے ہیں ان کی زندگیوں کا بیش تر حصہ دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کی خاطر قرضوں کے بوجھ اور پھر ان کو اتارنے کے لئے..... مشقت کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ جب فصل غیر معمولی طور پر اچھی ہوتی ہے اور خلاف توقع نفع لے کر آتی ہے تو یہ مقدمے بازی کا موقع بن جاتا ہے۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ فونتامارا میں کوئی دو ایسے گھر نہیں جن میں آپس میں رشتے داری ہو جاتی ہے۔ چاہے کتنے ہی غریب کیوں نہ ہوں، تمام خاندانوں میں کچھ نہ کچھ منافع ان کے درمیان تقسیم کے لئے ہوتا ہے، اور اگر کچھ رقم یا سامان نہ ہو تو بانٹنے کے لئے مشکلیں کیا کم ہیں؟ لہذا فونتامارا میں ایسا کوئی خاندان نہیں جو مقدمہ میں الجھا ہوا نہ ہو جیسا کہ سب جانتے ہیں یہ مقدمے تنگدستی کے دنوں میں دب جاتے ہیں، لیکن جوں ہی وکیلوں پر خرچ کرنے کے لئے کچھ پیسے آجاتے ہیں تو یہ بھی زور پکڑ لیتے ہیں۔ اور ہمیشہ وہی مقدمے چلتے رہتے ہیں، کبھی نہ ختم ہونے والے مقدمے جو ایک نسل سے دوسری نسل تک سینکڑوں پیشیاں، بے تحاشا اخراجات اور اندھی، انمٹ نفرت منتقل کرتے رہتے ہیں..... محض اس لئے کہ کانٹوں بھرے کسی زمین کی ملکیت طے کر سکیں۔ خواہ زمین کا وہ ٹکڑا جل کر راکھ ہو جائے مگر مقدمہ پورے جوش و خروش سے جاری رہے گا۔

اس چکر سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہر ماہ بیس سولڈی کی رقم پس انداز کی جاتی، بیس نہیں تو تیس سولڈی، بلکہ موسم گرما میں تو سو سولڈی تک بچا کر رکھے جا سکتے ہیں، اور پھر خزاں کے آنے تک تیس لیرا تک کی رقم جمع کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ فوراً ہی خرچ ہو جاتی.... کسی قرض کے سود میں، یا وکیل کے پاس، پادری یا دوافروش کے پاس چلی جاتی۔ اور پھر وہی سلسل شروع ہو

جاتا: اگلے موسم بہار سے بیس، تیس یا سو سولڈی ماہانہ۔ اور پھر دوبارہ ابتداء سے وہی سلسلہ۔

سب جانتے ہیں کہ بہت سی چیزیں نچلے علاقوں میں بدل جاتی ہیں، کم از کم ظاہری طور پر۔ مگر فونتامارا میں سب ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے۔ فونتامارا کے لوگ میدانی علاقوں میں آنے والی تبدیلیوں کو نہ تو دل چسپی سے دیکھتے ہیں نہ پوری طرح سمجھ پاتے ہیں۔ پہاڑوں کی مٹی ناکافی ہے، بنجر اور پتھریلی ہے، اور آو ہوا ساز گار نہیں۔ کوئی اسی برس پہلے ہونے والی جھیل فوچینو کی نکاسی میدانی علاقے کے شہروں کے لئے تو فائدہ مند تھی، مگر پہاڑوں کے لئے نہیں۔ اس کی وجہ سے مارسیکا کے پورے علاقے میں درجہ حرارت کم ہوگیا اور تمام پچھلی فصلیں غارت ہوگئیں۔ زیتون کے پرانے درخت تو بالکل ہی برباد ہوگئے۔ انگور کے تاکستانوں میں اکثر کیڑا لگ جاتا اور انگور پوری طرح نہیں پکتے۔ ان کو پہلی پہلی برف سے بچانے کے لئے اکتوبر کے آخری دنوں میں توڑ لیا جاتا، اور یوں ان سے لیموں کی طرح کھٹی شراب بنتی۔ زیادہ تر تو ایسا ہوتا کہ جو لوگ انگوروں کی کاشت کرتے وہ خود ہی اس شراب کو پیتے۔

اس نقصان کی بڑی حد تک تلافی جھیل کی تہ سے نکلنے والی بے حد زرخیز زمین پر کاشت کاری سے ہوسکتی تھی اگر فوچینو کی وادی ایسے نوآبادیاتی نظام کی پابند نہ ہوتی۔ فوچینو سے سالانہ حاصل ہونے والی بے اندازہ دولت، ایک بہت ہی محدود حلقے تک پہنچتی ہے، اور ماقی بڑے شہروں تک چلی جاتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایگرو رومانو اور ماریما میں وسیع رقبے کے ساتھ ساتھ، فوچینو کے پینتیس ہزار ایکڑ بھی نام نہاد شہزادگان تورلونیا کی ملکیت ہیں، جو پچھلی صدی کے ابتدائی برسوں میں ایک فرانسیسی دستے کے عقب میں روم وارد ہوئے۔ لیکن یہ بلکل جدا کہانی ہے۔ اور شاید جب کہ میں فونتامارا کے لوگوں کی مایوسی بھری کہانی لکھ چکا ہوں گا تو میں تورلونیز کی سبق آموز کہانی بھی لکھ دوں گا تا کہ میرے قارئین کی تسلی ہوجائے۔ ان کے بارے میں پڑھنا یقیناً زیادہ دل چسپ ہوگا۔ فونتامارا کے گم نام لوگوں کی کہانی ان بھوکے اور ناکام کسانوں کی اکتا دینے والی داستان ہے جو کئی نسلوں سے صبح تڑکے سے لے کر سورج ڈھلے تک کام کرتے رہے ہیں، اور خاک کے ایک بنجر خطے پر خون پسینہ ایک کر دیتے ہیں۔ مگر تورلونیز کی تقدیر اس سے مختلف تھی۔ ان میں سے کسی نے کبھی زمین کو ہاتھ نہیں لگایا، مذاق میں بھی نہیں، اور پھر بھی وہ اس کی ناقابل یقین وسعتوں کے مالک ہیں، سینکڑوں ہزاروں ایکڑ کے بادشاہ۔

تورلونیز جنگ کے زمانے میں آئے اور جنگ پر سٹہ لگایا، پھر امن پر سٹہ لگایا، پھر نمک کی

تجارت پر پھر 1848ء کے انقلابات پر 1857ء کی جنگ پر، نابولیشن ریاست کے بوربون خاندان پر اور پھر ان کی بربادی پر سٹہ کھیلا۔ اس کے بعد انہوں نے ساوڈے کے گھرانے پر جمہوریت اور آمریت پر کھیلا۔ اور یوں انہوں نے ہاتھ ہلائے بغیر لاکھوں کما لیے۔ 1860ء کے بعد ان میں سے ایک نے فرانسیسی، ہسپانوی، نابولیشن کمپنی کو کوڑیوں کے مول خرید لیا، جس نے جھیل کی نکاسی کے لئے آبی گزرگاہ تعمیر کی تھی اور جو بوربون خاندان کے زوال کے باعث برے حالوں کو پہنچ رہی تھی۔ کمپنی کے منشور کے مطابق، جس کی توثیق نیپلز کے بادشاہ نے کی تھی، تورلونیز خاندان، حاصل ہونے والی زمین پر اگلے نوے برس تک اپنا اختیار قائم رکھیں گے۔ لیکن پیدمونتیز کی کمزور حکومت کو اس کے بدلے میں جو سیاسی مدد کی پیشکش کی گئی تو تورلونیز کو یہ زمین ہمیشہ کے لئے مل گئی۔ انہیں پہلے ڈیوک اور پھر شہزادے کا خطاب دیا گیا۔ مختصراً یہ کہ پیدمونتیز کی حکومت نے انہیں ایک ایسی چیز دے دی جو اس حکومت کی اپنی نہیں تھی۔ فونتامارا کے لوگ نیچے وادیوں میں ہونے والے تماشے کو دیکھتے رہے اور اسے عین مناسب سمجھتے رہے، گو کہ یہ سب نیا تھا، اس لئے کہ یہ ان پر توڑے جانے والے دوسرے مظالم کی طرح تھا۔ پہاڑوں میں سب کچھ پہلے کی طرح جلتا رہا۔

ایک زمانے میں تو پہاڑوں کے لوگ ہجرت کر کے امریکہ جا سکتے تھے۔ جنگ عظیم سے پہلے فونتامارا کے لوگوں نے بھی برازیل اور ارجنٹینا میں قسمت آزمائی کی۔ لیکن ان میں سے جو لوگ اپنی انٹی میں نوٹ دبا کر واپس لوٹ کر آئے تو ان کی جمع پونجی جلد ہی ان کی بنجر، چٹیل دھرتی ماں میں گم ہو گئی اور وہ پہلے جیسی سست روی کی حالت پر لوٹ گئے اور پردیس میں گزارے ہوئے چند دن فردوس گم گشتہ کی یاد بن کر رہ گئے۔

لیکن پچھلے سال ناقابل فہم اور اچانک واقعات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا جس نے فونتامارا کی زندگی کا وہ انداز بھی اتھل پتھل کر دیا جو نہ جانے کب سے ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ساکت چلا آ رہا تھا۔ کئی مہینوں تک تو کسی نے پرواہ نہیں کی کہ کیا ہو رہا ہے، لیکن رفتہ رفتہ اس کی خبر اطالیہ کے دوسرے حصول میں بھی پھیلنے لگی اور ملک سے باہر بھی پہنچ گئی جہاں بدقسمتی کا مارا ہوا میں پناہ لینے پر مجبور تھا۔ سو یوں ہوا کہ فونتامارا جس کی نشاندہی کسی نقشے پر بھی نہیں ہے، عجیب وغریب بحث اور قیاس آرائی کا مرکز بن گیا۔ میں فونتامارا میں پلا بڑھا تھا اور کئی برس کی غیر حاضری کے باوجود، یہ محسوس کرتا تھا کہ میں اسے اتنی اچھی طرح جانتا ہوں کہ مجھے یہ لگتا تھا کہ

یہاں سے منسوب واقعات قطعاً افسانوی ہیں اور فونتا مارا سے اس لئے منسوب کیے گئے ہیں کہ اس دور دراز گاؤں کے بارے میں تصدیق کرنا بہت مشکل ہے۔ میں نے کئی بار براہ راست معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی، اور ناکام رہا۔ لیکن اس کے باوجود کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب میں نے اس کے بارے میں نہ سوچا ہو اور اپنے خیالوں میں اس زمین پر لوٹ کر نہ گیا ہوں جس کو میں خوب اچھی طرح جانتا تھا، اور اس کے بارے میں اصلیت جاننے کی خواہش کی آنچ محسوس نہ کی ہو۔

ایک دن بالکل غیر متوقع بات ہوئی۔ شام کا وقت تھا، جب یادوں کی یلغار بہت قوی ہوتی ہے، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تین کسان۔۔۔ دو مرد اور ایک عورت۔۔۔ میرے گھر کی دہلیز پر، دروازے کی طرف پیٹھ کیے ہوئے، سو رہے ہیں۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ فونتا مارا سے آئے ہیں۔ میری آمد پر وہ اٹھ بیٹھے اور میرے پیچھے پیچھے اندر چلے آئے جہاں میں نے لیمپ کی روشنی میں ان کے چہروں کی شناخت کی۔ ایک مرد بوڑھا تھا، لمبا اور دبلا، جس کا چہرہ دھرتی جیسا اور میلے سفید بال تھے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور بیٹا تھے۔ وہ اندر چلے آئے اور بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے بولنا شروع کیا۔ (تب میں نے ان کی آوازیں بھی پہچان لیں)۔

بوڑھا سب سے پہلے بولا۔ پھر اس کی بیوی۔ پھر دوبارہ بوڑھا۔ پھر اس کی بیوی۔ مجھے افسوس ہے کہ جب وہ عورت بول رہی تھی تو میں سو گیا، مگر عجیب بات ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی اس کا سرا مجھ سے پھر بھی گم نہیں ہوا، گویا کہ اس کی آواز میرے وجود کی گہرائیوں سے ابھر رہی ہے۔ جب صبح ہوئی اور میری آنکھ کھلی تو بوڑھا دوبارہ بولنے لگا۔

انہوں نے مجھے جو بتایا وہ اس کتاب میں ہے۔

مگر اب دو احتیاط طلب باتیں۔ غیر ملکیوں کے لئے، جو اس کتاب کو پہلے پڑھ لیں گے، یہ کہانی جنوبی اطالیہ کے اس رنگین تصور سے مختلف ہوگی کو اکثر ادب میں بھی ملتا ہے۔ جس طرح بعض کتابوں میں لکھا ہے جنوبی اطالیہ بے حد حسین ہے، جہاں کسان کھیتوں پر جاتے ہوئے مدھ بھرے گیت گاتے ہیں، جن کا جواب روائتی لباس پہنے ہوئے گاؤں کی الہڑ لڑکیاں دیتی ہیں اور آس پاس کا جنگل چڑیوں کی چہکار سے گونج اٹھتا ہے۔

فونتا مارا کے لوگ دنیا بھر کے غریب دیہاتیوں کے جیسے کپڑے پہنتے ہیں۔ پھر وہاں آس پاس کوئی جنگل نہیں۔ پہاڑ خشک اور رچٹیل ہیں۔ اپی نائنز سلسلے کے دوسرے پہاڑوں کی

طرح۔ چڑیاں بڑی نایاب ہیں اور بہت کم نظر آتی ہیں کیوں کہ ان کا بے دریغ شکار کیا گیا ہے۔ وہاں بلبل بھی نہیں ہے اور نہ مقامی بولی میں اس پرندے کے لئے کوئی لفظ ہے۔ وہاں کے کسان چاہے اکیلے ہوں یا گروہوں میں، گیت نہیں گاتے، نشے میں دھت ہو کر بھی نہیں۔ کھیت میں کام پر جاتے ہوئے گانا تو دور کی بات ہے۔ گانے کی بجائے وہ بے تحاشا گالیاں بکتے ہیں۔ وہ کسی بھی جذبے کی اظہار کرنے کے لئے ۔۔۔ خوشی، غصہ بلکہ مذہبی عقیدت تک ۔۔۔ گالیاں بکتے ہیں۔ ان کی گالیوں میں تخیل کی کوئی خاص کارفرمائی نظر نہیں آتی، اور وہ ان ہی دو چار مقامی اولیاء کا نام لے کر قسم کھاتے ہیں جن کو وہ جانتے ہیں۔ گالیاں بھی وہی گھسی پٹی ہیں۔

فونتامارا میں اپنی نوجوانی میں، میں ایک ہی شخص کو جانتا تھا جو ہر وقت گاتا رہتا تھا۔ وہ موچی تھا۔ وہ ایک ہی گانا گاتا تھا، جو پہلی افریقی جنگ کے زمانے کا تھا اور یوں شروع ہوتا تھا:

پھر لوٹ کر نہ آؤ گے
اگر کالوں کا اعتبار کیا
اے بالڈی سیرا....،،

سال کے ہر دن صبح سے شام تک اس انتباہ کو سنتے سنتے، اور وہ بھی اس آواز میں جو اپنے مالک کے ساتھ ساتھ عمر رسیدہ ہوتی چلی گئی، فونتامارا کے بچوں کو بڑی سنجیدگی سے اس خوف میں مبتلا کر دیا کہ جنرل بالڈی سیرا، کہیں مارے لاپروائی کے یادھیان بٹ جانے کی وجہ سے کالوں کی اعتبار نہ کر بیٹھیں۔ بہت بعد میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ہمارے پیدا ہونے سے پہلے یہ سب کچھ ہو چکا تھا۔ دوسری احتیاط اس بات کی ہے میں کسی زبان میں یہ کہانی سناؤں؟ ایک لمحے کے لئے بھی اس خیال میں نہ رہئے گا کہ فونتامارا میں اطالوی بولی جاتی ہے۔ یہ تو ہمارے لیے مدرسے میں سیکھی ہوئی زبان ہے۔ جسے لاطینی فرانسیسی یا اسپرانتو ہمارے لیے زبان غیر ہے۔ مردہ زبان جس کی لغت اور قواعد ہمارے طرز عمل اور طرز اظہار سے بہت دور ہت گئے ہیں۔

ظاہری بات ہے کہ جنوب کے دوسرے کسانوں نے مجھ سے پہلے اطالوی بولی اور لکھی ہے، بالکل اسی طرح جیسے ہم جوتے پہن لیتے ہیں، گریبان درست کر کے ٹائی باندھ لیتے ہیں جس وقت ہم شہر جانے لگتے ہیں۔ ہمارے خیالات کو اکٹھا کرتے وقت اطالوی زبان ان کے ہاتھ پیر ہی توڑ سکتی ہے، چنانچہ وہ ایسے لگتے ہیں کہ جیسے برے ترجمے میں ہوں۔ اور ترجمہ کبھی بھی براہ راست اظہار نہیں ہوتا۔ یہ تو درست ہے کہ کسی زبان میں اپنا اظہار کرنے سے پہلے اس میں

سوچنا سیکھنا چاہئے، لیکن اطالوی بولنا سیکھتے ہوئے ہم جن مشکلوں کا شکار ہوتے ہیں، ان کا آخر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم صحیح معنوں میں اس میں سوچ نہیں سکتے۔ اطالوی ثقافت ہمارے لئے ہمیشہ مدرسے کی ثقافت رہی ہے۔

لیکن چونکہ میرے پاس اپنی بات سمجھانے کے لئے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے (اور اظہار ذات میرے لئے لازمی ہوگیا ہے) تو میں پوری کوشش کروں گا کہ جو بات میں ساری دنیا کو بتانا چاہتا ہوں اس زبان میں ترجمہ کردوں جو میں نے سیکھی ہے۔۔۔ اور وہ بات یہ ہے کہ فوتامارا میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی حقیقت کیا ہے۔

پھر بھی، اگر زبان مانگے کی بھی ہے تو، کہانی سنانے کا طریقہ ہمارا اپنا ہے۔ یہ فوتامارا کا فن ہے۔ میں نے لڑکپن میں یہ سیکھا تھا، اپنے گھر کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے یا موسم سرما کی طویل شاموں میں آتش دان کے پاس بیٹھ کر یا جلاہے کے پاس بیٹھ کر اس کے کرگھے کے آہنگ میں ان صدیوں پرانی کہانیوں کو سن کر سیکھا تھا۔ کہانی سنانے کی یہ قدیم فن، یہ فن کہ لفظ، سطریں، جملے اور استعارے ایک کے پیچھے ایک بڑھتے رہیں، اشاروں کنایوں کے بغیر کسی بات کو سمجھانے کا فن، شراب کو شراب اور روٹی کو روٹی کہنے کا فن، کپڑا بننے کے قدیم فن کی طرح ہے جس میں رنگ اور دھاگے ایک دوسرے کے پیچھے صاف، سیدھے طریقے سے چلے آتے ہیں۔ گلاب کی پہلی شاخ، پھر پتی، پھر اندرونی حصہ نظر میں آتا ہے۔ لیکن ہم سب کو شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گلاب ہی ہوگا۔ اسی لئے ہماری مصنوعات شہر والوں کو ان گھڑ اور بچگانہ معلوم ہوتی ہیں۔ مگر ہم نے انہیں شہر میں بچنے کی کوشش کب کی؟ ہم نے کبھی شہر والوں سے کہا کہ اپنے قصے ہمارے انداز میں سنائیں؟ کبھی نہیں۔

لہذا ہر ایک کو حق ملنے دو کہ اپنی کہانی اپنے انداز سے سنائے۔

MashalBooks.com

1

یکم جون کو فونتا مارا پہلی مرتبہ بجلی کے بغیر تھا۔ دو جون کو، تین جون کو، چار جون کو بھی فونتا مارا بجلی کے بغیر ہی رہا۔ یہ صورت دنوں اور مہینوں تک رہی، یہاں تک کہ فونتا مارا دوبارہ چاند کی روشنی کا عادی ہو گیا۔ چاندنی راتوں سے زیتون کے تیل، اور زیتون کے تیل سے مٹی کے تیل اور پھر بجلی تک پہنچنے میں سو برس لگے تھے۔ ایک ہی رات میں پورا گاؤں چاندنی کی طرف لوٹ گیا۔

نوجوان لوگوں کو تو اپنی تاریخ بھی نہیں معلوم، مگر ہم بوڑھوں کو تو پتہ ہے۔ ستر برس میں پیدمونتیز دو ہی تو اہم چیزیں ہمارے لئے لائے، بجلی کی روشنی اور سگریٹ۔ اب روشنی انہوں نے واپس لے لی ہے، اور رہے سگریٹ تو جو انہیں پیئے اس کا دم گھٹے۔ ہمارے لئے تو پائپ ہی اچھا رہا ہے۔

بجلی کی روشنی بھی ہمارے لئے چاندنی کے اجالے کی طرح فطری تھی، ہم اس کے بھی پیسے ادا نہیں کرتے تھے۔ کئی مہینوں تک کسی نے پیسے نہیں دیئے۔ اور پیسے دیتے کہاں سے؟ روشنیوں کے بجھنے سے پہلے، شہری بلدیہ کا کلرک حسب معمول وہی ماہانہ کاغذ بانٹنے آیا جس پر قابل درج تھی۔ ہم اس کاغذ کو گھریلو استعمال میں لے آتے تھے۔ پچھلی دفعہ جو وہ آیا تھا تو بمشکل تمام اپنی جان بچا کر بھاگا تھا۔ گاؤں کی آخری حد پر اسے گولی مارتے مارتے چھوڑا۔

اس نے بڑی احتیاط برتی۔ وہ فونتا مارا اس وقت آیا جب گاؤں کے مرد کام پر گئے ہوئے تھے، اور گھروں میں عورتیں اور مویشی ہی تھے۔ لیکن احتیاط پھر بھی کافی نہیں ہوتی۔ اس نے بہت ادب قاعدے سے بات کی۔ اس نے اپنی احمقانہ ہنسی کے ساتھ کاغذ کے پرزے تھما دیے، اور کہا: ،، لے لو، خدا کے واسطے! گھر میں کاغذ کا ٹکڑا ہمیشہ کام آ جاتا ہے۔،، لیکن ادب قاعدے بھی

کافی نہیں ہوتے۔تھوڑے دن بعد ایک گاڑی بان نے اسے بتایا،فونتامارا میں نہیں (اسے دوبارہ فونتامارا میں قدم رکھنا شاید میسر ہی نہ ہو) بلکہ شہر میں بناتا کہ گولی کا رخ اس کی ذات کی طرف نہیں تھا،یعنی انوسینسو لالیگے کی طرف نہیں، بلکہ ٹیکس ہی کے خلاف تھا۔لیکن اگر بندوق کا نشانہ بہتر ہوتا تو اس سے ٹیکس تو نہ ہلاک ہوتا، وہ خود مارا جاتا۔اگر وہ گاؤں میں دوبارہ آیا تو کوئی اس کی کمی محسوس نہیں کرے گا۔نہ کبھی اس نے گاؤں کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کے بارے میں سوچا۔

اگر ان کی جوئیں قرق کر کے بیچ سکیں وہ تجویز پیش کرنے لگا،،تب تو ان پر مقدمہ کرنے کا فائدہ بھی ہو۔لیکن جوؤں کی قرقی اگر قانون کے مطابق بھی ہوتی،تب بھی انہیں کون خریدتا؟،،

بجلی یکم جنوری کو کٹ جانا تھی، پھر یکم مارچ کی تاریخ ہوئی، پھر یکم مئی ہوگئی۔لوگ کہنے لگے کہ،،کبھی نہیں کٹے گی۔بلکہ شاید اس کے خلاف ہے۔تم دیکھ لینا کبھی نہیں کٹے گی۔،،اور پہلی جون کو کٹ ہی گئی۔،،

گھروں میں موجود عورتوں اور بچوں کو سب سے آخر میں پتہ چلا کہ کیا ہو رہا ہے۔جب ہم کام سے واپس آئے۔۔۔چکی کے پاس سے ہوتے ہوئے موٹروں کے راستے پر سے، پہاڑ پر سے،قبرستان سے،بالو کے ٹیلے کے پاس والے گڑھے سے،اور دن بھر کی محنت مزدوری کے بعد ہر جگہ سے آنے لگے۔۔۔جب اندھیرا پھیلنے لگا اور ہم نے دیکھا کہ آس پاس کے گاؤں کی بتیاں جل اٹھی ہیں مگر فونتامارا کی روشنیاں مدھم ہوئیں،ٹمٹمانے لگیں اور چٹانوں اور کھاد کے ڈھیروں کے پرچھائیوں میں گم ہوگئیں تو ہمیں اندازہ ہوا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔(ہمیں حیرت ہوئی بھی اور نہیں بھی ہوئی۔) لڑکوں کو تو اودھم مچانے کا بہانہ مل گیا۔ہمارے گاؤں کے بڑے بادلوں کو ایسا موقع ہی کہاں ملتا ہے۔اس لیے بے چاروں کو بہانہ مل جائے تو پھر اس کا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔۔۔کوئی موٹر سائیکل پاس سے گزرے،گدھے بیاہے جائیں یا کسی دود بان میں آگ لگ جائے۔

جب ہم گاؤں میں پہنچے تو جنرل بالڈی سیرا راستے کے بیچوں بیچ کھڑا گالیاں بک رہا تھا۔گرمی کے دنوں میں وہ جوتوں کی مرمت رات گئے تک اپنے گھر کے سامنے بیٹھ کر اور سڑک کے کھمبے کے نیچے بیٹھ کر کرتا رہتا تھا۔اب اس کے پاس کوئی روشنی نہیں تھی۔اس کی میز کے گرد کوڑا کباڑ رہتا تھا اور وہ اپنی ہتھوڑی ،چھینی ،سوئی ،دھاگے اور چمڑے کو صاف پہچان نہیں پا رہا

تھا۔گندے پانی کی بالٹی الٹ گئی تھی اور وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر مقامی اولیاء کو گالیاں دے رہا تھا۔ہم لوٹ کر آئے تو اس نے پوچھا کہ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ اس بڑھاپے میں آنکھوں کی ایسی حالت میں کھمبے کی روشنی بھی اس سے چھن جائے،اور بھلا ملکہ مارگریٹ اس بارے میں کیا سوچیں گی۔

یہ تو کہنا مشکل تھا کہ ملکہ مارگریٹ نے کیا سوچا ہوگا۔ظاہر ہے کہ کچھ عورتیں رو رہی تھیں(یہ بتانے کوئی فائدہ نہیں کہ وہ کون تھیں)اپنے اپنے گھروں کے دروازے کے سامنے بیٹھی ہوئی،بچوں کو دودھ پلا رہی تھیں یا ان کے کپڑوں سے جوئیں چن رہی تھیں،یا کھانا پکا رہی تھیں۔ وہ ایسے رو رہی تھیں کہ جیسے کوئی مر گیا ہو۔وہ بجلی کی روشنی کا ماتم کر رہی تھیں جیسے ان کی زندگی بجلی کے بغیر اور زیادہ اندھیری ہوگئی ہو۔مشیل زومپا اور میں،ماری ایٹا کے ہاں میز کے پاس ٹھہرے اور فوراً بعد لوسورڈ وان گدھوں کے ساتھ آ گیا جن کو وہ نسل کشی کے لئے لایا تھا،اور پھر یونزیو پلاتو اپنی پیٹھ پر چھڑکاؤ والا پمپ لادے ہوئے آ گیا،اور اس کے بعد رانو چیا اور اسکیارا پا جو پودوں کی چھٹائی کر رہے تھے،اور ان کے بعد بارلیٹا،ومزدی سانتو،سیروز روندا،پاپا سستو اور کچھ اور لوگ جو بالو کی ڈھیری پر کام کر رہے تھے۔اور ہم سب بجلی کی روشنی کی باتیں کر رہے تھے اور پرانے ٹیکس کی،نئے ٹیکس،مقامی ٹیکس اور ریاستی ٹیکس کی باتیں،وہی باتیں بار بار دہرائے جا رہے تھے کیونکہ ٹیکس کبھی نہیں بدلتے۔اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی کہ ایک اجنبی وہاں آ گیا۔ایک اجنبی جس کے پاس سائیکل تھی۔یہ بتانا بھی مشکل تھا کہ ایسے وقت میں وہاں کون آ سکتا ہے۔وہ بالیل واضح طور پر اجنبی تھا۔وہ بجلی والا نہیں تھا۔شہر کی میونسپلٹی کا بھی نہیں تھا تھانے کا سپاہی بھی نہیں۔وہ اچھے خاصے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور لڑکا سا تھا جس کا داڑھی مونچھ صاف چہرہ گلابی تھا اور دہانہ بلی جیسا سرخ۔ایک ہاتھ سے اس نے سائیکل تھامی ہوئی تھی،اور وہ ہاتھ ایسا گلجل سا تھا جیسے چھپکلی کا پیٹ،اور ایک انگلی پر بڑی سی انگوٹھی تھی۔اس کے جوتوں پر سفید نشان تھے۔ہماری سمجھ میں وہ بالکل نہیں آیا۔

ہم نے بات چیت بند نہیں کی۔یہ تو ظاہر ہو گیا کہ یہ نوارد کسی نئے ٹیکس کی بات کرنے نہیں آیا ہے۔اس میں تو کوئی شبہ نہیں رہا۔اس میں بھی کوئی شبہ نہیں رہا کہ اس نے بے کار اتنا سفر کیا اور اس کے کاغذ کا بھی وہ انجام ہوگا جو انوسینسو لا لیگے کے کاغذ کا ہوا تھا۔بس ایک بات تھی جسے واضح کرنے کی ضرورت تھی: اب بلا کس چیز پر نیا ٹیکس لگائیں گے؟ ہم سب یہ سوچ رہے تھے اور

ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔مگر کسی کو نہیں معلوم تھا۔شاید چاندی کی روشنی پر ٹیکس لگا دیں۔

اس دوران اجنبی نے دو تین بار بکری جیسی آواز میں کہا کہ اسے،، جنگی ہیرو،، سورکانیرا کی بیوہ کے گھر کا راستہ بتا دیا جائے۔

ماری ایٹا سورکانیرا وہیں سرائے کی دہلیز پر موجود تھی، اپنے پھولے ہوئے پیٹ سے اندر جانے کا استہ بند کیے ہوئے تھی، جو جنگ میں اس کے شوہر کے انتقال کے بعد تیسری یا چوتھی بار پھولا تھا۔اس کا شوہر چاندی کا میڈل اور پنشن اس کے نام چھور کر مرا تھا۔لیکن غالباً یہ تین چار حمل وہ چھوڑ کر نہیں مرا۔جنگ میں اس کی دلیری کے باعث، لوگ کہتے تھے کہ اس کی بیوہ کئی اہم لوگوں سے ملی۔وہ ایک آدھ بار ہاسے روم لے گئے اور اعلیٰ حکام کے سامنے پیش کی: اسے خوب کھلایا پلایا اور سینکڑوں دوسری بیواؤں کے ساتھ محلات کی کھڑکیوں کے سامنے پریڈ کروائی۔لیکن جب وہ حاملہ ہونے لگی تو اسے ملانا چھوڑ دیا۔،،

تم شادی کیوں نہیں کر لیتیں؟ ہم اس سے بار بار پوچھتے۔،، اگر تمہیں بیواؤں کی زندگی پسند نہیں تو شادی کر لو۔،،

اگر میں شادی کر لوں،، اس نے جواب دیا،، تو جنگی ہیرو کی بیوہ والی پنشن بند ہو جائے گی۔قانون ہی ایسا ہے۔مجھے بیوہ ہی رہنا پڑے گا،،

اور کچھ مرد تو اس کی بات سے اتفاق کرتے تھے، مگر ساری عورتیں اس سے نفرت کرتی تھیں۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہ ماری ایٹا کو اہم لوگوں سے نپٹنا آتا تھا۔سو اس نے اجنبی کو میز کے سامنے بیٹھا دیا۔اس نے اپنی جیب سے کاغذ کے لمبے لمبے شیٹ نکالے اور میز پر پھیلا دیے۔

جب ہم نے کاغذات دیکھے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ہم سمجھ گئے۔کاغذات موجود تھے، ٹیکس کے کاغذ بس اب معلوم یہ کرنا تھا کہ نیا ٹیکس ہے کیا۔

بلکہ وہ اجنبی بولنے لگا۔ہم فوراً سمجھ گئے کہ یہ شہری بابو ہے۔اس نے اتنے بہن سے لفظ بولے مگر ہماری سمجھ میں تھوڑے سے الفاظ ہی آئے۔ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ نیا ٹیکس کس چیز پر ہے۔چاندنی پر ہے؟

اس دوران، دیر ہو گئی تھی۔ہم وہاں اپنے اوزار کدال، پھاوڑے، گیستیاں اور لوسورڈو کے گدھے اور گند ھک والے پمپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔کچھ لوگ اٹھ کر چلے

گئے۔گھروں سے بیویوں کی آوازیں آنے لگیں جو ہمیں واپس بلا رہی تھیں وترڈی سانتو، کارلیٹا اور پیاسسٹو واپس چلے گئے۔اسکیارا پا اور رانو چیا اس اجنبی کی گڑبڑ گھٹالا باتیں سنتے سنتے چلے گئے۔لوسورڈ ٹھہرنا چاہتا تھا مگر اس کا گدھا تھک چکا تھا اور اس کو گھر واپس جانے کے لئے مجبور کرنے لگا۔

اب وہاں ہم تین تھے اور وہ شہر کا آدمی۔وہ بولے چلا جا رہا تھا۔ذرا ذرا دیر بعد ہم ایک دوسرے کی جانب دیکھتے، مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔میرا مطلب یہ ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ نیا ٹیکس کس چیز پر عائد ہوگا۔

انجام کار اس نے بولنا بند کیا۔اس نے میری طرف رخ کیا کیوں کہ میں اس کے نزدیک بیٹھا ہوا تھا، میرے سامنے کاغذ رکھا اور پنسل، اور کہنے لگا: ،،دستخط کرو!،،

میں بھلا کیوں کروں دستخط؟ دستخط کا بھلا اس سب سے کیا تعلق؟ اس نے جو کچھ کہا تھا اس میں سے دس لفظ ہی میرے پلے پڑے ہوں گے۔اور اگر سمجھ بھی لگا ہو تو میں دستخط کیوں کروں؟ میں اس کی طرف تکتا رہا اور جواب دینے کی زحمت نہیں کی

اس نے میرے برابر بیٹھے ہوئے کسان کی طرف دیکھا، اور کاغذ پنسل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

،،دستخط کرو! تمہارے بھلے کے لئے ہے!،،

اس نے بھی کچھ نہ کیا۔اس کی طرف تکتا رہا جیسے وہ چٹان ہو یا درخت۔اجنبی نے تیسرے آدمی کی طرف دیکھا، کاغذ پنسل اس کے سامنے رکھے اور کہا:

تم شروع کرو۔باقی لوگ تمہارے بعد دستخط کریں گے۔،،

یہ بالکل ایسے ہی تھا کہ اس نے: دیوار سے بات کی ہو۔کسی نے کچھ نہیں کہا لیکن اگر ہمیں معلوم نہیں کہ یہ سب کیا ہے تو ہم بھلا دستخط کیوں کریں؟

ہم وہیں بیٹھے اس کو دیکھتے رہے اور وہ غصے سے بپھرنے لگا۔وہ جس طرح بول رہا تھا اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ہمارے بارے میں کوئی بری بات کہہ رہا ہے۔ہم انتظار کر رہے کہ وہ ہمیں نئے ٹیکس کے بارے میں کچھ بتائے گا، مگر وہ کوئی اور بات کرتا رہا۔یک بارگی اس نے ایک چابک سنبھال لیا جو اس کے ہاتھ میں تھا اور میرے چہرے کے سامنے لہرانے لگا۔

،،بول! بول!،، وہ چیخا۔،،ملعون کتے کہیں کے، کیڑے! تم بولتے کیوں نہیں؟ تم دستخط

کیوں نہیں کرنا چاہتے؟،،

میرا غصہ ایسی باتوں پر بے قابو نہیں ہوا کرتا۔ ہم نے اسے باور کرادیا کہ ہم نرے خبطی نہیں ہیں۔ ہم نے اسے بتادیا کہ اس کی اتنی لمبی چوڑی بات چیت نے ہمیں پوری طرح قائل نہیں کیا ہے کہ کوئی نیا ٹیکس نہیں لگے گا۔

،،اب چلو بھی!،، میں نے کہا۔،، نئے ٹیکس کے بارے میں بتاؤ۔،،

اس نے میری طرف ایسے دیکھا کہ جیسے میں عبرانی بول رہا ہوں۔

،،ہم ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھے۔ ہم ایک ہی زبان بول رہے ہیں اور ایک دوسرے کی بات نہیں سمجھتے۔،، اس کا حوصلہ جیسے پست ہوگیا۔

یہ سچ بھی تھا، کون نہیں جانتا؟ شہریوں اور گاؤں والوں کے لئے ایک دوسرے کی بات سمجھنا مشکل ہے۔ وہ جس وقت بولتا تو شہری معلوم ہونے لگتا اور شہریوں کی طرح بولتا۔ مگر ہم تو کسان تھے۔ ہم ہر چیز کو اپنے حساب سے سمجھتے۔ مجھے ہزاروں مرتبہ یہ احساس ہوا ہے کہ شہر والے اور گاؤں والے کس قدر مختلف ہیں۔ جب میں نوعمر تھا تو ارجنٹیناء کے پامپاز میں تھا اور وہاں ہسپانوی سے لے کر انڈین، ہر نسل کے کسان سے بات چیت کرنے کا موقع ملا، اور ہم نے ایک دوسرے کی بات اتنی آسانی سمجھ لی گویا ہم سب فونتامارا سے آئے ہوں۔ لیکن ہم سفارتخانے کے ایک اطالوی سے بھی بات چیت کرتے جو ہر اتوار کو ہم سے ملنے آتا، اور اس کی کوئی بات ہماری سمجھ میں نہ آتی۔ بعض دفعہ تو یہ ہوتا کہ جو کچھ وہ کہتا، ہم عین اس کا الٹ سمجھتے۔ وہاں ہمارے فارم پر ایک پرنگیزی گونگا بہرا بھی تھا، اور ہم کچھ بولے بغیر بھی اس کی ہر بات سمجھ لیتے۔ مگر نہیں سمجھ سکتے تو اپنے اس اطالوی ہم وطن کو۔

اس لئے مجھے چنداں حیرت نہ ہوئی جب اس اجنبی نے اپنی تقریر دوبارہ شروع کی اور ہمیں سمجھانے لگا کہ کوئی نیا ٹیکس نہیں لگ رہا ہے، یہ کہ وہ فونتامارا کسی اور کام کے لئے آیا ہے اور کسی سے پیسوں کی ادائیگی کے لئے نہیں کہہ رہا۔

اب دیر ہو رہی تھی اور اندھیرا چھا گیا تھا تو اس نے ماچس جلائی اور ہمیں ایک ایک کر کے کاغذ دکھلانے لگا۔ تمام کاغذات بالکل سفید تھے۔ بالکل سادہ۔ اوپر کو ذرا سا کچھ لکھا ہوا تھا۔ شہر والے نے دو ماچسیں اور جلائیں اور ہم کو دکھایا کہ وہاں کیا لکھا ہوا ہے:

،،مندرجہ ذیل دستخطوں کے حامل ہم، مندرجہ بالا کی تائید میں اپنی مرضی سے یہاں اپنے

دستخط کر رہے ہیں، بالکل رضا کارانہ طور پر اور کیویلیئر پیلینو کی حمایت میں۔،،

اس نے ہمیں یقین دلایا کہ وہ ہی کیویلیئر پیلینو ہے۔،،

،،تمہیں میرا یقین نہیں؟،،

شاید ہو۔ میں نے جواب دیا۔ نام تو ہر ایک کا ہوتا ہے۔،،

کیویلیئر پیلنو کو یہ کاغذات اپنے افسروں سے ملے تھے۔ اسی طرح کے کاغذات اس کے ساتھی دوسرے گاؤں میں لے کر جا رہے تھے۔ یعنی فونتامارا کے لئے بطور خاص کوئی چیز نہیں تھی۔ یہ سارے دیہات کے لئے تھی۔ یہ حکومت کے نام ایک عریضہ تھا، اس نے بتایا۔ اس پر بہت سے دستخطوں کی ضرورت تھی۔ وہ عریضہ وہاں موجود نہیں تھا۔ عریضہ تو اس کے افسروں نے تیار کیا تھا، اس کا کام صرف یہ تھا کہ اس پر دستخط جمع کرے، اور کسانوں کا کام اتنا تھا کہ اس پر دستخط کر دیں۔ ہر ایک کے ذمے اس کا اپنا کام تھا۔

،،اب سمجھے؟،، اس نے کہا۔،، وہ وقت گزر گیا جب کسانوں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا اور حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ اب نئی حکومت آئی ہے جو کسانوں کی عزت کرتی ہے اور ان کی رائے جاننا چاہتی ہے۔ اس لئے دستخط کرو، حکومت ایک آدمی کو تمہاری رائے جاننے کے لئے بھیج کر تمہاری جو عزت افزائی کر رہی ہے تو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔،،

اس دلیل کا ماری ایٹا پر خاطر خواہ اثر ہوا، جب کہ ہم لوگ ابھی تک شک میں مبتلا تھے لیکن اس دوران جنرل بالڈی سیرا یہاں آ گیا تھا اور اس نے آخری بات سن لی تھی۔ وہ بڑے دوٹوک انداز میں بولا (تم جانو موچی کیسے ہوتے ہیں):

،،اگر عزت مآب حضور مجھے یقین دلا رہے ہیں کہ کوئی پیسے نہیں دینے دلانے تو میں سب سے پہلے دستخط کیے دیتا ہوں۔،،

اس نے پہلے دستخط کیے، پھر میں نے۔ لیکن اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اتنا ہوشیار تھا کہ اپنے مرحوم باپ کا نام لکھ دیا۔ پتہ نہیں کیا بات ہو۔ پھر پونیز یو پلاٹو نے دستخط کیے۔ (وہ میرے برابر بیٹھا ہوا تھا)۔ پھر زومپانے۔ پھر ماری ایٹا نے اور باقی لوگ؟ ان سے بھلا کیسے دستخط لیئے جائیں، اس وقت سب کے گھروں میں جانا ممکن نہیں تھا کیویلیئر پیلینو نے مسئلہ حل کر دیا اس نے کہا کہ گاؤں کے سارے لوگوں کے نام بتا دو اور وہ انہیں لکھ لے گا۔ اور یہی ہم نے کیا۔ ایک ہی بات پر بحث ہوئی اور وہ تھی برار دو ویلا کے بارے میں۔ ہم نے کیویلیئر کو سمجھانا

چاہا کہ برار دو کسی قیمت پر دستخط نہ کرتا۔

مگر پھر بھی مرار دو کا نام بھی لکھ دیا گیا۔

،،اسے اس کے بارے میں نہیں بتائیں گے۔،، ماری ایٹا نے کہا۔،،عقلمندی تو یہی ہے،،دوسرا کاغذ ناموں سے تقریباً بھر گیا تھا اور شہر والے نے تیس چالیس ماچسیں جلا ڈالی تھیں۔ کہ اسے میز پر کوئی چیز دکھائی دی۔ میز پر کوئی چیز ایسی تھی کہ وہ گھن کھانے لگا۔ مگر وہاں کچھ نہیں تھا۔ اس نے ایک اور تیلی جلائی اور میز کو گھورنے لگا۔ وہ اس پر جھک گیا یہاں تک کہ اس کی ناک میز سے چھوگئی۔ پھر میز پر ایک دھبے کی طرف اشارہ کر کے وہ بکریوں جیسی آواز میں چلانے لگا:

یہ کیا ہے؟ اس بکواس کا ذمہ دار کون ہے؟ کس نے اسے میز پر ڈالا؟ ہم سمجھ گئے کہ وہ لڑنا چاہتا ہے۔ کسی نے اسے جواب نہیں دیا۔ جنرل بالڈی سیرا نے عافیت اسی میں سمجھی کہ وہاں سے چپ چاپ کھسک جائے۔ اجنبی نے اپنا سوال چار پانچ مرتبہ دہرایا اور تین تیلیاں جلائیں کہ میز پر مزید روشنی پڑ سکے۔ بالآخر ہم نے میز پر ایک چیز دیکھی جو حرکت کر رہی تھی۔ ایسی بری بھی نہ تھی مگر بہر حال وہاں کچھ نہ کچھ تھا ضرور یونزیو پلاٹو اٹھا، میز پر جھکا، اسے غور سے دیکھا اور فرش پر تھوک دیا:

،،میری نہیں ہے۔،،

میں نے شہر کے آدمی کو سمجھایا۔،،ہمارے علاقے میں بھیڑوں پر تو نشان لگائے جاتے ہیں، لیکن دوسرے جانوروں پر نہیں لگاتے۔،،

مگر اس کا احمقانہ غصہ تیز ہوتا ہی گیا۔

ماری ایٹا میز پر جھک گئی اور بڑی دیر تک اس کیڑے کو دیکھتی رہی۔ اس وقت تک وہ کیڑا ناموں والے کاغذ کے وسط تک پہنچ چکا تھا۔ ماری ایٹا نے کیڑے کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور اٹھا کر سڑک پر پھینک دیا۔ پھر وہ بولی،

،،عجیب بات ہے۔ یہ تو کسی نئی قسم کا لگ رہا تھا۔ یہ دوسرے کیڑوں سے زیادہ گہرا اور لمبا ہے اور اس کی پشت پر کانٹی کا نشان ہے۔،،

مشیل زومپا کچھ زیادہ ہی حیران ہو گیا، (اس جیسا عمر رسیدہ بوڑھا بھی!) اور ماری ایٹا کی طرف رخ کر کے تقریباً چیخ اٹھا:،،کیا واقعی اس کی پشت پر کانٹی کا نشان تھا، کوئی نئی قسم تھی؟،،

اور اسے ایک قصہ یاد آیا (جو یاد ہمیں بھی تھا، سچ بات ہے، مگر ہم اس وقت بھول گئے تھے)۔ جانوروں کی تمام اقسام ابتدا میں تخلیق ہوئی تھیں، انسان کے فوراً بعد، اور مان میں جوں بھی شامل تھی، جیسا کہ سب جانتے ہیں۔ لیکن خدا نے حکم دیا کہ ہر بڑے انقلاب کے بعد جوں کی ایک نئی قسم سامنے آئے۔ پھر زومپانے ہمیں بتایا کہ وہ اس قدر ہیجان زدہ کیوں تھا۔

پچھلے جاڑے میں، میں نے ایک خواب دیکھا تھا،، وہ کہنے لگا۔،، میں نے پادری کو اس کے بارے میں بتایا بھی، مگر اس نے مجھ سے کہا کہ کسی سے اس کا ذکر مت کرنا۔ اب وہ خواب پورا ہو گیا ہے، اگر ماری ایٹا کی بات صحیح ہے تو اور اب مجھے کہہ دینا چاہئے۔،،

ہم میز کے گرد بیٹھ گئے اور زومپانے اپنی بات جاری رکھی۔

،، پاپائے روم اور حکومت کے درمیان صلح کے بعد، پادری نے ہمیں بتایا کہ اب ایک نیا عہد شروع ہوگا جو کسانوں کے لئے بھی ہوگا۔ اس نے کہا کہ بابائے روم کو یسوع مسیح سے بہت سی برکات ملی ہیں جن کی کھانوں کو ضرورت ہے۔ اس رات میں نے خواب دیکھا کہ پاپائے روم صلیب یسوع سے باتیں کر رہے ہیں۔

یسوع نے کہا، اس صلح کا جشن منانے کے لئے بہتر تو یہ ہوگا کہ فوچینو کی زمین ان کسانوں میں بانٹ دی جائے جو اس پر کھیتی باڑی کرتے ہیں، جو پہاڑوں پر رہتے ہیں اور جن کے پاس اپنی کوئی زمین نہیں۔،، پاپائے اعظم نے جواب دیا:،، مگر میرے آقا، شہزادہ تو رلو نیا کبھی اس کی اجازت نہ دے گا۔ اور شہزادہ نیک عیسائی ہے۔،، یسوع نے کہا:،، کم سے کم یہ تو اچھا خیال ہے کہ کسانوں پر محصول معاف کر دیا جائے۔،، پاپائے اعظم نے جواب،، اے خداوند، سرکار اس کو پسند نہیں کرے گی اور سرکار کے افسران نیک عیسائی ہیں۔ یسوع نے کہا، اس صلح کا جشن منانے کے لئے اس سال فصل اچھی کروا دیتے ہیں، خاص طور پر کسانوں اور چھوٹے چھوٹے زمیں داروں کے ہاں۔،، پاپائے اعظم نے جواب دیا،، اے آقا، اگر فصل اچھی ہوگئی تو قیمتیں کم ہو جائیں گی اور بہت سے تاجروں کا دیوالیہ نکل جائے گا۔ اور ان لوگوں پر آپکی توجہ کی ضرورت ہے، اس لئے کہ یہ بھی نیک عیسائی ہیں۔،،

یسوع پر بہت اداسی طاری ہوگئی کہ کسی نہ کسی نیک عیسائی کو نقصان پہنچائے بغیر کسانوں کے لئے کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

پھر پاپائے اعظم نے یسوع کے سامنے ایک تجویز پیش کی۔،، اے آقا، چلیئے ہم وہاں

Masha Books.com

چلتے ہیں۔شاید ہم کسانوں کے لئے کوئی ایسا کام کرسکیں جوشہزادہ تو رلونیا یا سرکار یا امیروں کو نقصان نہ پہنچائے۔،،

مصالحب کی رات یسوع مسیح اور پاپائے روم فوچینو اور مارسیکا کے تمام گاؤں میں آئے۔ سب سے پہلے یسوع مسیح کاندھوں پر تھیلا اٹھائے ہوئے آئے۔ پیچھے پیچھے پاپائے روم،اوران کو اجازت تھی کہ تھیلے میں سے کوئی چیز بھی نکال لیں جوان کے خیال میں کسانوں کو فائدہ پہنچا سکتی تھی۔

دونوں ملکوتی مسافروں نے ہر گاؤں میں ایک ہی منظر دیکھا،اور اس کے سوا دیکھنے کے لئے تھا بھی کیا؟ کسان فریاد کررہے تھے،گالیاں بک رہے تھے،لڑ رہے تھے اور انہیں پتہ نہیں تھا کہ کیا پہنیں،کیا کھائیں۔ پاپائے روم کو لگا کہ ان کا دل شدت غم سے پھٹ جائے گا،اور انہوں نے تھیلے میں سے جوؤں کی ایک نئی قسم کا دل نکالا اور انہیں یہ کہہ کر غریبوں کے گھر بھیج دیا،، یہ لو،میرے پیارے بچو اور خوب کھجاؤ۔جس وقت تم پر نفرت کا غلبہ ہوگا تو کوئی چیز تو ایسی ہوگی جو گناہ کی طرف سے تمہارا دھیان ہٹائے گی۔،،

یہ تھا مشیل زومپا کا خواب۔لیکن خواب کی تعبیر بتانے کا ہر ایک کا طریقہ الگ ہوتا ہے۔کچھ لوگ خوابوں سے کھیلتے ہیں۔ کچھ کو ان میں مستقبل نظر آتا ہے۔میرے خیال میں تو خواب اس لئے ہوتے ہیں کہ نیند کو گہرا کردیں۔مگر ماری ایٹا سور کا نیرا بڑی خوش مقیدہ عورت تھی،وہ اس طرح نہیں سمجھتی تھی،اور وہ ٹھنڈی سانسیں بھرنے اور ماتم کرنے لگی:

،،یہ سچ ہے۔ہمارے گناہوں کی کون فکر کرے گا اگر پاپائے روم نے ہمارے لئے دعائے مغفرت نہ کی؟ کون ہمیں جہنم سے بچائے گا؟۔

دیر ہوگئی تھی اور ہم گھر واپس جانا چاہتے تھے۔عین اسی وقت،اچانک مجھے سارے دن کی تھکن محسوس ہونے لگی۔میں اس فضول بکواس میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں؟

مگر کاویلیر پیلینو نے ماری ایٹا کی بات کا غلط مطلب نکالا۔

،،تم لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہو!،، وہ چابک زومپا اور ماری ایٹا کے سامنے لہرا کر چیخنے لگا۔،،تم اعلیٰ حکام کا مذاق اڑا رہے ہو! تم کلیسا اور حکومت کا مذاق اڑا رہے ہو!،،اور اس نے اسی لہجے میں اور بہت سی باتیں کہیں جن کا مطلب کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

،،حکومت تمہیں ٹھیک کردے گی!،، وہ چیخا۔،،حکومت تمہیں سزا دے گی۔اعلیٰ حکام تم سے

نپٹ لیں گے!،،

ہم اس امید میں تھے کہ وہ ذرا دیر بعد چپ ہو جائے گا اور ہمیں گھر جانے دے گا۔ مگر وہ بولتا گیا۔

،،تم جانتے نہیں ہو کہ میں اگر تمہاری رپورٹ کر دوں تو تمہیں دس سال سے کم کی قید نہیں ہوگی،،اس نے زومپا کو مخاطب کر کے کہا۔،،تم کو معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے ابھی کم کہہ دینے پر لوگ برسوں کی سزائیں کاٹ رہے ہیں؟ تم کس دنیا میں رہتے ہو؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حکم کون دیتا ہے؟ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ مالک کون ہے؟،،

وہ بھیگے ہوئے مرغے کی طرح جھنجھلایا ہوا تھا۔ زومپا اپنے ٹھنڈے پائپ کا ایک سرا چباتا رہا۔ پھر اس نے فرش پر تھوکا اور بڑے تحمل سے جواب دیا۔،،دیکھو،،اس نے کہا۔،،شہر میں بہت سی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ شہر میں روز کچھ نہ کچھ ہوتا ہے لوگ بتاتے ہیں کہ ایک اخبار آتا ہے اور بتاتا ہے کہ آج کیا ہوا۔ ایک سال میں سوچو کتنی بہت سی باتیں ہوئی ہیں؟ سینکڑوں، ہزاروں! ایک غریب کسان حقیر کیڑا بھلا یہ سب باتیں کیسے جان سکتا ہے؟ نہیں جان سکتا۔ خبریں ایک چیز ہیں، مالک اور چیز۔ خبریں روز بدل جاتی ہے۔ مالک ہمیشہ وہی رہتے ہیں۔،،

اور نظام مراتب؟،،اجنبی نے پوچھا۔

لیکن فوراً ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس موٹے سے لفظ کا کیا مطلب ہے۔ شہر والے کو کئی بار یہ لفظ دہرانا پڑا۔

مشیل نے بڑے تحمل سے اسے ہمارا خیال بتایا:

،،پھر اس کے محافظ۔

،،اس کے بعد اس کے محافظوں کے کتے۔

،،پھر کچھ نہیں۔

،،پھر اور کچھ نہیں۔

،،پھر اور بھی کچھ نہیں۔

،،اس کے بعد آتے ہیں کسان۔

،،اور بس۔،،

،،مگر تم نے حکام کو کہاں رکھا؟،،اجنبی نے اور ناراض ہوتے ہوئے پوچھا۔

MashalBooks.com

،، حکام تیسرے اور چوتھے درجے کے بیچ میں کہیں ہیں،، یونزیو پلاتو نے کہا۔،، اپنی تنخواہوں کے حساب سے۔ چوتھا درجہ، کتوں کا درجہ، بہت اہم ہے۔ ہم سب جانتے ہیں۔

کیویلئیر پیلینو اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس نے ہم سے کہا: ،، میں وعدہ کرتا ہوں، تم بہت جلد میرا جواب سنو گے۔،،

وہ سائیکل پر بیٹھا اور روانہ ہو گیا۔

مگر اس نے جو کہا ہم نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔

ہم نے شب بخیر کہا اور اپنے گھروں کو چل دیے۔ میں سینٹ انتھونی کے راستے پر سے ٹٹولتا ہوا گھر جا رہا تھا کہ میں نے شیشے کے ٹوٹنے اور کنکر کی آواز سنی۔ میں نے فوراً ہی راستے پر موجود شخص کو پہچان لیا کیوں کہ وہ بہت لمبا تھا۔ یسوع مسیح کے نام پر تم آخر کیا کر رہے ہو؟،، میں نے اور چیخ کر کہا۔

،، اگر روشنی نہ دیں تو لیمپ کس کام کے؟،،

میں گھر جا کر ٹھنڈے سوپ کو نگلنے میں مشغول ہو گیا، اور برادو لیمپ توڑتا رہا۔

MashalBooks.com

2

اگلے دن صبح سویرے ہی سے فونتامارا میں ہنگامہ برپا تھا۔ گاؤں میں داخل ہوتے ہی پتھروں کی ڈھیری تلے، گندہ اور میلا سا ایک چشمہ ہے چند قدم چلنے کے بعد پانی ایک گڑھے میں گر کر غائب ہو جاتا ہے اور پہاڑی کے دامن میں ندی بن کر نکلتا ہے وادی تک آتے آتے یہ ندی کئی بار رخ بدلتی ہے۔ اسی میں سے فونتامارا کے کسان ہمیشہ سے ان چند ایک کھیتوں کے لئے پانی لیتے آئے ہیں جو گاؤں کی واحد دولت ہیں۔ ہر بار موسم گرما میں اس پانی کی تقسیم پر بڑی تند و تلخ بحثیں ہوتی ہیں۔ خشک سالی میں تو چھرا گھونپنے کی ایک آدھ واردات بھی ہو جاتی ہے۔ مگر اس سے پانی کی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

گرمی کے موسم میں یہ ہمارے ہاں کا دستور ہے کہ مرد ساڑھے تین چار بجے اٹھ جاتے ہیں جب کہ ابھی اندھیرا ہی ہوتا ہے، ایک جام پی کر گدھے پر بوجھ لادتے ہیں اور چپ چاپ وادی کی طرف چل پڑتے ہیں۔ اس خیال سے کہ وقت بچ جائے اور وہ دن چڑھنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں، وہ ناشتہ بھی راستے میں کرتے ہیں۔ یہ ناشتہ روٹی کے ایک ٹکڑے، اور اس کے ساتھ پیاز یا مرچ یا پھر تھوڑی سی پنیر پر مشتمل ہوتا ہے۔

جون کی دوسری تاریخ کو پہاڑی پر سے جانے والے کسانوں کی آخری ٹولی کو چند مزدور ملے جو کدال پھاوڑے لئے چلے جا رہے تھے کہ پانی کا رخ بدل دیں (انہوں نے یہی بتایا) کہ

اس معمولی سی ندی کو ان کھیتوں اور جراگاہوں سے ہٹا دیں جن کو وہ اس وقت سے سیراب کرتی آ رہی تھی، اور اسے ایک اور راستے پر ڈال دیں کہ وہ بعض تاکستانوں کے پاس سے گزرے اور انجام کار اس قطعہ زمین دار، ڈون کارلو میگنل کا تھا۔ یہ شخص اس علاقے کے قدیم ترین خاندانوں میں سے ایک کا فرد تھا، ایسا خاندان جو اس کی وجہ سے تباہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اسے ڈون کارلو میگنا اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ جب کوئی اس کے بارے میں پوچھتا ہے تو خادمہ ہمیشہ یہی جواب دیتی ہے کہ ڈون کارلو؟ میگنا، وہ تو کھانا کھا رہے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو بیگم صاحبہ سے بات کر لیں۔ اس گھر میں اس کی بیوی ہی سارا انتظام سنبھالتی ہے۔

پہلے پہل ہم سمجھے کے مزدور ہمارا مذاق اڑانا چاہ رہے ہیں۔ شہر کے لوگ (سب تو نہیں، مگر آوارہ ٹولیاں جو عام طور پر گھومتی رہتی ہیں) ہمارا مذاق اڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں، دیتے۔ ہمارے ساتھ جتنے مذاق انہوں نے کیے ہیں، سب کا ذکر کرنے میں ہفتہ بھر لگ جائے گا۔ مگر پھر بھی آپ کے اندازے کے لئے، پادری اور گدھے والا واقعہ حاضر ہے۔

فونتامارا میں چالیس برس سے کوئی پادری نہیں ہے۔ گرجا کی آمدنی نہیں ہے، کہ پادری کے اخراجات کی متحمل ہو سے، اور گرجا گھر صرف خاص تہوار کے موقع پر کھلتا ہے جب شہر سے پادری آتا ہے کہ انجیل پڑھے اور وعظ سنائے۔ دو سال پہلے ہم نے علاقے کے اسقف کے پاس درخواست بھیجی کہ ہمیں ایک مستقل پادری دیا جائے۔ کسی کو زیادہ آسرا نہیں تھا، پھر بھی درخواست بھیج دی گئی۔ چند دن بعد ہمیں بتایا گیا کہ ہماری توقعات کے برخلاف، اسقف نے ہماری درخواست قبول کر لی ہے اور ہمیں نئے پادری صاحب کی آمد کے لئے تیاریاں کرنی چاہئیں۔ ظاہر ہے کہ ہم سے جو بن سکا ہم نے بڑھ چڑھ کر کیا۔ ہم غریب ضرور ہیں مگر جانتے ہیں کہ کام کیسے ہونا چاہئے۔ گرجا گھر کو صاف کیا گیا۔ گاؤں تک آنے والی سڑک کو پھر سے بنایا گیا اور بعض جگہوں سے جوڑا بھی کیا گیا۔ گاؤں میں جہاں داخل ہوتے ہیڈ وہاں آرائشی محراب تھی جس پر پھول پتے بنے ہوے تھے۔ گھروں کے دروازوں پر سبز شاخیں سجائی گئی تھیں۔ آخر کار جس دن پادری کو آنا تھا سارا گاؤں ان کے استقبال کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ کوئی پندرہ منٹ چلنے کے بعد ہمیں ایک عجیب و غریب ٹولی آتی ہوئی ملی ہمیں ان میں کوئی افسران یا پادری تو نظر نہ آئے۔۔۔ لونڈے لیاڑے ہی تھے۔ ہم ایک جلوس کی شکل میں تھے اور سان روکو کے نشان تلے، مقدس گیت گاتے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ بوڑھے لوگ جنرل بالڈی سیرا

کے ساتھ آگے آگے تھے اور اسے خیر مقدمی تقریر کرنا تھی، عورتیں اور بچے پیچھے پیچھے تھے۔ جب ہم شہر والوں کے نزدیک پہنچے تو پادری کے استقبال میں سڑک کے ایک طرف قطار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ جنرل بالڈی سیرا آگے گیا، ٹوپی ہلاتا ہوا اور نعرے لگاتا ہوا:

،،یسوع مسیح زندہ باد! حضرت مریم زندہ باد! کلیسا زندہ باد! عین اسی وقت شہر والوں کی ٹولی پھیل گئی اور اس میں سے لاتیں اور پتھر کھاتا ہوا نیا پادری نکلا۔۔ جو اصل میں ایک بوڑھا تھا جس پر پادری کے لباس کا جیسا کاغذ چپکا دیا گیا تھا۔

ایسے مذاق بھول جانا آسان نہیں ہے، چاہے شہر والے، جن کے پاس کرنے کو کچھ اور نہیں ہے، روز روز نئے نئے مذاق سوچے جائیں۔ اسی لئے ہم یہ سمجھے کہ یہ ندی والی بات بھی مذاق ہی ہے۔ حقیقت میں تو یہ حد ہی، ہو جاتی اگر انسان کے مذاق خدا کی تخلیق کو الٹ کر رکھ دیں، جیسے سورج کا راستہ، ہوا اور پانی کا بہاؤ۔ وہ ساری چیزیں جن کو خدا نے متعین کیا۔ یہ تو ایسی بات تھی کہ کوئی ہمیں یہ بتاتا کہ گدھے اڑنے لگے ہیں یا یہ کہ تورلرنیا شہزادہ نہیں رہا یا یہ کہ کسان اب بھوکے نہیں رہے۔ مختصراً یہ کہ خدا کا ابدی قانون، نہیں رہا۔

مگر مزدوروں نے بغیر کسی وضاحت کے، ندی کے لئے ایک نیا راستہ کھودنا شروع کر دیا۔ یہ مذاق کچھ زیادہ ہی ہو گیا۔ ایک کسان، پاپا سستو کا لڑکا۔ فونتامارا کی طرف یہ پکارتا ہوا بھاگا:

،، بھاگو، کچھ کرو اس کے لئے، جتنی جلدی ہو سکے پولیس کو بتانا پڑے گا اور میئر کو خبردار کرنا ہوگا!،،

گاؤں میں اس وقت کوئی فرد نہیں تھا۔ جون کے مہینے میں مردوں کے کرنے کے لئے کھیتوں میں بہت کام ہوتے ہیں۔ عورتوں کو جانا پڑے گا۔ عورتوں کے ساتھ یہ ہوا۔۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ہم کیسے لوگ ہیں۔ سورج چڑھ آیا تھا اور ہم ابھی نکلے بھی نہیں تھے۔ ہر ایک اس کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔ ساری عورتوں نے دہرایا کہ بات کیا تھی، دس دفعہ اس کا ذکر ہر اس شخص سے سنا جو ان کے دروازے کے سامنے سے گزرا۔ مگر چلنا کسی نے شروع نہیں کیا۔ میں رنگ ساز ایلویرا کے پاس تھا جیسا کہ ہر صبح کو ہوا کرتا ہوں۔

اس کی ماں کچھ عرصہ قبل فوت ہو چکی تھی اور اس کا باپ پتھروں کی کان کے حادثے کے بعد سے بے یار و مددگار تھا۔ میں اس بوڑھے کو نہلانے میں ایلویرا کی مدد کرتا تھا۔ وہ بڑبڑاتا اور گالیاں بکتا اور اپنی موت کی دعائیں مانگ رہا تھا جس پر اس کی بیٹی پریشان ہوئی جا رہی تھی۔

MashalBooks.com

جب ہم نے اسے مزدوروں کے بارے میں بتایا تو اس نے یقین ہی نہیں کیا۔مختصر یہ کہ کسی کو وہاں جا کر دیکھنے کا خیال ہی نہ آیا۔وہ اپنے آپ کو گھر بار سے الگ ہی نہیں کر سکتے تھے۔کچھ کے بچے تھے، کچھ کے سور، بکریاں اور مرغیاں اور کچھ کو کپڑے دھونے تھے۔اپنے اپنے دھندوں سے لوگ نکل ہی نہ سکے۔پھر ماری ایٹا سامنے آئی اس لئے کہ بقول اس کے، وہ اعلیٰ حکام سے نبٹنا جانتی ہے، اس نے اپنے ساتھ جانے کے لئے ایک اور عورت جو پیٹ سے تھی، حالانکہ اس کا شوہر دس برس سے امریکہ میں تھا۔اب یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ اس نے اتنی دور سے بیٹھے بیٹھے کام کر دکھایا تھا۔

،،یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہم اتنے اہم موقعے پر فونتا مارا کی نمائندگی ان عورتوں کو کرنے دیں جن میں سے دو تو رنڈیاں ہیں اور مشیل کی بیوی نے پریشان ہو کر کہا۔

،،تم جاؤ، ماتالے،،ایلویرا نے مجھ سے کہا۔،،ہمیں وہاں اچھا تاثر چھوڑ کر آنا چاہئے۔،،۔

ہم سب کے لئے بڑی شرم کی بات ہوتی اگر ماری ایٹا اور وہ دوسری ہماری نمائندگی کرنے کے لئے وہاں پہنچ جاتیں۔لہذا ہم لیزا پیٹا لمونا اور ماریا گرازیا، سیامارو گا کے پیچھے چھپ گئی، جو کانا روز وکی بیٹی کے پیچھے جا چھپی، جو فلومینا اور کواٹرنا کے پیچھے چھپ گئی۔

ہم گرجا گھر کے سامنے اکٹھے ہو گئے اور چل پڑنے کو تیار تھے کہ پلاتو کی بیوی طیش میں آ گئی کیوں کہ ہم نے اس سے ساتھ چلنے کو نہیں کہا تھا۔

،،تم تو چاہتے ہی نہیں تھے کہ ہمیں بھی اس کے بارے میں پتہ چلے!،،وہ چیخنے لگی۔،، ہمارے بل بوتے پر اپنی دکان چمکانا چاہتے ہو، تمہارے خیال میں کیا میرے شوہر کی زمینوں کو پانی کی ضرورت نہیں ہے؟،،

ہمیں انتظار کرنا پڑا کہ وہ بھی تیار ہو کر آ جائے۔مگر جلدی کرنے کے بجائے وہ جا کر کاستانا ،ریچو یتا، گیودتا اسکارپون اور فورنارا کو بلا لائی اور ان کو بھی رضامند کر لیا کہ ہمارے ساتھ شہر چلیں۔لوڑھی فوسینا بھی ساتھ چلنا چاہتی تھی، وہی جس کا شوہر بیس برس سے جیل میں ہے۔مگر ہم نے کہا:

،،تم کس لئے آ رہی ہو؟ تمہارے شوہر کو اپنی زمین کے لئے کوئی پانی نہیں چاہئے۔

،،اور اگر اسے چھوڑ دیا گیا؟،،اس نے ہم سے پوچھا۔

،،تم بیس برس سے انتظار کر رہی ہو اور وہ ابھی تک تو آیا نہیں،،ہم نے اس سے کہا۔،،اور

اگر آ بھی گیا تو اسے زمین خریدنے کے پیسے کون دے گا؟،،

''صاف صاف کہہ کیوں نہیں دیتے؟ میں تمہارے ساتھ چلی تو تمہیں شرمندگی ہوگی!''بوڑی عورت نے طعنہ دیا۔اور وہ گھر میں واپس چلی گئی کہ ہم اسے روتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔

وہاں ہم پندرہ عورتیں جمع تھیں جو جانے کے لئے تیار تھیں۔لیکن ہمیں بالڈی سیرا کی دکان کے آگے مزید انتظار کرنا پڑا جہاں ماری ایٹا اپنے بال گھنگھریالے کروا رہی تھی۔آخر کار وہ اپنا بہترین لباس پہنے ہوئے براجمان ہوئی۔۔۔نیا ایپرن موتیوں کا ہار۔اور وہ احمقانہ تمغہ جس پر کسی مردہ سورما کی تصویر بنی ہوئی تھی۔چنانچہ سورج خوب اونچا ہو چکا تھا جب ہم گاؤں سے نکلے گرمی اس قدر تھی کہ طبیعت بگڑ جائے۔اس وقت تو گاؤں کے آوارہ کتے بھی کہیں اندر دبکے ہوئے تھے۔ہر طرف ہر جگہ دھول اڑ رہی تھی۔

جب مزدوروں نے ہمیں شہر کی طرف جاتے دیکھا۔،چیختے چلاتے۔اور دھول میں اٹا اٹ،تو وہ ڈر گئے اور تاکستانوں میں گھس کر بھاگ نکلے۔

لموں نے تجویز پیش کی کہ ہم فوراً واپس چلے جائیں کیوں کہ ہم جو کرنا چاہتے تھے وہ مقصد پورا ہو گیا۔مگر ماری ایٹا، نئے ایپرن اور گھنگھریالے بالوں والی، کہنے لگی کہ ہمیں شہر تو جانا ہی پڑے گا کیوں کہ مزدور وہاں سے ملنے والے حکامات پر عمل کر رہے تھے،کوئی مذاق تو کر نہیں رہے تھے۔اسے معلوم تھا کہ افسران بالا کس طرح کام کرتے ہیں۔

ہم بحث کر رہے تھے کہ کیا کریں اور واپس جانے کا فیصلہ کر رہے تھے تو ماری ایٹا نے یہ کہہ کر تمام بحث کو ختم کر دیا:

،،اگر تم لوگوں کو ڈر لگ رہا ہے تو ہم دونوں چلی جائیں گی۔''اور وہ اس عورت کے پیچھے کھڑی ہو گئی جو اس کی جیسی تھی۔

''یہ تو نہیں ہو سکتا کہ ہم اتنے اہم موقع پر فونتامارا کی نمائندگی ان عورتوں کو کرنے دیں جو آخر کو دونوں رنڈیاں ہیں''ہم نے کہا اور پھر اپنی ان رہنماؤں کے پیچھے چل پڑے، کھلی سڑک بھٹی کی تپ رہی تھی۔ہم یوں زبانیں لٹکائے چل رہے تھے جیسے بھیڑوں کا گلہ ہو۔پھر بھی خدا معلوم ہم میں سے بعض کے پاس شکایت کرنے کی طاقت کہاں سے آ گئی۔

ہم ایک لمحے کو دھوپ سے ہٹ کر آرام کرنے کے لئے قبرستان کی دیوار کے پاس رک گئے۔دیوار کے ساتھ ساتھ ان کسانوں کی قبریں تھیں جو امریکہ جا کر دولت مند ہو گئے تھے۔ان

کو اتنی دولت تو نہ ملی کہ مکان اور زمین خرید لیں، مگر اتنی ضرور مل گئی کہ اعلیٰ درجہ کی قبر بنوالیں۔ چھاؤں میں بھی سانس نہ لیا جا رہا تھا۔

بارہ بجے تک ہم شہر پہنچ پائے۔ سڑک کی دھول مٹی نے ہمارے چہروں کو اس قدر سفید کر دیا تھا جیسے ہم آٹے کی چکی میں سے آ رہے ہوں، اور شہر کے بہت سے لوگ ڈر گئے جس وقت ہم چوک میں نمودار ہوئے۔ ہماری آمد کوئی تسلی بخش منظر تو نہ رہی ہوگی۔ تاجر اپنی دکانوں سے باہر نکل آئے اور جلدی جلدی دکانیں بند کرنے لگے۔ پھلوں کے آڑھتی سر پر ٹوکرے رکھے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کھڑکیاں اور بالکنیاں حیران پریشان چہروں سے بھر گئیں۔ اکا دکا سراسیمہ کلرک ٹاؤن ہال کی سیڑھیوں پر نمودار ہوئے۔ کیا وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم اس پر ہلہ بول دیں گی؟ اصل میں ہم گروہ کی صورت میں ٹاؤن ہال تک تو پہنچ گئے مگر ہمیں قطعاً اندازہ نہیں تھا کہ ان کے ذہنوں میں کیا ہے۔ اسی لمحہ پولیس کا کانسٹیبل ٹاؤن ہال کی ایک کھڑکی میں سے پکارنے لگا:

''انہیں اندر نہ آنے دینا! سارے ٹاؤن ہال کو جوؤں سے بھر دیں گی!''

اس کے ساتھ ہی ساری دہشت گویا جادو کے سے اثر سے غائب ہو گئی اور سب ہنسنے لگے۔ جو لوگ اس سے پہلے ڈر کے مارے کانپ رہے تھے، دہشت زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے، جنہوں نے دکانیں بند کر ڈالی تھیں، جو لوگ سروں پر ٹوکرے لاد کر بھاگ نکلے تھے ، سب واپس آ گئے کہ آ کر ہمارا مذاق اڑائیں۔ ہم ٹاؤن ہال کے دروازے کے سامنے سمٹ سے گئے۔ اپنی کامیابی پر خورسند ہو کر کانسٹیبل گلا پھاڑ پھاڑ کر فونتامارا اور وہاں کی جوؤں کے بارے میں بتانے لگا۔ سامنے کی بالکنی پر ایک شخص ہیٹ پکڑے ہوئے ہنس رہا تھا۔ گھڑی ساز، جس نے اب اپنی دکان کھول لی تھی، ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ دفتر کے کلرک اور منشی سیڑھیوں پر کھڑے تھے اور ٹھٹھے مار رہے تھے۔

اپنے پاس ہی کھڑی ہوئی عورتوں میں سے ایک سے میں نے پوچھا: ''تمہیں شرم تو نہیں آتی؟''

''کس لئے؟'' اس نے، ہنستے ہوئے پوچھا۔

''دوسروں کی مصیبت پر ہنسنے والوں کو شرم آنا چاہئے۔'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''مصیبت پر ہنسنا برا ہوتا ہے۔''

MashalBooks.com

مگر اس کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی۔

بہر حال، ہمیں نہیں معلوم تھا کہ کیا کرنا چاہئے۔ راستے میں ماری ایٹا نے کہا تھا کہ وہ سنبھال لے گی۔ مگر اتنے بہت سے لوگوں کی ہنسی سے وہ سٹپٹا گئی۔ اگر صرف کانسٹیبل ہوتا تو وہ اسے ترکی بہ ترکی جواب دیتی کہ اس نے اپنی نوجوانی میں بہت جوئیں دیکھی تھیں اور صرف دوسرے لوگوں پر ہی نہیں! مگر کہ سب شہر کے لوگ تھے۔ اور ہم شرمندہ ہو رہے تھے کہ ہم پسینے بھرے، مٹی سے اٹے اور پیاسے ہو رہے تھے۔ اور ٹاؤن ہال آنے کا یہ طریقہ تو نہیں ہوتا۔

ایک کلرک کو ہم پر کچھ رحم آ گیا اور اس نے پوچھا:

''کس کو ڈھونڈ رہی ہو؟ کس سے ملنے آئی ہو؟''

ماری ایٹا آگے آئی اور بولی:

''ہم عالی جناب میئر صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

سیڑھیوں پر کھڑے کلرکوں نے ہکا بکا ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بعض نے وہی سوال دہرایا:

''کس سے ملنا چاہتی ہو؟''

''ہم میئر سے ملنا چاہتے ہیں!'' ہم میں سے چار پانچ عورتیں بول اٹھیں۔ اب ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا جا رہا تھا۔

پھر وہ کلرک پاگلوں کی طرح ہنسنے لگے۔ وہ چیخ چیخ کر ہمارے جواب کو دہرا رہے تھے۔'' سن لیا بھئی؟ یہ لوگ میئر سے بات کرنے کے لئے آئی ہیں!'' اور ان کی ہنسی جوک سے لے کر کھڑکیوں تک، کھڑکیوں سے بالکنیوں تک اور بالکنیوں سے لے کر آس پاس کے گھروں میں کھانے والے کمروں میں گونجنے لگی۔ دوپہر کا وقت ہو رہا تھا، اس لئے بیویاں شوہروں کو بلانے لگیں کہ اسپیگٹی چولہے پر چڑھی ہوئی ہے۔ بہت سے کلرک عجلت میں ٹاؤن ہال سے باہر نکلنے لگے اور ان میں سے ایک نے دروازہ بھی بند کر دیا۔ جانے سے پہلے، ان میں سے جو کلرک سب سے کم گستاخ معلوم ہو رہا تھا، ہم سے کہنے لگا:

کیا واقعی میئر صاحب سے ملنا چاہتی ہو؟ یہاں ٹھہر کر اس کا انتظار کرو تمہیں اس کے لیے خاصا انتظار کرنا پڑے گا۔ یہ تو کافی دیر کے بعد ہمیں پتہ چلا کہ اس جملے کا مطلب کیا تھا۔ اس لمحے ہماری توجہ چوک کے ایک کونے میں نصب فوارے کی طرف ہو گئی۔ دھوپ اور دھول نے ہم

MashalBooks.com

سب کے حلق خشک کر دیے تھے۔ کدو، آلو کے چھلکے اور باورچی خانوں کی گندگی فوارے کے نیچے حوض میں تیر رہی تھی۔ سارا حوض سوپ کا پیالہ معلوم ہو رہا تھا۔ ہم لڑنے لگے کہ پہلے کون پانی پیئے گا۔ ہم سب پیاسے تھے، مگر سب ایک ساتھ تو پانی نہیں پی سکتے تھے۔ ماری ایٹا کا بہانہ کہ وہ بے ہوش ہونے والی ہے کسی نے نہ مانا بڑی آپا دھاپی کے بعد آخر ایک ترتیب سی بن گئی۔ ہم میں سے کئی نے پانی پیا، اور پھر اس لڑکی کی باری آتی جس کے ہونٹوں پر چھالے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ وہ آخر میں پیے، مگر اس نے فوارے کا کنارہ پکڑ لیا اور اپنی باری چھوڑنے پر تیار ہی نہ ہوئی۔ اب ماری ایٹا کو پینا تھا، مگر اچانک پانی ختم ہو گیا۔

شاید پانی کے بہاؤ میں ایک لمحے کی رکاوٹ آئی تھی۔ ہم نے پانی کے دوبارہ آنے کا انتظار کیا۔ مگر پانی نہیں آیا۔ فوارہ بند ہو چکا تھا۔ ہم واپس جانے والے تھے کہ پانی کی آواز آئی۔ اچانک ہی پانی واپس آ گیا تھا۔ پھر ایک اور بحث چھڑ گئی۔ بعض عورتوں نے ایک دوسرے کے بال نوچ ڈالے۔ ایک بار پھر ترتیب قائم کی گئی۔ پانی پھر بند ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ پانی اس طرح سے کیوں کر رہا تھا۔ فونتا مارا کے پاس لگے فوارے میں تو کبھی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ چوک کے دوسرے طرف کانسٹیبل اور گھڑی ساز ہمیں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

شاید یہ عجیب سا لگے کہ میں یہ سب بتانے میں وقت ضائع کر رہی ہوں، کیونکہ بعد میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتیں ہوئیں۔ مگر میں بھول نہیں سکتی کہ پانی کیسے ہم تک آتے آتے غائب ہو جاتا۔ یوں ہو رہا تھا: جب پانی نہ ہوتا ہم فوارے کے پاس سے چلے جاتے، اور ہم چلے جاتے تو پانی آنے لگتا۔ تین چار دفعہ ایسا ہوا۔ ہم لوٹ کر آئے تو پانی بند ہو گیا، ہم چلے گئے تو پانی پھر بہنے لگا۔ ہم پیاس سے مرے جا رہے تھے اور پانی پی نہیں سکتے تھے، ہم پانی کو بس دور سے دیکھ سکتے تھے۔ ہم پاس آتے تو غائب ہو جاتا۔

پانی ایک اور دفعہ ہمارے آتے آتے بند ہو گیا تو پولیس کے دس بارہ سپاہی آئے ہمیں گھیرے میں لے لیا اور بہت ناگوار لہجے میں پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے۔

''ہمیں میئر سے ملنا ہے''۔ ہم نے جواب دیا۔

ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے طور پر شکایت بیان کی، کیوں کہ اس طرح تنگ کر کے وہ ہماری محرومی میں اضافہ کر رہے تھے۔

''وہ ہمارا پانی چرا رہے ہیں۔''

MashalBooks.com

''ایسا گھور ظلم تو کبھی نہ دیکھا تھا۔ حد ہوگئی!''

ہم زمین کو ملنے والے پانی کی جگہ خون بہادیں گے۔''

''انصاف نہیں ملے گا تو ہم خود اپنے ہاتھوں سے انصاف کریں گے۔''

میئر کہاں ہے؟

''میئر!'' پولیس کا سربراہ چیخ اٹھا۔ ''تمہیں نہیں پتہ کہ اب میئر نہیں ہوا کرتے؟ اب میئر کے بجائے ''پودیستا'' ہوا کرتا ہے۔''

ہمارے لئے اس سے کیا فرق پڑا تھا کہ شہر کے حاکم اعلیٰ کو اب کس نام سے پکارتے ہیں۔ مگر ان پڑھے لکھے لوگوں کے لئے بڑا فرق پڑتا ہوگا۔ ورنہ وہ کلرک اس زور زور سے تو نہ ہنستے جب ہم نے کہا تھا کہ میئر سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ اور پولیس کے سربراہ کو اس قدر غصہ نہ آیا ہوتا۔ پڑھے لکھے لوگ بھی بہت اصولوں کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ الفاظ کی وجہ سے طیش میں آجاتے ہیں۔

پولیس کے سربراہ نے چار سپاہیوں سے کہا کہ ہمیں پودیستا کے پاس لے جائیں۔ دو سپاہی ہمارے آگے چلے اور دو پیچھے۔ شہر کے سارے آوارہ لڑکے یہ تماشا دیکھ رہے تھے، توہین آمیز اشارے کررہے تھے۔ شہر کے دکانداروں کو تو ہمیشہ کسانوں کا مذاق اڑا کر مزا آتا ہے۔ ہم یہ اندازہ لگا کر اور پریشان ہوگئے کہ ماری ایٹا وہاں ایک خاص قسم کی شہرت رکھتی ہے۔ بات اس وقت اور بگڑ گئی جب وہ اسی طرح گالیوں کا جواب گالیوں سے دینے لگی۔ ماریا گرازیا تو بے ہوش ہونے لگی۔ کیمونا نے اور میں نے اسے سہارا دیا کہ وہ چلتی رہے۔

''اے یسوع'' ہم نے پکارا۔ ''ہم نے اوروں سے زیادہ اور کون سے گناہ کیے ہیں جن کی ہمیں یہ سزا مل رہی ہے۔''

دو سپاہی آگے اور دو سپاہی پیچھے۔ ان کے ساتھ تو ہم قیدیوں کی طرح تھے۔ ''ماتالے''!، لیمونا نے مجھ سے کہا۔ ''چلو فونتا مارا واپس چلیں۔ ہم یہاں کیا کرسکتے ہیں، ماتالے؟ یہ تو پاگل پن ہے!''

پولیس کے سپاہی ہمیں لے کر بڑی سڑک سے ہوتے ہوئے کئی گلیوں سے گذرے۔ ہم سابق میئر، ڈون سرکوستانزا کے گھر کے پھس سے گزرے، مگر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ سپاہی چلتے ہی رہے۔ ہم یہ جان کر حیران رہ گئے کہ ڈون سرکوستانزا اب شہر کے سربراہ نہیں رہے۔ ہم سمجھے کہ

شاید وہ ہمیں ڈون کارلومیگنا کے ہاں لے جارہے ہیں۔مگر وہ ہاں سے بھی رکے بغیر گزر گئے۔جلد ہی ہم شہر کے باہر چراگاہوں میں پہنچ گئے۔شہر کے سڑک پر دھول اڑ رہی تھی۔

ہم نے آپس میں کہا:''یہ سپاہی ہمارے ساتھ مذاق کررہے ہیں۔ڈون سرکوستانزا کے علاوہ بھلا کوئی اور شہر کا سربراہ ہوسکتا ہے؟''

مزدوروں کے گروہ درختوں کی چھاؤں میں دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے، اور بعض اپنی جیکٹ سر کے نیچے کی طرح گول کیے، منہ پر ہیٹ رکھے آرام کررہے تھے۔سپاہیوں نے اپنی بدمزاجی پر پردہ ڈالنے کی کوشش بھی نہ کی ان میں سے ایک پھٹ پڑا:

''تم لوگ عین کھانے کے وقت کیوں آگئیں؟ ذرا دیر بعد نہیں آسکتی تھیں''

''ہم نیک عیسائی نہیں ہیں کیا؟''ہم نے جواب دیا۔

''تم کسان ہو''انہوں نے جواب دیا۔''تم لوگ تو پیدا ہی مصیبتیں جھیلنے کے لئے ہوئے تھے۔

''ہم نے تم سے زیادہ کون سے گناہ کیے ہیں؟ گھر پر تمہاری ماں بہنیں نہیں ہیں؟ ہم سے اس طرح کیوں بات کرتے ہو؟اس لئے کہ ہمارے پاس مہنگے کپڑے نہیں ہیں''

''یہ بات نہیں۔بات یہ ہے کہ تم لوگ کسان ہو اور پیدا ہی مصیبتیں جھیلنے کے لئے ہوئے ہو۔''

جس راستے پر سپاہی ہمیں لے جارہے تھے، تعمیراتی سامان سے بھرا ہوا تھا اینٹیں، اوزار، سیمنٹ کی بوریاں، ریت اور لوہے کے ڈسانچے۔۔۔اور ہمیں ساتھ چلنے میں مشکل ہورہی تھی۔ اس طرح چلتے ہوئے ہم ایک نئے بنگلے کے پھاٹک تک آپہنچے جس کا مالک روم کا رہنے والا تھا اور آس پاس کے دیہات میں، ٹھیکے دار کہلاتا تھا بنگلہ رنگ برنگ جھنڈوں اور کاغذی لالٹینوں سے سجا ہوا تھا، گویا کہ تہوار کی تیاری ہو۔صحن میں ہم نے تھکی ماندی عورتوں کو جھاڑو دیتے اور قالینوں کو جھٹکتے ہوئے دیکھا۔سپاہی بنگلے کے پھاٹک کے سامنے رک گئے۔ہم میں سے کوئی بھی اپنی حیرت پر قابو نہ رکھ سکا۔

''کیا، اس لٹیرے کو شہر کا حاکم بنادیا! اس پردیسی کو!''

''کل سے بنایا ہے''سپاہی نے بتایا۔''کل تار آیا ہے روم سے۔''

''ایک دفعہ اس قسم کا چکر شروع ہوجائے تو پھر پتہ نہیں چلتا کہ یہ سب رکے گا کب''میں

نے کہا۔

جب یہ ٹھیکدار تین برس پہلے ہمارے علاقے میں آیا تو کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ وہ ایک معمول گشتی کاروباری معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک عارضی سے ہوٹل میں کمرہ لے لیا۔ شروع اس نے اس طرح کیا کہ مئی کے مہینے میں سیب خریدنے لگا جب کہ وہ درختوں ہی پر ہوتے ہیں اور کسان کو نقد رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر وہ پیاز، مٹر، دال اور ٹماٹر بھی خیریدنے لگا۔ جو کچھ وہ خریدتا ردم بھجوا دیتا۔ اس کے بعد وہ سور پالنے لگا۔ پھر اس نے گھوڑوں کا کاربار شروع کر دیا۔ یعنی یہ کہ وہ ہر چیز میں ملوث تھا۔۔۔ مرغیاں، خرگوش، جانوروں کی کھالیں، سڑکوں کی تعمیر، زمین، اینٹیں اور ترکاریاں۔ وہ تمام میلوں اور مقامی ہاٹ بازاروں میں نظر آتا۔ اس کی موجودگی سے ایک نئی قسم کی گڑبڑ ہونے لگی۔ اصولی طور پر، پرانے زمین دار اسے حقارت سے دیکھتے اور اس کے ساتھ کاروبار کرنے سے انکار کر دیتے۔ مگر ٹھیکدار نے ایک ایک کر کے ان سب پر قابو پا لیا۔ کوئی بھی بڑا معاہدہ ایسا نہیں تھا جس میں اس کا ہاتھ نہ ہو۔ اس کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آیا؟ شک میں ڈوبے ہوئے پرانے زمین داروں نے سادہ لوحی سے پولیس میں شکایت کر دی کہ یہ جعلی نوٹ چھاپتا ہے۔ مگر اس کے پیسے جعلی نہیں تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ ٹھیکیدار کی پشت پناہی ایک بنک کر رہا ہے جو اس کو ساری رقم دے دیتا ہے۔

فونتامارا میں ہمیں اس دریافت کے بارے میں معلوم تھا اور کافی عرصے تک ہم اس کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ مگر جنرل بالڈی سیرا تک کو نہیں معلوم تھا کہ پوری بات کیا ہے۔ نا قابل فہم واقعات کے سلسلے کی یہ پہلی کڑی تھی۔ کچھ اپنے تجربے سے اور کچھ ان باتوں سے جو ہم نے سن رکھی تھیں، ہمیں یہ تو پتہ تھا کہ بنک اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں پیسے رکھے جائیں یا امریکا سے اٹلی بھیجے جائیں یا غیر ملکی سکے میں تبدیل کروائے جائیں۔ مگر بینک کو کاروبار سے کیا سروکار تھا؟ سور پالنا مکان بنانا، پوستیں فروخت کرنا یا اینٹیں بنانا۔۔۔ بنک کو بھلا ان سب باتوں سے کیا دلچسپی؟ اس ساری بات سے بہت سی عجیب باتیں چل نکلیں۔

اس شخص کے دیکھتے ہی دیکھتے مال دار ہو جاتے کا چرچا ہر زبان پر تھا اور اس کے بارے میں کسی نے کہا:

''ٹھیکیدار نے کہیں امریکہ دریافت کر لیا ہے یہی بات ہے۔''

کسی امریکہ پلٹ نے جواب دیا کہ ''امریکہ بہت دور ہے اور یہاں کی طرح نہیں ہے۔''

جن لوگوں نے ٹھیکے دار کو اس گفتگو کے بارے میں بتایا، ان سے ٹھیکے دار نے کہا کہ ''امریکہ ہر جگہ ہے۔ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہئیے کہ اسے دریافت کیسے کیا جاتا ہے۔''

''لیکن یہ کیسے ہو گیا کہ ایک پردیسی نے آ کر یہاں وہ کچھ ڈھونڈ نکالا جو یہاں ہم پیدا ہو کر بھی اس کے آنے سے پہلے نہیں دیکھ پائے تھے؟''

''امریکہ کام کرنے کے جذبے میں مضمر ہے''۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ ''جو سب سے زیادہ کام کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ غریب ہیں۔''

مذاق سے قطع نظر، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس نے ہمارے دیس میں ہی امریکہ ڈھونڈ نکالا تھا۔ اسے خاک سے کیمیا بنانے کا نسخہ مل گیا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اس نے مال وزر کے بدل اپنی روح شیطان کے ہاتھ گروی رکھ دی ہے، اور شاید وہ ٹھیک ہی کہتے تھے۔ بہر حال، تاجر کی ساکھ جعل سازی کے الزام کے بعض دو چند ہو گئی۔ وہ بینک کا گماشتہ تھا۔ اس کے قبضے میں تو پوری ٹکسال تھی۔ پرانے زمیں دار اس کے سامنے کانپنے لگے۔ اس کے باوجود، ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ میئر کا عہدہ (یا پودیستا، جو ہمارے لئے کچھ مختلف نہ تھا) اس کو کیوں کر مل گیا۔

صحن میں صفائی کرنے والی عورتوں نے جوں ہی ہمیں دیکھا، ٹھیکے دار کی بیوی روز الیا کو بلانے کے لئے بھاگیں۔ وہ بپھر گئی۔ وہ کافی عمر رسیدہ تھی اور شہر کی عورتوں کے کپڑے پہنتی تھی۔ اس کا سر گدھ کا جیسا تھا۔ کیوں کہ بہن دبلے پتلے جسم کے ایک سرے پر دھرا ہوا تھا۔

''چلو، دفع ہو جاؤ یہاں سے!'' وہ بدمزاجی سے ہم پر چیخنے لگی۔ ''کیا چاہئے تمہیں؟ ہم اپنے گھر میں بھی اپنی مرضی نہیں چلا سکتے؟ تمہیں نہیں معلوم کہ آج ہمارے ہاں دعوت ہے؟ نامزدگی کی ضیافت گھنٹہ بھر میں شروع ہونے والی ہے! تمہیں کسی نے نہیں بلایا! جاؤ یہاں سے! میرے شوہر گھر پر نہیں ہیں۔ اور جب وہ واپس آئیں گے تو ان کے پاس تمہارے لئے وقت نہیں ہوگا۔ ان سے ملنا چاہتے ہو تو جاؤ کہ اینٹوں کے بھٹے پر تلاش کرو۔''

''ہم انہیں اس لئے یہاں لے کر آئے'' ایک سپاہی معذرت پیش کرنے لگا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائیں، اس لئے سڑک کے بیچوں بیچ کھڑے رہے۔ دم گھٹا جا رہا تھا۔ دھول آنکھوں میں گھس رہی تھی اور کوئی ہمیں پہچان بھی نہیں سکتا تھا اس لئے کہ ہمارے بال اور کپڑے خاک میں اٹ گئے تھے اور ہمارے دانت، حلق اور سینے سب ریت سے بھر گئے تھے۔ ہم بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے۔

''سب تمہارا قصور ہے، منحوس کتیا!'' لیمونا'، ماری ایٹا پر بگڑنے لگی۔ یہاں سے صورت حال بڑی خراب ہوگئی۔ دو دو تین تین کی ٹولیاں بن گئیں اور سب ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ بونزیو کی بیوی مجھ سے الجھنے لگی۔

''تم مجھے یہاں گھسیٹ کر لائی ہو!'' وہ چلانے لگی۔'' میں کون سا آنا چاہتی تھی گھر میں بہتیرا کا مپڑا تھا۔ میرے پاس گھومنے پھرنے کے لئے وقت نہیں ہے، اور ایسے حلیے میں شہر کی سڑکوں پر گھومنا نہیں چاہتی۔''

''تم پاگل ہوگئی ہو؟ میں نے جواب دیا۔''تمہیں دھوپ تو نہیڈ لگ گئی؟

گیودتا اور کانا روزو کی بیٹی ایک دوسرے کے بال نوچنے لگیں اور لڑتے لڑتے زمین پر آ رہیں۔ ماریا گرازیا نے لڑکی مدرکی، مگر ریچوئلا اس پر کود پڑی اور سب کی سب زمین پر گرد و غبار کا ڈھیر بن گئیں۔ خوش قسمتی سے ان کی چیخیں ان دھکوں سے تیز تر تھیں جن کی زد میں سبھی آ رہے تھے۔ خاص طور پر ماری ایٹا جو مشیل کی بکوی اور لیمونا کے درمیان پھنس گئی تھی، ایسے چیخ رہی تھی کہ جیسے اسے ذبح کیا جا رہا ہے۔ مگر اس کے سب بال بکھرے تھے اور نیا اپیرن خراب ہوا تھا۔ بھٹی کے کارکنوں نے سب کو الگ کرایا مگر اس سے ہمارے حالات بہتر تو نہ ہوئے۔ دھوپ پیاس اور تھکن نے شرمندگی کے ساتھ مل کر ہمیں اس مقام تک پہنچا دیا تھا کہ آنسو نکلنے کو تیار تھے۔

''ہمیں اس چڑیل کے پیچھے نہیں آنا چاہئے تھا۔'' لیمونا نے ماری ایٹا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔''ٹھیکے دار کا پانی کے بہاؤ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم یہاں کس لئے آئے ہیں؟''

''وہ بڑا حاکم ہے'' ماری ایٹا چیخ اٹھی۔''بڑے حاکم ہی فیصلے کر سکتے ہیں۔''

''چلو ڈون کارلو میگنا کے گھر چلیں! زومپا کی بیوی نے تجویز پیش کی۔''جوندی کا رخ اس کی زمین کی طرف کیا جا رہا ہے تو یہ اس کی کرنی ہوگی''

ہم نے پھر اپنا سفر شروع کر دیا اور بے عزت اور خستہ حال چلتے رہے۔ ہم میں سے کچھ عورتیں تو رو ہی تھیں۔ کچھ عورتیں بلند آواز سے یوں بین کر رہی تھیں جیسے ماتم میں ہوں:''یہ کس نے کیا؟''

گھر پر اور باتیں سننی پڑیں گی''لیمونا نے کہا'' جب ہمارے شوہروں کو پتہ چلے گا کہ ہم کیا کرتے رہے ہیں تو وہ ہماری چمڑی ادھیڑ دیں گے۔''

''ہم یہاں کون سی تفریح کے لئے آئے ہیں۔''میں نے کہا۔''ہم یہاں اپنے خاندانوں

کی خاطر اپنی زمین کی خاطر آئے ہیں۔''

''وہ مار مار کے ہمارا حشر کر دیں گے۔'' لیمونا نے کہا اور رونے لگی۔ڈیمونا نے کہا اور رونے لگی ڈون کارلومیگنا کے پرانے گھر میں پھاٹک تھا جو گرجا گھر کے دروازے جتنا چوڑا اور اونچا تھا تا کہ فصل کے زمانے میں گاڑیاں جاسکیں،اور وسیع ڈیوڑھی تھی جس کا فرش پکا تھا۔چوں کہ ہم سب ایک ساتھ اندر نہیں جاسکتے تھے،اس لئے سارے گروہ کو باہر چھوڑ دیا اور ہم تین عورتیں اندر گئیں۔اسی شک وشبے والی،نک چڑھی خادمہ نے دروازہ کھولا۔میں اس کے سامنے گئی۔

''کیا ہم ذرا دیر کے لئے ڈون کارلو سے بات کرلیں؟''میں نے پوچھا۔''ڈون کارلو؟'' اس نے پوچھا۔''ابھی؟تم کوئی تحفہ لے کر آئی ہو؟تم اس کی بیوی سے بات کرنا چاہتی ہو؟''

عین اسی وقت گھر کی بیگم ڈونا کلورنڈا باہر آگئی۔اس نے فوراً ہمیں پہچان لیا

''کارلے،ان کو اندر کس نے آنے دیا؟''اس نے خادمہ سے پوچھا۔''تم نے ہمارا پانی تو چرالیا،اب اور کیا چاہتی ہو؟''زومپا کی بیوی نے پوچھا۔ڈونا کلورنڈا کی سمجھ میں نہیں آیا اور سمجھ میں آ بھی نہیں سکتا تھا۔وہ ہمیں باورچی خانے میں لے آئی۔''ڈون کارلو کھانے والے کمرے میں ہیں،کھانا کھا رہے ہیں''

باورچی خانے کی چھت سے قسم قسم کے گوشت کے پارچے،مچرب ٹکڑے،سیب،پیاز، ہلدی،اور جل کھمبیاں چھینکوں پر لٹکے ہوئے تھے۔تازہ ذبح کیے ہوئے میمنے کا آدھا حصہ میز پر رکھا تھا اور تندور سے ایسی خوشبو اٹھ رہی تھی کہ بس چاقو سے کاٹ لو۔

''تمہیں کیا چاہئے؟،ڈونا کلورنڈا نے درشت لہجے میں پوچھا۔''پھاٹک کے باہر جو آوارہ لوگ ہیں وہ تمہارے ساتھ آئے ہیں؟کیا ہو گیا ہے؟''

ڈونا کلورنڈا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی جس کے سینے پر بہت سی لیس لگی ہوئی تھی اور سر پر بالکل سیاہ ٹوپی تھی۔اس کا چہرہ دیکھ کر اور اس کی آواز سن کر فوراً اندازہ ہو جاتا تھا کہ اسے یہاں کوا کیوں کہا جاتا ہے۔وہ پورا گھر چلاتی تھی۔وہ کرایہ داروں سے وصولی کرتی،جو کام ہونے ان کے اخراجات ادا کرتی اور فیصلہ کرتی کہ کیا خریدنا ہے اور کیا بیچنا۔ورنہ گھر میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ ڈون کارلو بڑے رنگے سیار تھے،عورتوں کے رسیا،جوئے کے دھنی،شرابی اور کھاؤپیو،اور ساتھ ہی بزدل اور کاہل۔وہ تو اپنے باپ ڈونا انتونیو کی چھوڑی ہوئی جاگیر سب کھا چاٹ کر برابر کر دیتا

اس کا باپ بڑھاپے میں آ کر بہت مالدار ہو گیا تھا پھر بھی ہل چلاتے چلاتے ہی مرا۔ سچ کہتے ہیں کہ دھوتی لنگوٹی سے پھر دھوتی لنگوٹی تک آنے کے لئے دو نسلیں کافی ہیں۔

ڈون کار نے بڑی عمر میں شادی کی تھی اور ڈونا کلورنڈا کو ملبے میں سے چند ہی بچے کھچے ٹکڑے بچا لینے کا موقع ملا۔ وہ وسیع اور عریض جائداد سب ختم ہو چکی تھی جو اس کے آباؤ اجداد نے جمع کی تھی، اور خانقاہوں، گرجاؤں سے زبردستی چھینی ہوئی زمینیں کوڑیوں کے مول خرید کر جمع کی تھی۔۔۔ وہ زمینیں جنہیں اچھے عیسائی خریدنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے۔ ایک زمانے میں ڈون کارلو سارے فونتامارا کا مالک تھا۔ اس زمانے میں اس کی پسند کی لڑکیوں کو اس کے گھر جا کر اس کی فرمائشیں پوری کرنا پڑتی تھیں۔ مگر اب یہ حال تھا کہ جو زمینیں ڈونا کلورنڈا جہیز میں لے کر آئی تھیں، وہ انکی ملکیت کا غالب حصہ تھیں اور ان کے کاغذات ڈونا کلورنڈا نے اپنے نام ہی رکھے تھے۔ یہ بات معلوم تھی کہ وہ اپنے شوہر کے بدترین گناہ سے۔۔۔ جس نے کسان گھرانوں میں بدنامی اور بے عزتی کو جنم دیا تھا۔۔۔ چشم پوشی کرتی تھی۔ صرف اس لئے کہ وہ سارا نظام اپنے ہاتھوں میں رکھ سکے۔ ڈون کارلو سے ملنے آنے والے کے لئے خادمہ مستقل جو جواب دیا کرتی تھی، وہ بھی ایک بہانہ تھا کہ بیوی اپنے شوہر کی ذرا ذرا سی بات پر نگاہ رکھ سکے۔

''اور اب تم ہمارا پانی بھی چھین لینا چاہتی ہو؟'' میں نے ڈونا کلورنڈا سے کہا ''کیا یہ کافی نہیں کہ تم نے ہمیں اس قدر غریب کر دیا؟ اب تم ہمیں بھک منگا بھی بنا دینا چاہتی ہو؟''

پانی خدا کی ملکیت ہے'' لیمونا نے کہا۔ ''تم اس دھرتی سے پانی نہیں چھین سکتیں جو سدا سے اسی پانی سے سیراب ہوتی آئی ہے۔ یہ گناہ ہے۔ یہ فطرت کے خلاف ہے۔ تمہیں روز حشر میں اس کا جواب دینا ہوگا۔''

جب ہم پانی کا ذکر رہے تھے تو ڈونا کلورنڈا کا رنگ فق ہو گیا تھا اور لگتا تھا کہ وہ ابھی بے ہوش ہو جائے گی۔ اس کے چہرے کی سخت لکیروں سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ غصے اور بے بسی کے آنسو روک رہی ہے۔

''شیطان کہیں ڈکا! وہ زیر لب بڑبڑا رہی تھی۔

مگر وہ اپنے شوہر کو نہیں کہہ رہی تھی۔

''اس نے اپنی روح شیطان کے ہاتھ بیچ ڈالی ہوگی'' اس نے ہم سے کہا ''کوئی قانون اسے روک نہیں سکتا۔ دو چار برس اور یہاں رہ گیا تو ہمیں کچا کھا جائے گا، ہمارے گھر، زمین

، پیڑ اور پہاڑ سمو چے نگل جائے گا۔ ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ وہ اور اس کا منحوس بنک ہمیں روٹی کا محتاج کر ڈالیں گے۔ پھر وہ بھی چھین لیں گے۔''

یوں اس کے بین اور کوسنوں کے درمیان ہمیں معلوم ہوا کہ دون کارلومیگنا کی وہ مشہور و معروف اراضی، جس کی طرف ندی کا رخ موڑا جا رہا تھا، چند ہفتوں پہلے ٹھیکے دار نے سستے داموں خرید لی تھی۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ زمین کو کاشت کرنے کے بعد وہ اسے منافع پر بیچ ڈالے گا۔

''اس شخص نے واقعی یہاں امریکہ دریافت کر دالا ہے۔'' میں کہے بغیر نہ رہ سکی۔ ''ان بے چارے کسانوں کو تو امریکہ دیکھنے کے لئے سمندر پار جانا پڑتا ہے۔ اس بدمعاش کو یہیں مل گیا۔''

''اس کے لئے کوئی قانون نہیں ہے؟'' زومپا کی بیوی نے پوچھا۔ ''خدا کے احکام اس کے لئے کافی نہیں ہیں؟''

''شیطان کے لئے خدا کے احکام بے کار ہیں'' میں نے اپنے آپ پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔

''اب تو اسے پودیستا بنا دیا ہے'' ڈونا کلورنڈا کہتی رہیں۔ ''نئی حکومت بدمعاشوں کے ٹولے کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ اپنے آپ کو بینکا راور محبّ وطن کہتے ہیں، مگر وہ بدمعاش ہیں جو پرانے زمین دار کی عزت بھی نہیں کرتے۔ ذرا سوچو تو سہی، جب سے وہ پودیستا بنا ہے، ٹاؤن ہال سے دو ٹائپ رائٹر غائب ہو چکے ہیں۔ یقین کرو، مہینہ بھر میں دروازے اور کھڑکیاں بھی غائب ہو جائیں گے۔ خاکروبوں کو شہر کے دفتر سے تنخواہ ملتی ہے، مگر آج صبح سے ان میں سے چند تاجر کے بھٹے میں کام کر رہے ہیں۔ سڑک کے مزدوروں کی اجرت سرکاری خزانے سے جاتی ہے اور وہ اس زمین تک پانی پہنچانے کے لئے کھدائی کر رہے ہیں جو اس نے میرے شوہر سے چرائی ہے۔ اور دفتر کا کلرک، نوسنسو لا لیگے، تم جانتی ہو اسے؟ وہ ٹھیکے دار کی بیوی کا نوکر بن گیا ہے۔ مجھے صبح ملا تھا۔ کمر پر ترکاری کی اتنی بڑی ٹوکری لادے ہوئے کہ اس کی کمر گدھے کی طرح دوہری وہ گئی تھی۔ اور یہ تو ابتداء ہے۔ یقین جانو، وہ ہم سب کو تباہ کر کے چھوڑے گا۔''

اس پوری جذباتی تقریر سے ہمیں یہ تاثر ملا کہ اب پرانے زمین داروں کو توبہ کرنی پڑے گی۔ میں یہ اعتراف کر لوں کہ اس تلخی میں میرے لئے تھوڑا سا شہد بھی شامل تھا۔ ہم لوگ یہ کہاوت کہتے ہیں اگر سالم بھیڑ کھاؤ گے تو اون اگلنا پڑے گی۔

''چوروں کے گھر مور۔'' ہم نے ان عورتوں کو سمجھایا جو پھاٹک کے باہر کھڑی تھیں۔

''کیا ہمیں پھر ٹھیکے دار کو ڈھونڈنا پڑے گا'' ان میں سے بعض چلا اٹھیں۔'' یہ چکر کب ختم ہوگا؟''

''اب اتنی دور آ گئے ہیں تو پورا کر ہی لیں۔'' ماری ایٹا نے کہا۔''اتنا کچھ بھگتنے کے بعد خالی ہاتھ لوٹ جائیں؟''

چنانچہ ہم گھوم پھر کے واپس اسی راستے پر آ گئے جو ٹھیکے دار کے بنگلے کی طرف جاتا تھا۔ میرے گھٹنوں میں اتنا درد ہو رہا تھا جیسے گڈ فرائی ڈے کو صلیب کی رسم گھٹنوں کے بل اٹھے بغیر ادا کی جاتی ہے۔ میری ٹانگیں جل رہی تھیں اور سر گھوم رہا تھا۔

سڑک پر ہمیں لازاپا ملا، فونتامارا کا ایک گلہ بان جو ٹھیکیدار ہی کی تلاش میں آیا ہوا تھا۔ وہ چراگاہ میں بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک سرکاری محافظ نے اسے خبردار کیا کہ وہ وہاں سے چلا جائے کیوں کہ اس چراگاہ پر ٹھیکیدار کے لئے کھیتی باڑی ہونے والی تھی۔

''یہ چراگاہ ٹھیکدار کی ملکیت ہے؟'' لازاپا نے ہنستے ہوئے پوچھا تھا۔'' پھر تو یہاں کی ہوا بھی اس کی ہوگی!''

ہمیں معلوم تھا کہ لازاپا احمق سا لڑکا ہے، مگر اب کی بار وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ شاید وہ محافظ اس سے مذاق کر رہا ہوگا۔ چراگاہیں تو ہمیشہ سے سب کے لئے تھیں۔ پہاڑوں سے لے کر پوگلیا تک، چراگاہیں کام استعمال کے لئے تھیں۔ مئی کے مہینے میں، فوگیا کے میلے کے بعد، بھیڑوں کی ایک پوری فوج ہر سال موسم گرما گزارنے کے لئے آ جاتی اور اکتوبر تک ہمارے پہاڑوں پر چرائی کرتی رہتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے اس طرح چلا آ رہا تھا۔ اس کے بعد سے بہت سے واقعات ہوئے ہیں۔۔۔ جنگ، حملہ، جھگڑے، بادشاہوں اور پوپ کے درمیان لڑائیاں۔۔۔ مگر چراگاہیں سب کی ملکیت رہی ہیں۔

''اب ٹھیکے دار پاگل ہو گیا ہے۔'' ۔''ہم نے کہا'' وہ سمجھتا ہے کہ چراگاہ پر قبضہ کر سکتا ہے۔ یا شاید پاگل نہیں ہے۔ شاید وہ محافظ فونتامارا کے لوگوں سے مذاق کر رہا تھا۔''

بنگلے کے دروازے پر ہمیں وہ خادمہ پریشان حال ملی۔

''مالک ابھی تک نہیں آئے'' وہ منہ بسورنے لگی۔'' مہمان تو ڈیڑھ گھنٹے سے کھا رہے ہیں اور مہمان خصوصی کا پتہ نہیں!''

''جب تک ہماری تسلی نہیں ہو جائے گی، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔'' ہم نے کہا۔

ہم میں سے بعض تو راستے کے گھاس لگے کنارے پر بیٹھ گئیں اور بعض نے اینٹوں کی ڈھیری پر ڈیرا جمایا۔

کھانے کی خوشبو ہم تک آنے لگی۔ خادمہ تفصیل سے ہمیں بتانے لگی کہ ضیافت کیسی رہی۔ ڈون سرکوستانزا نے جام تجویز کیا تھا۔ پھر اس نے ہمیں کھانے کے بارے میں بتایا، مگر ہر چیز کو چھوٹا کر کے۔۔۔ چھوٹی سی پیاز، چھوٹی چھوٹی جل کھمبیاں اور چھوٹے آلو، وغیرہ وغیرہ۔

ضیافت اب ختم ہونے والی ہوگی، کیوں کہ مہمانوں پر شراب کا اثر محسوس ہو رہا تھا۔ دون سرکوستانزا کی بھاری آواز سب پر حاوی تھی۔ کھلی کھڑکیوں میں سے گفتگو ہم تک پہنچ رہی تھی۔ ایک مقام پر، قادر مطلق کے بارے میں شدید بحث چھڑ گئی۔ پادری ڈون اپاچیو اور دو اساز میں بڑا اختلاف تھا۔ ڈون سرکوستانزا سے رائے طلب کی گئی۔

''قادر مطلق؟'' انہوں نے چیخ کر کہا۔'' لیکن یہ تو بالکل واضح ہے کہ مطلق اسم صفت ہے!''

سب ہنس پڑے۔ انہوں نے اتفاق کیا اور صلح ہو گئی۔

پھر ڈون اپاچیو کی آواز، گرجا گھر کے مخصوص لہجے میں گونجتی ہوئی سنائی دینے لگی۔

''چارے کے نام پر اور روٹی کے نام پر اور ٹھنڈے، کالے، بھنے ہوئے گوشت کے نام پر، آمین!''

پادری کے اس مذاق پر قہقہوں کا فوارہ ابل پڑا۔

پھر ایک اور دقفہ ہوا۔ اسی گرجا والے لہجے میں پادری گانے لگا۔

یہ ضیافت کے خاتمے کا اشارہ تھا۔

حسب سابق، مہمان پیشاب کرنے کے لئے باغ میں جانے لگے۔

ڈان اباچیو پہلے نکلے۔ خوب موٹے تازے اور پھولے ہوئے۔ ان کی گردن کی رگیں پھولی ہوئی تھیں، چہرہ بینگن کے رنگ کا تھا اور ادھ کھلی آنکھوں میں ایسا تاثر تھا کہ روحانی فیوض و برکات سے نہالوں نہال ہو کر ساری دنیا کو بانٹ رہے ہوں۔ یہ مقدس حضرت، نشے کے مارے سیدھے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ باغ کے ایک پیڑ سے سر ٹیک کر پشیاب کرنے لگے کہ اس دوران گر نہ پڑیں۔

ان کے بعد وکیل، دوافروش، محصول چنگی بابوں داک بابو اور بہت سے لوگ جنہیں ہم نہیں جانتے تھے۔ باہر آنے لگے اور اینٹوں کے ایک ڈھیر کے پاس فارغ ہونے لگے۔

پھر وکیل صاحب ڈون سیکو نے آئے، ایک نوان کے ساتھ جوان کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔ وہ نشے میں دھت تھے۔ ہم نے انہیں اپنے ہی بنائے ہوئے جوہڑ میں گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے دیکھا۔ اس دوران خادمہ نے، جو ہمارے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی، تاجر کی آمد کا اشارہ کیا۔

میں نے جلدی جلدی سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور تسبیح کا سرا تھام لیا جو میں کپڑوں کے اندر پہنتی تھی۔ اس دوران ٹھیکیدار قریب آنے لگا، چند مزدوروں سے بحث میں الجھا ہو۔ وہ ایک ہاتھ پر جیکٹ ڈالے، عام کپڑوں میں ملبوس تھا۔ ایک ہاتھ میں آب پیما، پتلون کی جیت سے پیمائش کا اوزار نکالتا ہوا، جوتے چونے سے سفید، پتلون اور کندھے چاک کے نشانوں سے گندے۔ جو اس کو جانتا نہ ہو، کبھی نہ سمجھے کہ یہ علاقے کا امیر ترین آدمی ہے اور اب شہر کا حاکم اعلیٰ بھی بن گیا ہے۔ اسے یہ پتہ چل بھی گیا کہ ہم وہاں اس کے منتظر بیٹھے ہیں، تب بھی وہ مزدوروں سے زور زور سے باتیں کئے گیا۔ ٹوپی کے چھجے کو دو انگلیوں سے چھو کر اس نے بڑی تیزی سے ہمارے سلام کا جواب دیا۔

''میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے!'' اس نے چھوٹتے ہی ہم سے کہا۔

''ہمارے پاس بھی نہیں ہے!'' ہم نے جواب دیا۔ ''ہمیں انصاف کے علاوہ کچھ نہیں چاہئے۔''

''اس کے بارے میں مجھ سے ٹاؤن ہال پر بات کرو، گھر پر نہیں۔'' اس نے کہا۔

''آپ ٹاؤن ہال میں نہیں تھے!'' میں نے کہا، مگر میری آواز کپکپا رہی تھی، میں اس لئے وہاں نہیں تھا کہ میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے'' اس نے غصے سے کہا'' میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں وقت برباد نہیں کرتا۔''

''ارے، آپ نے تو یہیں امریکہ دریافت کر لیا ہے'' ایک ہاتھ سے تسبیح کو پکڑے پکڑے میں نے اسے جواب دیا'' مگر یہ مت سمجھنا کہ یہاں آپ ہی پہلے آدمی ہیں جس نے کام کیا ہے۔''

ماری ایٹا ہماری درخواست عرض گزار کرنے کے لئے آگے بڑھی، مگر ٹھیکیدار نے اس کی

طرف کوئی توجہ نہ دی اور اپنے ساتھ کھڑے ہوئے مزدوروں پر پھنکارنے لگا۔

''اگر گاڑی بان یوں ہی اینٹیں توڑتا رہا تو میں اس کی اجرت بھی ان ہی ٹکڑوں سے دوں گا۔ کیا پچھلے مہینے کی تنخواہ مانگتا ہے؟ بے شرم؟ بجائے وہ کیا سمجھتا ہے میں اس کے پیسے لے کر فرار ہو جاؤں گا؟ بجائے اس کے کہ میرا شکریہ ادا کرے جو مصیبت کے وقت میں نے اسے کام دیا! سیمنٹ کے مزدور دن میں گھنٹے کام نہیں کرنا چاہتے؟ یہ کیا بہت زیادہ ہے؟ مگر میں تو دن میں بارہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔ مالک ہوں پھر بھی بارہ گھنٹے کام کرتا ہوں۔''

کہ یہ شہر کے سربراہ کے نام ایک عرضداشت پیش کرنا چاہتی ہیں۔''

''ہمیں انصاف چاہئے! ماری ایٹا آگے آ کر نعرہ زن ہوگئی۔'' یہ بڑے افسران انصاف فراہم کرنے کے لئے ہوتے ہیں!''

ماری ایٹا نے یہ اس وقت سیکھا تھا جب وہ ''مرحوم سورما کی بیوہ'' کے طور پر اہم لوگوں سے مل رہی تھی۔

اس نے یہ بھی کہا ''پانی ہمیں خدا نے دیا ہے!''

''میرے شوہر اینٹوں کے بھٹے پر ہیں'' ٹھیکے دار کی بیوی نے جواب دیا۔ اس کی انا کی تسکین ہوگئی تھی۔

سپاہیوں نے ہمیں بھٹے تک کا راستہ دکھا دیا اور وہاں سے ہم کو چھوڑ کر چلے گئے۔

''ہمیں کھانے کے لئے جانا ہے'' انہوں نے کہا۔ ''خبردار رہنا۔''

کافی فاصلہ طے کر کے ہم بھٹی تک پہنچ گئے۔ وہاں ہمیں بیس کے قریب کارکن اور کچھ گاڑی بان ملے جو اینٹیں ڈھو رہے تھے۔ انہوں نے کام روک دیا اور احمقوں کی طرح چلانے لگے:

''تم لوگ کون ہو؟ ہڑتال کر رہی ہو؟ کون سی ہڑتال؟''

ہم بہت ڈواؤنے لگ رہے ہوں گے۔

''تمہارا مالک کہاں ہے؟'' ہم میں سے کسی نے پوچھا۔ ''ہمیں اس سے انصاف چاہئے۔''

''انصاف۔ ہاہا! وہ تو ٹکے سیر ملتا ہے۔''

''سنو!'' پرانے کارکنوں میں سے ایک نے ہم سے درد بھرے لہجے میں کہا۔ ''واپس فونتا

مارا چلی جاؤ۔ ابلیس سے کیا بحث کرنی۔''

بہر حال ٹھیکے دار وہاں بھی نہیں تھا۔ وہ ذرا دیر پہلے وہاں تھا اور ابھی ابھی باہر نکلا تھا، کار کنوں نے ہمیں بتایا۔ شاید وہ بجلی کی آری تک گیا تھا، مگر وہاں سے بھی نکل چکا ہوگا۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ چمڑا رنگائی کے کارخانے جا کر دیکھ لیں مگر وہ کافی فاصلے پر تھا۔

''ارے، آپ نے تو یہیں کے یہیں امریکہ دریافت کر لیا ہے!'' میں ان پر چلانے لگی۔ ''مگر بچ کر نہیں نکلو گے۔۔۔ یہ مت سمجھنا کہ ہم نکمے ہیں اس لئے غریب ہیں۔''

''روز الیا!'' اس نے بنگلے کی طرف آواز لگائی اور اس کی بیوی بالکنی پر نمودار ہوئی۔ ''روز الیا، معمار نقشہ مے کر آیا؟۔۔۔ وہ کیا سمجھتا ہے کہ میں اسے مفت کے کھانے کے پیسے دے رہا ہوں؟۔۔۔ اسٹیشن ماسٹر سامان چھڑانے کا کاغذ لے کر آیا؟۔۔۔ نہیں لایا؟ میں اس حرام زادے کا تبادلہ کلا بریا کروادوں گا!۔۔۔ گارڈ آیا؟۔۔۔ تم نے اسے واپس بھیج دیا؟۔۔۔ کیوں بھیج دیا؟۔۔۔ ضیافت؟ کون سی ضیافت؟ ارے، تمہارا مطلب ہے میری نامزدگی کی ضیافت ۔۔۔ مجھے افسوس ہے، میرے پاس وقت نہیں ہے۔۔۔ میں نہیں آ سکتا۔ مجھے فوراً اس ہیڈ گارڈ کو تلاش کرنا ہے ۔۔۔ مہمان ناراض ہو جائیں گے ؟۔۔۔ فکر نہ کرو، وہ ناراض نہیں ہوں گے۔۔۔ انہیں خوب پلاؤ وہ ناراض نہیں ہوں گے۔ بکواس! میں انہیں جانتا ہوں۔ تم سے کہہ تو رہا ہوں۔''

جس طرح وہ بات کر رہا تھا اور اس کی جو حرکات تھیں، ان سے بہت کچھ پتہ چل رہا تھا۔ ہم منہ پھاڑے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

''مگر یہ شخص دو سال یہاں رہ گیا'' میں نے اپنے آپ سے کہا، ''تو یہ ہر چیز پر اختیار حاصل کر لے گا۔''

''تم عورتیں یہاں ٹھہرو!''

ہم نے اسے ایک زیر تعمیر گھر کے پیچھے غائب ہوتے ہوئے دیکھا اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔ ہم حیران پریشان اور سحر زدہ سے تھے۔

اس وقت ضیافت کے مہمان نشے میں دھت ہو کر بنگلے کی بالکنی میں جمع ہو گئے تھے۔ ڈان سرکوستانزا ان میں انگشت شہادت کی طرح نمایاں تھے۔ ان کا تربوز جیسا چہرہ، اسفنج کی طرح مسام دار ناک، پنکھوں جیسے کان اور پتلون کا تیسرا درجہ نمایاں تھے۔ جانی مانی بات ہے کہ

ہمارے علاقے کے وکیل ایسی پتلونیں بنواتے ہیں جنہیں ہارمونیم پتلون کا امیروں کی پتلون کہا جاتا ہے۔اور یہ خاص طور پر ضیافتوں کے لئے بنوائی جاتی ہیں۔ایسی پتلونوں میں ایک کے بجائے تین تین بندشیں ہوتی ہیں، تاکہ جوں جوں توند کو ضرورت ہو ایک ایک کر کے ان کو کھولا جا سکے۔اس دن سارے شرفا، کی پتلونیں تیسرے درجے پر تھیں اور یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ ایسا کیوں تھا۔

جوں ہی ڈون سرکوستانزا نے ہمیں پہچانا، کھلے بازوؤں کے ساتھ ہماری جانب بڑھے۔

''میرے پیارے فونتامارا کے لوگو!'' انہوں نے کہا'' کیا ہو گیا ہے؟ یہ ہنگامہ کس لیئے ہے؟''

''اپنے اپنے معاملوں کی فکر کرنی چاہئے لوگوں کو'' میں نے اسے جواب دیا۔؟''لیکن اگر آپ کے ہاضمے پر برا اثر نہ پڑے تو ہم ایک درخواست آپ کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔''

ڈون سرکوستانزا نے جنہیں عوام کا دوست بھی کہا جاتا تھا، ہمیشہ خاص طور پر۔۔۔جیسا کہ وہ مستقل ہمیں یاد دلایا کرتے تھے۔۔۔فونتامارا کے لئے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھا تھا، وہ ہمارے نگراں اور مہربان تھے، اور ان کے ساتھ انصاف کرنے کے لئے پورا قصیدہ پڑھنا پڑے گا۔انہوں نے ہمیشہ ہمارا دفاع کیا، ہمارا بچاؤ کیا، اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں تباہ بھی کیا فونتا مارا کے سارے مقدمے ان ہی کے دفتر سے ہو کر گذرتے تھے، اور فونتامارا کی بیش تر مرغیاں اور ان کے انڈے ان ہی کے باورچی خانے میں پچھلے چالیس سال سے عوام کے دوست کی خدمات کے صلے کے طور پر اپنے انجام کو پہنچتے آئے تھے۔

جس زمانے میں انتخابات میں شریک ہونے کی سہولت صرف ان لوگوں تک محدود تھی جو لکھ پڑھ سکتے تھے تو انہوں نے اسکول کا ایک مدرس فونتامارا بھیجا تا کہ سارے کسانوں کو ڈون سرکوستانزا کا نام لکھنا سکھا دے۔اس دن کے بعد سے سارا فونتامارا ان کے حق میں ووٹ ڈالنا آیا تھا۔اس لئے کہ اس کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتے تھے، اس لئے کہ انہیں ایک ہی نام لکھنا آتا تھا۔اس کے بعد ایک دور ایسا آیا جس میں فونتامارا کی تمام اموات، علاقے کے دفتر کے بجائے ڈون سرکوستانزا کے پاس درج کرائی جاتی تھیں۔وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ ان مزدوروں کو کاغذ پر زندہ رہنے دیتے تا کہ ہر چناؤ میں وہ ان کی مرضی سے ووٹ ڈال سکیں۔ ہر کاغذ زندہ مردے کے خاندان کو اجرت کے طور پر پانچ لیرے ملتے۔لوسرڈوس گھرانے میں

سات مردے کاغذ پر زندہ تھے، اس لئے انہیں پینتیس ایرے ملتے۔ ہمارے ہاں بھی دو لوگ تھے جو قبرستان میں پہنچ چکے تھے مگر کاغذ پر زندہ تھے (ہمارا بیٹا، خدا اس کی روح کو آرام دے، جو طرابلس میں مارا گیا اور دوسرا پتھر کی کان میں ہلاک ہوا) اور پر الیکشن میں وہ ڈون سرکوستانزا کے وفادار ووٹر تھے اور ان کی وفاداری کے لئے ہمیں ہر دفعہ دس لیرے ملتے تھے۔ آپ سمجھ لیں کہ ان کاغذی زندہوں کی تعداد چند برس میں میں خاصی ہوگئی۔ فونتا مارا کے غریب عوام کے لئے یہ اچھا خاصہ ذریعہ آمدنی بن گیا۔ ایسی آمدنی جس کے لئے ہمیں سخت محنت نہیں کرنی پڑتی تھی اور یہ واحد موقعہ تھا کہ ہم سے پیسے وصول کرنے کے بجائے ہمیں پیسے ملتے تھے۔

یہ منفعت بخش نظام۔۔۔ عوام کے دوست کی اصطلاح میں۔۔۔ جمہوریت کہلاتا تھا۔ اور ہمارے مردوں کے وفادارانہ تعاون کی بدولت ڈون سرکوستانزا کی جمہوریت ہمیشہ جیت جاتی۔ حلانکہ ہمیں ڈون سرکوستانزا کی طرف سے کئی بار مایوسی ہوئی تھی، اور اس نے کئی بار ڈون کارلومیگنا کے ساتھ ملکر ہمیں دھوکا دیا تھا، ہماری کبھی ہمت نہ ہوئی کہ اس سے علیحدہ ہو جائیں اور کسی اور سایہ دار شجر کی تلاش کریں، اس لئے کہ اپنے مردوں کے ذریعے ہم اس سے بندھے ہوئے تھے جو اس کی وجہ سے کاغذ پر زندہ تھے اور ہمارے لئے پانچ پانچ لیرے کی قیمت رکھتے تھے۔ یہ کوئی قارون کا خزانہ تو نہ تھا، پھر بھی مفت ہاتھ آتا تھا اس لئے کیا برا تھا۔ اس کاروائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ فونتا مارا میں لوگوں کی ایک تعداد ایسی ہوگئی جو سو برس سے بھی زیادہ عمر کے تھے اور جن کا تناسب باقی دیہاتوں سے کہیں زیادہ تھا۔ کچھ عرصے تک یہ آس پاس کے دیہات میں ہماری شہرت کا واحد سبب بنا رہا۔ بعض اس طویل عمر کو علاقے کے پانی پر متحمل کرتے اور بعض ہوا پر، اور کچھ ہماری سادہ غذا پر، بلکہ ہماری مصیبت بھری زندگی کو اس کا سبب جانتے تھے۔ ڈون سرکوستانزا کے بقول آس پاس کے گاؤں کے بہت سے دولت مند جو جگر اور پیٹ کی بیماریوں اور گٹھیا میں مبتلا تھے، اس صحت مندی اور طوالت عمر پر رشک کرتے تھے۔ زندہ مردوں کی یہ تعداد اتنی زیادہ ہوگئی کہ جب بعض کسانوں نے اس بات پر احتجاج کرتے ہوئے کہ وہ ہمارے سب سے بڑے دشمن ڈون کارلو کی کھلم کھلا مدد کرتے آئے ہیں۔ ان کے خلاف ووٹ ڈالنا شروع کر دیے، تب بھی وہ اکثریت حاصل کر لیتے تھے۔

''زندہ مجھ سے دغا کرتے ہیں'' ڈون سرکوستانزا نے تلخی سے کہا۔ ''مگر کردوں کی نیک ارواح اب بھی وفادار ہیں۔

پھر یہ ہوا کہ جب کسی کو بھی اس کی توقع نہ تھی، انہوں نے ہمارے مردوں کی خدمات کا صلہ ہمیں دینا بند کر دیا۔ بہانہ یہ تھا، جس پر ہم نے اعتبار بھی نہیں کیا کہا انتخابات کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان آ واقعات کو کس طرح سمجھا جائے۔ ہم مہینوں ان کی بات کرتے رہے پھر بھی بدلے ہوئے حالات سے سمجھوتہ نہ کر سکے۔ ہم بھلا یہ کیسے مان لیتے کہ ہمارے پیارے بچھڑے ہوئے اب اس قدر بے کار ہو گئے ہیں کہ انہیں ہمیشہ کے لئے مرنا پڑے گا؟

گاہے بگاہے کوئی بیوہ یا کوئی بوڑھی ماں ڈون سرکوستانزا کے پاس جا کر کسی زندہ مردے کے رشتہ دار کے نام پر پانچ لیرے مانگتی، مگر وہ اس سے ملنے سے انکار کر دیتے، اور جوں ہی ان زندہ مردوں کا نام سنتے طیش میں آ جاتے اور اس کے منہ پر دروازہ زور سے بند کر دیتے۔ اس قدیم اجرت پر اصرار کرنے والے بھی کم ہوتے چلے گئے۔ حق بجانب ہونا بھی کافی نہیں ہے، جنرل بالڈی سیرا کہا کرتا تھا، اس وقت تک جب تک آپ اپنا بچاؤ کرنے کے قابل نہ ہوں۔ اور ایک دن وہی بالڈی سیرا بڑے جوش میں فونتامارا واپس آیا اور کہنے لگا کہ زندہ مردوں کا زمانہ لوٹ آیا ہے۔ کم از کم اس کا خیال یہی تھا کہ کیوں کہ اس نے شہر میں سیاہ قمیض پہنے ہوئے لوگوں کا ایک جلوس دیکھا تھا جو سیاہ جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے جھنڈوں پر اور قمیضوں پر کھوپڑی اور ہڈی کا نشان بنا ہوا تھا۔

''کیا یہ ہمارے مردے ہیں؟'' ماری ایٹا نے پوچھا اور ان کو یاد کیا جو بچھڑ چکے تھے اور جن کے لئے پانچ لیرے کا معاوضہ ملتا تھا۔ مگر جنرل نے فونتامارا کے کسی آدمی کو وہاں نہیں دیکھا تھا۔

''فونتامارا زندہ باد!'' ڈون سرکوستانزا، تاجر کی بالکنی سے ہماری جانب دیکھ کر چلا رہے تھے۔

اس آواز نے ہماری ڈھارس بندھائی۔ ایسا لگا کہ ہم اب اکیلے نہیں ہیں۔ ہم اس قدر تھک چکے تھے اور ہمارے حوصلے ٹوٹ چکے تھے کہ ہم اس بوڑھے بدمعاش کو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ سمجھ سکتے تھے۔

''فونتامارا کی ان قابل احترام خواتین کی موجودگی سے یہ ممکن ہو جائے گا کہ وہ تار برقی مکمل کر لیں، حکومت کے سربراہ کے نام جو ہم نے بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔'' ڈون سرکوستانزا نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے ساتھ مالکنی پر جمع تھے۔ اس نے جیب سے کاغذ نکالا اور چند الفاظ کے

اضافے کے بعد، با آواز بلند پڑھنے لگا:

''عوام اور حکام اعلیٰ دونوں نئے پودیستا کے تقرر کا خیر مقدم کرتے ہیں''

ہمیں احساس ہوا کہ مہمان رخصت ہونے لگے ہیں اور ہماری بات سنے بغیر چلے جائیں گے اور تاجر کا واپس آنے کا کوئی ارادہ نہ تھا تو ہمیں غصہ آ گیا۔ ہم نے پھاٹک کے ساتھ قطار بنائی اور فیصلہ کیا کہ کسی کو اس وقت تک نہیں جانے دیں گے جب تک کہ ہماری شنوائی نہیں ہو جاتی اور ندی کا رخ موڑنے کا فیصلہ واپس نہیں ہو جاتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے شور مچانا بھی شروع کر دیا:

''غریبوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر شرم آنا چاہئے! چور! ڈاکو! سارے دن ہم سڑک پر بھٹکے پھر رہے ہیں اور کسی نے ہماری بات تک نہیں سنی! ہم بھی عیسائی ہیں! خدا کا قہر ٹوٹے تم پر!''

ہم میں سے جو زیادہ جوشیلے تھے انہوں نے پتھر اٹھا لئے اور دوسری منزل کی کھڑکی پر پھینکے۔ ٹوٹے ہوئے شیشے بکھرنے لگے۔ ٹوٹتے شیشے کی آواز پر اور زیادہ پرجوش ہو کر باقیوں نے پھاٹک کے پیچھے اینٹوں کی ڈھیری کا رخ کیا۔ باغ میں موجود نشے میں دھت مہمان جو باہر جانے کی تیاری کر رہے تھے، خوفزدہ ہو کر واپس بنگلے میں لوٹ آئے۔ خادمہ نے جلدی جلدی کھڑکیاں بند کر دیں۔ مہمانوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔

''یہ انقلاب ہے!'' سیکرٹری صاحب نے کہا۔ ''پولیس کو بلواؤ!'' عین اسی لمحے پیچھے کی طرف ٹھیکے دار کی آواز سنائی دی۔ اس آواز میں حیرت انگیز سکون تھا۔

''میری اینٹوں کے ساتھ کیا کر رہی ہو؟'' اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ ''یہ اینٹیں میری ہیں اور میری اجازت کے بغیر تم انہیں لے سکتیں، مجھ پر پتھراؤ کرنے کے لئے بھی نہیں۔ اور پھر مجھ پر پتھر پھینکنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ تمہارے سوالوں کا جواب دینے کے لئے میں یہاں موجود ہوں۔''

ہم نے اینٹیں واپس ڈھیری پر ڈال دیں اور اس کے بلاوے پر باغ میں چلے آئے۔ ہم ایک طرف تھے اور ٹھیکے دار بمع اپنے خوفزدہ مہمانوں کے دوسری طرف ٹھیکے دار کے سکون نے ہمیں حیران کر دیا۔

''شاید'' یہ انسان نہیں ہے یہ شیطان ہے'' ماریا گرازیا نے میرا بازو پکڑتے ہوئے میرے

کان میں سرگوشی کی ''ذرا غور سے دیکھو تمہیں شیطات ان جیسا نظر نہیں آتا؟''

''شاید'' میں نے جواب دیا۔ ''ورنہ وہ یہاں کیسے امریکہ دریافت کر لیتا؟ وہ ڈون سرکوستا نزا سے زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہے اور اتنی ہی محنت کرتا ہے جتنی ہمارے لوگ کرتے ہیں۔

''شیطان ہی ہوگا'' ماریا گرازیا نے کہا اور جلدی سے صلیب کا نشان بنایا کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

ماری ایٹا آگے بڑھی اور سینے پر ہاتھ رکھ کر، جہاں اس نے تمغہ لگایا ہوا تھا، بڑے نپے تلے الفاظ میں مزدوروں کی کارستانی کا ذکر کیا جنہوں نے ہماری ندی کا رخ موڑ دیا تھا۔

''یہ گناہ ہے! مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات ان مزدوروں کو ان کے جرم کی سزا دیں گے'' اس نے اپنی بات مکمل کی۔

''اگر جرم ہوا ہے'' ٹھیکے دار کہنے لگا ''تو یقین کیجئے کہ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ جب تک میں شہر کا سربراہ ہوں۔ جرائم کی اجازت نہیں دوں گا۔ مگر میرا خیال ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کوئی جرم نہیں ہوا۔ سیکرٹری انہیں بتاؤ کہ کیا ہوا ہے۔''

مہمانوں میں سے سیکرٹری نکلا، سہما ہوا اور شراب کے نشے میں دھت۔ بات کرنے سے پہلے اس نے تنکوں والی ٹوپی سر سے اتار دی۔

''کوئی جرم نہیں ہوا ہے!'' وہ ہکلانے لگا، ایمان سے۔ نئی حکومت کی عملداری میں کوئی جرم نہیں ہوسکتا۔ جرائم؟ ہرگز نہیں! یہ لفظ ہی ممنوعہ ہے۔ سب قانون کے تحت ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ احسان ہے جو اعلیٰ حکام نے فونتامارا پر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

جب اس نے ''احسان'' کہا تو مسکراتے ہوئے سب کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے جیب سے کاغذ نکالا اور تیزی سے پڑھنے لگا:

''یہ درخواست ہے جس پر فونتامارا کے کسانوں کے دستخط ہیں۔ یعنی تمہارے شوہروں کے، اور سارے کے ساروں کے۔ اس درخواست میں حکومت سے کہا گیا ہے کہ ''بہتر پیداوار کی خاطر'' ندی کا رخ فونتامارا کی ناقص زمینوں سے موڑ کر شہر کی زمینوں کی طرف کر دیں۔'' جہاں کے مالک زیادہ رقم لگائیں گے۔'' مجھے نہیں معلوم کہ تم عورتوں کو ان چیزوں کی سمجھ ہے کہ نہیں۔''

سیکرٹری کچھ اور کہنا چاہتا تھا مگر ہم نے اسے روک دیا۔ ہمیں معلوم تھا کہ کاویلیئر پیلیو نے فونتامارا کے تمام کسانوں کے نام سادے کاغذ پر درج کیے تھے۔ ''دھوکے باز! جعل

ساز! لٹیرے!'' ہم نے احتجاج کیا۔ ''تم قانون کا سہارا اس لئے لیتے ہو کہ غریبوں کو دھوکا دے سکو! یہ درخواست جعلی ہے۔''

ٹھیکے دار نے کچھ کہنا چاہا مگر ہم نے اسے روک دیا۔ ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

''جھوٹے وعدے نہیں چاہئیں!'' ہم نے کہا، ''تقریریں بہت ہو چکیں! جب بھی منہ کھولتے ہو ایک نیا جھوٹ بولتے ہو۔ پانی ہمارا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یسوع مسیح کی قسم، تمہارا بنگلہ جلا کے راکھ کر دیں گے۔''

یہ الفاظ ہماری ذہنی حالت کی صحیح کہہ رہی ہیں!'' عکاسی کر رہے تھے۔ مگر ڈون سرکوستانزا نے دوبارہ امن کرایا۔

''یہ عورتیں صحیح کہہ رہی ہیں!'' اس نے چیخ کر کہا اور اپنے ساتھیوں کے درمیان سے نکل کر ہمارے پاس آ گیا۔ ''ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ دس دفعہ، سو دفعہ، ہزار دفعہ ٹھیک کہہ رہی ہیں!''

یہ سن کر ہم ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔ ڈون سرکوستانزا نے ہمارے دفاع کا ذمہ لے لیا تھا اور ہمیں معلوم تھا کہ وہ بہت بڑے وکیل ہیں۔ نہ جانے کس وجہ سے ان کی آواز سے ہمیں یہ محسوس ہوا کہ ہم چھوٹی سی لڑکیاں ہیں۔ بعض تو اپنے آنسو نہ روک سکیں۔

''یہ عورتیں ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' عوام کے دوست نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''میں نے ہمیشہ ان کا دفاع کیا ہے اور کرتا رہوں گا۔ بنیادی طور پر یہ عورتیں کیا چاہتی ہیں؟ یہ عزت چاہتی ہیں۔۔۔''

''بالکل ٹھیک!'' ماری ایٹا نے بات کاٹی اور دوڑ کر ان کے ہاتھ چوم لیے۔

''یہ عزت چاہتی اور ہمیں ان کی عزت کرنا چاہئے'' ڈون سرکوستانزا نے معزز شہریوں کی طرف دھمکی کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''یہ ہماری عزت کی مستحق ہیں۔ یہ عورتیں مجرم نہیں ہیں۔ یہ خوب جانتی ہیں کہ قانون ان کے خلاف ہے، مگر یہ قانون کے خلاف نہیں جانا چاہتی ہیں۔ یہ پوڈیستا کے ساتھ جائز برتاؤ روا رکھنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے اس کے دل سے درخواست کی ہے۔ انہوں نے شہر کے سربراہ سے درخواست نہیں کی بلکہ رحم دل، سخاوت پسند شخص سے بات کی ہے، اس شخص سے بات کی ہے جس نے ہمارے غریب علاقے میں امریکہ دریافت کیا ہے۔ کیا ساتھ ملکر بات کرنا ممکن نہیں؟''

جب ڈون سرکوستانزا نے بات ختم کی تو ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا تو بعض نے اس کے

ہاتھ چومے۔ وہ ہماری تعریف پر پھولا نہیں سمایا۔ پھر معالجتی پیشکش کی بات ہوئی۔ ڈون ابا چیو نے مختلف تجویزیں بھی پیش کیں۔ کونٹری نے ایک اور تجویز پیش کی اور محصول چنگی بابو نے ایک اور۔ مگر وہ سب ناممکن تھیں کیوں کہ ان میں سے کسی نے بھی پانی کی قلت اور آبیاری کے ذرائع کی مشکلات پر غور نہیں کیا تھا۔ ٹھیکے دار نے کچھ نہیں کہا۔ اس نے دوسری کو بولنے کا موقع دیا اور خود بجھا ہوا سگار منہ میں دبائے مسکراتا رہا۔

ڈون سرکوستانزا نے حل پیش کیا۔

''یہ عورتیں کہتی ہیں کہ آدھی ندی ان کی زمینوں تک پانی پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ میرے خیال میں ان کی ضرورت اس سے ذرا زیادہ کی ہے۔ لہذا ایک ہی حل ہے۔ ہمیں تین چوتھائی پوڈیستا کو دینا ہوگا اور باقی کا تین چوتھائی فونتامارا کو یہ لہذا دونوں کو تین چوتھائی مل جائے گا جو آدھے سے زیادہ ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ میری تجویز پوڈیستا کے لئے نقصان دہ ہوگی، مگر میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ عوام کے سچے بہی خواہ اور کھلے دل کے مالک ہیں۔''

مہمان اب اپنے خوف سے سنبھل چکے تھے اور ٹھیکے دار کے گرد جمع ہو گئے کہ ہمارے حق میں قربانی دیں۔ ان کی درخواست کے بعد ٹھیکے دار نے بات مان لی کاغذ کا ایک پرزہ فوراً نکالا گیا۔ میں نے فوراً خطرے کی بو سونگھ لی۔

''اگر کچھ پیسے لینے دینے ہیں، تو میں نہیں دے رہی ہوں۔'' میں نے کہا ''پیسے نہیں دینے'' ٹھیکے دار نے کہا

''کچھ نہیں؟'' زومپا نے اپنی نرم آواز میں کہا۔ ''اگر پیسے نہیں دیتے تو پھر یہ ضرور دھوکا ہے۔''

''اگر تم واقعی پیسے دینا چاہتی ہو تو دے دو'' میں نے اس سے کہا۔

''اگر میری آنکھیں پھوڑ ڈالی جائیں تب بھی نہیں دوں گی۔'' اس نے جواب دیا۔ ''لیکن اگر یہ مفت ہے تو اس میں ضرور دھوکا ہے۔''

''تو بہتر ہوگا کہ تم پیسے دے دو۔'' میں نے کہا۔

''چاہے میری آنکھیں پھوڑ ڈالیں تب بھی نہیں۔'' اس نے دہرایا۔

نوٹری نے یہ معاہدہ کاغذ پر لکھ دیا اور اس پر ٹھیکے دار کے شہر کے سیکرٹری کے اور ڈون سرکو ستانزا کے دستخط کروا دیے۔ ڈون سرکوستانزا نے فونتامارا کے نمائندے کے طور پر دستخط کیے۔

MashalBooks.com

اس کے بعد ہم نے گھر کا راستہ لیا۔
(اصل میں ہم سے کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ معاہدہ کس بات پر ہوا ہے۔)
''مفت تو تھا'' ماری ایٹا نے دہرایا۔ ''کم از کم مفت تو تھا۔''
اگر آپ چاہیں تو میرے شوہر بتا سکتے ہیں کہ اس کے بعد کیا ہوا۔

MashalBooks.com

3

اگلے چند دن میں سڑک کے مزدوروں نے، دو مسلح سپاہیوں کی حفاظت میں اس خندق کی کھدائی کا کام شروع کر دیا جو ہمارے پانی کا کچھ حصہ تاجر کی زمینوں میں لے جائے گی۔ مگر سوال باقی تھا کتنا پانی ادھر جائے گا؟

''اپنے کام سے کام رکھو''۔ فونتامارا کی ہر عورت اپنے مرد سے کہہ رہی تھی۔ ''ان سپاہیوں سے نہ الجھنا۔ اپنے خاندان کو تباہ نہ کرنا۔ دوسروں کو مصیبت میں پھنسنے دو۔''

ہر شخص منتظر تھا کہ کوئی دوسرا اس جھگڑے میں جا کر الجھ جائے۔ صبح کے وقت کام پر جاتے ہوئے اور شام کے وقت واپس آتے ہوئے، سپاہیوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ہر شخص اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیتا اس طرح کوئی بھی اس جھگڑے میں نہیں الجھا۔ مگر ہم بہت غصے میں تھے اور ہم کسی اور چیز کے بارے میں بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔

''جب قسمت خراب ہو جائے تو پھر اسے کون روک سکتا ہے؟'' ہم آپس میں کہتے۔ ''ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی برے حالات آنے والے ہوں۔''

تعلیم کی کمی کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ پانی دو مساوی حصوں میں کیسے تقسیم ہوگا کہ جن میں سے ہر ایک حصے میں تین چوتھائی پانی ہو۔ وہی عورتیں جو اس تجویز کو قبول کر کے آئی تھیں، خود اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتی تھیں کہ اس کا مطلب ہے کیا۔ کچھ کا خیال تھا کہ پانی دو حصوں میں تقسیم ہوگا، بعض کا خیال یہ تھا کہ فونتامارا کو آدھے سے زیادہ ملے گا، یعنی تین چوتھائی۔ مشیل زومپا کی سمجھ میں بالآخر یہ آیا کہ تین چوتھائی کا حساب چاند سے ہے یعنی چاند کی تاریخوں کے حساب سے تین مرتبہ فونتامارا کو پانی ملے گا اور اگلی تین مرتبہ ٹھیکے دار کو ملے گا، اور یوں ہی حساب چلتا رہے گا۔

ہم اتنے جاہل تھے کہ اس دھوکے کو سمجھ نہیں سکتے تھے، کیوں کہ ہمیں اپنے نام لکھنے سے زیادہ کچھ نہیں سکھایا گیا تھا۔ ہم اس خوف کے مارے کسی پڑھے لکھے آدمی کے پاس نہیں جاتے تھے کہ دھوکے کے ساتھ ساتھ اخراجات بھی سر نہ پڑ جائیں۔ لہٰذا، ہر صبح جب ہم اپنی دہلیز پر

بیٹھے، گھٹنوں پر جمی طشتری میں سوپ کھاتے ہوئے، کوئی بھی موضوع اتنا زیر بحث نہ آتا جتنا کہ یہ دھوکا۔ بہت سے مفروضے تھے اور کبھی نہ ختم ہونے والی، بے کار باتیں، ہمیشہ وہی بے کار باتیں۔ دھوکا تو یہ صاف طور پر تھا مگر کس طرح کا؟ ایک شام جنرل بالڈی سیرا اس انصاف کے خلاف اپنی مبالغہ آمیز اور بے لگام تقریروں میں سے ایک چھانٹنے لگا، جو بے گناہوں کو نقصان پہنچاتا ہے مگر جس کی نگرانی قانون کے آہنی ہاتھ کرتے ہیں۔

''میں خود وہاں جاؤں گا'' وہ برافروختہ ہو کر چیخنے لگا۔ ''میں وہاں جاؤں گا اور ان لوگوں کو بتاؤں گا کہ قانون کیا ہے، قانون کیا تھا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کیا رہے گا۔''

مگر اس کے ولولے سے کبھی کوئی نتائج برآمد نہیں ہوئے تھے، ایک تو اس کے بڑھاپے اور پھر اسکی بزدلی کی وجہ سے۔ جب وہ فوسا میں ایک نوعمر لڑکا تھا اور موچی کا کام کرتا تھا، اس نے ایک پرانے جاگیردار سے آداب سیکھے، جواب تنگ دستی کا شکار ہو گئے تھے اور جن کے لئے وہ ہر اتوار کی دوپہر کو خدمات مجالاتا۔ یہ کام اجرت کے بغیر تھا مگر اطمینان بخش اور بالکل نہیں تھکاتا تھا۔ کیوں کہ اسے بس یہی کرنا ہوتا تھا کہ سرکار جب چہل قدمی کریں تو ان کے پیچھے احترام کے ساتھ چلتا رہے۔ جاگیردار کے حالات بالکل ہی دگرگوں تھے، اکثر تو ان کے پاس دو وقت کی روٹی کے پیسے نہ ہوتے نوکر رکھنا تو بڑی بات ہے۔ وہ اپنی خاندانی حویلی کے ایک حصے میں رہتے تھے جس میں سے قرض خواہوں نے سارا فرنیچر اور ہر وہ چیز جو ہٹائی جا سکتی تھی، قرق کر لی تھی اور ان کے لئے بس چھت والی مسہری اور آرام کرسی چھوڑ دی تھی۔ ساری دنیا کا نظر انداز کیا ہوا اور حقارت کا مارا ہوا وہ یوں ہی اپنی زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ مگر وہ اتوار کی چہل قدمی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ نہ وہ چہل قدمی کے لیے اکیلے جا کر خاندان کے نام کو ہٹہ لگا سکتا تھا۔ یہ کئی برس پہلے کی بات تھی مگر جنرل مالڈی سیرا کو اس مفلوک الحال جاگیردار کی ہر بات یاد تھی، باقی باتیں وہ دل سے گھڑ لیتا۔ یہ سب سے دلچسپ بات تھی۔ ہم اسے یہ باتیں کرنے دیتے اس لئے کہ یوں اس کا دل بہلتا تھا۔

جنرل بالڈی سیرا بہت غریب تھا، غالباً گاؤں کا سب سے زیادہ غریب شخص، مگر وہ یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا، اور طرح طرح کی ترکیبیں بہانے کرتا تھا تاکہ اس بھوک کو چھپا سکے جو برسوں سے اس کو کھائے جا رہی تھی۔ علاوہ اور باتوں کے، ہر اتوار کو عجیب و غریب بہانے بنا کے غائب ہو جاتا اور شام کو واپس آتا اتنا ہی بھوکا اور سنجیدہ مگر لڑکھڑاتا ہوا اور دانتوں میں خلال

دبائے ہوئے تاکہ لوگوں کو یہ تاثر ملے کہ اس نے گوشت کھایا ہے۔ اور وہ اس قسم کی تفریح کا بار اٹھا سکتا ہے۔

نشے کے اس سوانگ میں وہ شہر کے اہم لوگوں سے، جن میں زیادہ تر آنجہانی جاگیردار کے قرض خواہ تھے، ملاقاتوں اور گرما گرم بحثوں کا حال ہمیں سنانے کا خواہش مند ہوتا تھا۔

''ارے۔ اگر تم نے مجھے اس وقت دیکھا ہوتا، میری باتیں سنی ہوتیں!'' وہ چہرے پر خود اطمینانی کا تاثر لیے ہوئے کہتا۔

ہم دو تین لوگ تھے، اس کے پرانے دوست، جو جانتے تھے کہ یہ سب اس کے ذہن کی اختراع ہے، مگر ہم خاموش رہتے کہ اس عسرت زدہ شخص سے اس کی اکلوتی خوشی نہ چھین لیں۔ پانی کے جھگڑے کی بدولت ہمیں یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ڈون اباچیو نے فونتا مارا میں قدم رنجہ فرمایا۔ ایک شام وہ ہانپتے کانپتے ایک ٹم ٹم میں گاؤں آئے اور گاؤں کے بڑے بوڑھوں کو بلوایا کہ انہیں ہم سے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔

''تم نے دیکھا تمہاری خاطر مجھے کتنی قربانیاں دینی پڑتی ہیں'' انہوں نے ہم سے کہا۔ ''میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ اپنے آپ سے بھی نہیں کرتا۔ خدا کے واسطے اس ٹھیکے دار سے نہ الجھنا!'' انہوں نے اسی مایوس لہجے میں کہا کہ جس میں وہ جہنم کے بارے میں وعظ دیتے ہوئے ہمیں ڈرایا کرتے تھے۔ وہ خراب آدمی ہے، ایسا جن بھوت جس کی کوئی نظیر اس کوئی نظیر اس کلاقے میں تو دیکھنے میں نہیں آئی۔ صبر کرو۔ تمہارے حق میں یہی ہے۔ بس یہی کرو کہ خدا کے حضور دعا کرو۔''

''اگر وہ جن بھوت ہے تو آپ اس جن کو اتارتے کیوں نہیں؟'' بوڑھے زومپانے پوچھا۔

ڈون اباچیو نے اشارے سے اپنی بے چارگی ظاہر کی۔ ''شاید وہ جن بھوت نہیں، شیطان ہے۔ ملیا اسکے بارے میں کچھ نہیں کر سکتی تم لوگ جاہل ہو اس لئے کچھ نہیں کر سکتے۔ تم اتنے جاہل ہو کہ ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔''

''سچ مچ شیطان ہے؟'' میں نے پوچھا

''میں تو جانوں وہ ابلیس ہے'' پادری نے جواب دیا۔

''تو پھر اس کے سر پر سینگ اور بکری جیسے پاؤں کیوں نہیں ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''اب اس طرح نہیں ہوتا۔ ابلیس بہت ہوشیار ہے۔''

پادری صاحب کی باتوں کا ہم پر بڑا گہرا اثر ہوا، خاص طور پر جب بالڈی نو نے ہمیں بتایا کہ جس ٹم ٹم میں ڈون ابا چینو آئے تھے، وہ ٹھیکے دار کی تھی۔ واقعی، ایسا شیطان جس کا ساتھ پادری دے رہے ہوں۔ یہ تو ہمارے وہم وگماں تک میں نہ تھا اور ہم تو اتنے جاہل تھے کہ ان باتوں کو کیا سمجھتے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک دوسروں کا گلا کاٹ کر اپنی بھلائی کی سوچتا، بجائے اس کے کہ شیطان سے مقابلہ کریں۔ ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ جو تھوڑا بہت پانی بچ رہا ہے اس کی زیادہ سے زیادہ مقدار حاصل کر لیں۔

ان دنوں ہم میں سے اکثر لوگ فصل میں ہاتھ بٹانے کی نوکری حاصل کرنے کے لیے فوچینو جاتے تھے۔ ہمیں صبح تڑکے سے بھی پہلے اٹھنا پڑتا تھا کہ سورج نکلنے سے پہلے فوچینو پہنچ جائیں اور وہاں بیٹھ کر انتظار کریں کہ کوئی ہمیں کام کے لیے بلائے۔ ہماری کوفت بیان سے باہر ہے۔ ایک زمانے میں صرف غریب سے غریب ترین کسانوں کو چوک میں اس طرح سے بیٹھ کر کام کی تلاش کی ضرورت تھی، مگر اب سب پر برا وقت آ گیا تھا۔ جو تھوڑی سی زمین ہم کسانوں کے پاس تھی، سب رہن رکھی ہوئی تھی اور اس کی فصل بمشکل اتنی تھی کہ ہمارے قرض کا سود اتار سکے۔ اس لیے زندہ رہنے کے لئے کھیت مزدور کے طور پر کام کرنا پڑتا تھا۔ بڑے زمین داروں نے موقع کا فائدہ اٹھایا اور مزدوری کی اجرت کم کر دی کم ہونے کے باوجود اتنے بہت سے بھوکے کسان موجود تھے کہ وہ اس اجرت کو بھی قبول کر لیتے کچھ تو ایسے بھی تھے کہ مزدوری کا نام سن کر حامی بھر لیتے اور بعد میں جو معمولی رقم مل جاتی، قبول کر لینے پر تیار ہو جاتے۔ فوسا کے بازار سے فوچینو تک ہمیں چھ سے نو میل تک جانا پڑتا۔ جو بازار تک کے تین میلوں سے اضافی تھے۔ اور پھر یہی راستہ گھر واپسی کے لیے۔ ہر شام میں تھک ہار اور خوار ہو کر واپس آتا تو اپنے آپ کو جانور سے برتر سمجھتا۔

''کل صبح میں نہیں اٹھوں گا۔ ٹانگوں میں اتنا دم نہیں کہ کھڑا ہو جاؤں مجھے چین سے مرنے دو!'' میں نے اپنی بیوی سے کہا۔

مگر صبح کے تین بجے، مرغ کے بانگ دیتے ہی میں اپنے بیٹے کو جھنجھوڑ کر جگا دیتا اور ہم ایک جام شراب کا پی کر کام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

فونتا مارا کے کسان کام کے لیے جاتے اور آتے رہے تو پانی پر لڑائیاں اور شدید ہو گئیں۔ میرے بہنوئی پلاٹو کے اور میرے درمیان مار پیٹ کی نوبت آتے آتے رہ گئی کیوں کہ

ہم میں سے کوئی بھی دوسرے کے لیے قربانی دینے کو تیار نہیں تھا ہم دونوں ایک ہی راستے سے اپنے بیٹوں کے ساتھ کام کی تلاش میں جاتے، مگر بات چیت نہیں کرتے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف گھورتے رہتے جیسے جل میں غبار بھرا ہو۔

ایک صبح میں اپنے بیٹے کے ساتھ فوسا آرہا تھا تو میں نے دیکھا کہ پلاٹو سڑک کے مزدوروں سے بات کر رہا ہے۔

''دیکھو'' وہ کہہ رہا تھا'' مجھے بس اتنی فکر ہے کہ تم میرے پودوں کے لیے پانی چھوڑ دو۔ باقی کو مرجانے دو!''

وہ بھلا اور کس کی بات کر سکتا تھا، سوائے میرے؟

''پہلے تم خود مرو!'' میں چلایا اور درانتی لے کر اسکی طرف لپکا۔ برار دو ویولا اور دو محافظ آ گئے اس لیے اس دن لڑائی ٹل گئی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ برار دو کئی دن تک ہمارے ساتھ فیوچینو آتا رہا۔ تا کہ اس دن کے واقعات نہ دہرائے جائیں۔ وہ پانی کے مسئلے سے بالکل لاپرواتھا اس لیے کہ اس کے پاس زمین ہی نہیں تھی۔ اور اسے دوسرے کسانوں سے جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

جو رمین اس کو باپ سے ورثے میں ملی تھی وہ ڈون سرکوستانزا کے پاس بک گئی تھی کہ ایک مقدمے کے اخراجات اور امریکہ تک کا کرایہ پورا کر سکے۔ اس وقت برار دو باہر جانے کا سوچ رہا تھا اور یہ کہ ایک دفعہ دولت مند ہو جائے تو پھر کبھی لوٹ کر فونتامارا نہ آئے۔ یہ سب اس بات کا نتیجہ تھا کہ وہ اس وقت بہت پریشان ہوا تھا جب فوسا کے ایک شخص نے جسے وہ فوج کے دنوں میں جانتا تھا اس کے بقول اس کے ساتھ دغا کیا۔ اس کی اس شخص کے ساتھ گہری دوستی تھی اور کئی دفعہ آخری نوالے تک میں شریک ہوئے تھے۔ فوسا کے قریب لڑائی میں برار دو نے اس دوست کے بچاؤ کے لئے کئی لوگوں کے سر پھاڑ دیے تھے، اور مطمئن ہو کر فونتامارا واپس آیا تھا کہ کسی نے اس کو پہچانا نہیں اور وہ دوست کے کام بھی آ سکا۔ مگر اسی دوست نے اپنے بچاؤ کی خاطر برادو کا نام پولیس کے پاس لکھوا دیا۔ برار دو کو بہت صدمہ ہوا اور کئی دن تک اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس غدار سے بدلہ چکانے کے لئے کیا کرے چونکہ وہ اس کا بہت دلدادہ تھا اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ اس سے پھر کبھی نہیں ملے گا اور گاؤں سے دور چلا جائے گا۔ ہمارے مشورے اور ماں کی التجائیں بے سود ثابت ہوئیں۔

MashalBooks.com

''جب تمہارے پاس اپنی زمین ہے تو تم امریکہ کیوں جانا چاہتے ہو؟۔ہم نے اس سے پوچھا۔''

''میں یہاں نہیں رہوں گا۔''اس نے جواب دیا۔''یہ جگہ ہی خراب ہے۔جس واحد شخص نے جانے کے لئے اس کی حوصلہ افزائی کی وہ ڈون سر کوستانزا تھے۔''اگر تم کہاں رہے تو جیل میں سڑو گے۔''وہ اسے بار بار بتاتے رہے۔

اس طرح برار دو نے اپنی زمین ڈون سر کو ہاتھ بیچ دی اور اس رقم میں سے کچھ تو ان لوگوں کا منہ بند کرانے میں خرچ ہوگئی جس کو اس نے فوسا میں مارا تھا،اور باقی سے اس نے ٹکٹ خرید لیا۔ مگر اس کے جانے سے پہلے ایک نیا قانون آ گیا۔جس کا علم ڈون سر کوستانزا کو پہلے سے ہوگا ،جس نے تمام نقل مکانی پر پابندی لگادی۔سو یوں مرار دو کو فونتا مارا میں رکنا پڑا اس کتے کی طرح جس کی زنجیر ٹوٹ جائے اور جسکی سمجھ میں نہ آئے کہ اس آزادی کا کیا کرے،اس لئے مایوس ہو کر اس چیز کے گرد چکر لگائے جاتا ہے جسے اس نے کھودیا۔

کسی نے اس کے رویے کو غلط نہیں گردانا۔دھرتی کا بیٹا،زمین سے الگ ہو کر اور کیسے رہ سکتا ہے؟ یہ زمین برار دو کے باپ کی تھی،اور برار دو اس پر اس وقت سے کام کر رہا تھا جب وہ دس سال کا تھا۔جہاں ہم رہتے ہیں،اور شاید دوسری جگہوں پر بھی کسان اور زمین کا رشتہ ایک طویل،دشوار تعلق کی طرح ہے جو شادی سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔یہ ایک طرح سے مزہبی رشتہ ہے۔صرف زمین خرید لینے سے تو وہ آپکی نہیں ہو جاتی۔برسوں کے خون پسینے،آنسو اور تھکن کے بعد زمین آپکی ہوتی ہے۔اگر آپ کے پاس زمین ہے تو آپ خراب موسم میں راتوں کو سو نہیں سکتے۔

تھک کر چور ہو رہے ہوں تب بھی نہیں سو سکتے کیونکہ آپکو پتہ نہیں ہے کہ زمین کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔صبح ہوتے ہی دوڑے ہوئے جاتے ہیں کہ کیا گزری۔اگر کوئی آپکی زمین لے لے چاہے اس کے بدلے پیسے بھی دے دے تو یہ کچھ اس طرح کی بات لگتی ہے جیسے اس نے آپ کی بیوی لے لی ہو۔زمین بک بھی جاتی ہے تب بھی بہت عرصے تک اس آدمی کا نام لئے رہتی ہے جو پہلے پہل اس کا مالک تھا۔

ہر ایک کو پتہ تھا کہ برار دو کے ساتھ کیا ہوا ہے۔اور اسکی ماں ماریا روزا نے یہ دیکھتے ہوئے کے اس کا بیٹا زمین کی محرومی سے متوحش ہے اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ من موجی اور غصے ور ہے،

مجھ سے کہا کہ اس کو ایک دن ڈون سرکوستانزا کے پاس لے جاؤں۔ بوڑھی عورت نے ایک مرغا اور کوئی درجن بھر انڈے اس کو دینے کے لئے رکھ دیے اور اس کے پاس جا کر اس کے ہاتھ چومے اور اس کے سامنے دوزانو ہوگئی۔ اس نے التجا کی کہ اس کے بیٹے کی زمین واپس دے دی جائے اور وہ چند برسوں تک زمین کی پیداوار کا ایک حصہ بھی دینے پر تیار تھی۔ مگر بے سود ڈون سرکو ستانزا نے کہا کہ اس نے یہ زمین کاشت کاری کے لئے نہیں خریدی، بلکہ اس میں موجود چونے کی خاطر خریدی ہے۔ (درحقیقت، اس زمین کے بیچوں بیچ اب ایک بہت بڑا گڑھا ہے جس میں کوئی مزدور کدال پھاوڑے لیے کام کرتے رہتے ہیں۔) اس نے بوڑھی عورت سے کہا کہ اگر وہ یہاں سے چلی نہ گئی تو پولیس کو بلوالے گا، اور یہ بھی کہا:

''اگر برار دو چاہے تو میں اسے چونا نکالنے کے لئے مزدور کے طور پر لے سکتا ہوں۔''

یہ توہین کی انتہا تھی اور ہم نے برار دو سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ گڑھا، یہ پھیلتا اور بڑھتا ہوا گڑھا، برار دو کے دل میں ایک ناسور بن گیا۔ ہم آپس میں قیاس آرائی کرنے لگے کہ جلد ہی وہ کوئی غلط کام کر بیٹھے گا اور اپنے دادا کی طرح برے انجام کو پہنچے گا۔ اور بے چاری ماریا روزا نے اس کے لئے چپکے چپکے سان گیسپے دا کوپرتینو کے گرجا میں نو وینا کی رسم کروائی، اور گھر کی چادریں بیچ کر اس مقدس شبیہہ کے سامنے موم بتیاں جلوائیں کہ اس کا بیٹا جائے۔

مگر ایک دن ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ برار دو خود ڈون سرکوستانزا کے گھر جا پہنچا۔ خادمہ نے اس سے کہا کہ وکیل صاحب باہر گئے ہیں، تو اسے ایک طرف دھکا دے کر وہ اسے سارے کمروں میں ڈھونڈتا پھرا، اور آخر کار اسے کھڑکی کے پردوں کے پیچھے چھپتے ہوئے پکڑ لیا۔

''جناب عالی'' اس نے بڑے سکون کے ساتھ کہا (اور بڑی عزت کے ساتھ، جیسا کہ اس نے بعد میں بتایا) ''آپ نے کئی دفعہ مجھے یقین دلایا ہے کہ میں جیل جا کر مروں گا۔ کیا اب وقت نہیں آ گیا ہے کہ میں وہاں پہنچ جاؤں؟''

وکیل صاحب سمجھ گئے ہوں گے کہ ان کی زندگی اس وقت بال برابر تار سے بندھی ہوئی ہے، پھر بھی مسکرانے لگے۔

''تمہیں اتنی جلدی کیا ہیں؟'' وہ ہکلاتے ہوئے بولے۔

''یہی مناسب وقت ہے'' برار دو نے جواب دیا۔ ''یہی وقت جب میں آسودہ ضمیر کے ساتھ جیل جا سکتا ہوں۔''

''تم کاشت کاری ہی کا سوچتے ہو'' وکیل صاحب بولے۔'' تم کوئی اور کام کیوں نہیں ڈھونڈ لیتے؟''

''مچھلیاں اڑتی کیوں نہیں؟ چڑیاں تیرتی کیوں نہیں؟'' برار دو نے جواب دیا ''میں کسان ہوں اور مجھے زمین چاہیئے۔''

''اور زمین تو ہے۔۔۔دوسری طرح کی'' ڈون سرکوستانزا نے کہا'' مجھے حیرت ہے کہ تم نے اس کے بارے میں نہیں سوچا۔ آرام سے بیٹھ جاؤ اور میری بات سنو۔ فونتامارا سے اوپر سیر بائی کے نزدیک، چٹانوں کے درمیان وادی میں ایک چھوٹی سی چراگاہ ہے جو شہر کی ملکیت ہے اور یہاں ایک آدھ بکری کبھی کبھار چرنے کے لئے آتی ہے۔ زمین اچھی ہے اور اگر تم اس پر محنت کرنا چاہو تو میں شہری حکومت سے تمہیں اچھے داموں دلوادوں گا۔''

اس طرح ڈون سرکوستانزا نے اپنی جان بچائی۔ برار دو کو سرپائی کے نزدیک وہ زمین اچھے داموں مل گئی اور وہ بے زمین نہیں رہا۔ مگر اسے تیار کرنے کے لئے اس نے جان لڑادی، اور رات گئے سے علی الصبح تک روزانہ اور چھٹی کے روز بھی اس پر کام کرتا، کیوں کہ دن کے وقت اسے دوسرے کسانوں کی طرح مزدوری کرنا پڑتی تھی۔ جس وقت ہم صبح اپنے گدھے کو لے کر نکل رہے ہوتے۔ تو ہم برار دو کو کاندھے پر کدال رکھے پہاڑ سے نیچے اترتے ہوئے دیکھتے اور جس وقت رات کا کھانا کھا کر گھر میں جانے لگتے تو برار دو کو پہاڑ پر جاتے ہوئے دیکھتے۔

''تم اس طرح اپنے آپ کو ختم کرلوگے'' ہم نے اس سے کہا اس طرح اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔''

''یا تو یہ پہاڑ مجھے مار ڈالے گا یا میں اس پہاڑ کو مار ڈالوں گا!'' اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''ایسے مت کہو!'' مشیل زومپا نے اس کو خبردار کیا'' جو چاہو کرو، مگر اس طرح بدقسمتی کو آواز نہ دو۔''

مگر ہم سب برار دو کو پسند کرتے تھے۔ اس میں خرابیاں بھی تھیں، خاص طور پر جب وہ نشے میں ہوتا، مگر وہ وفادار اور مخلص تھا اور اس کی قسمت بہت خراب رہی تھی اس لئے ہم سب چاہتے تھے کہ وہ دوبارہ زمین سے جڑ جائے۔ لیکن جس دن اس نے بتایا کہ اس نے اپنی نئی زمین پر ایک بوری مکئی بوئی ہے (ہم زمین پر آج تک کسی نے کچھ اگتے ہوئے نہیں سنا تھا) ہم سب اس

کی خوشی میں شریک ہوئے اور اس کی صحت کا جام نوش کیا۔

''میں نے اس بوڑھے پہاڑ کا دم خم توڑ دیا ہے'' برار دو نے ہنستے ہوئے کہا۔ شاید ہم سب کچھ زیادہ ہی خوش تھے یا شاید ہم نے بدقسمتی کو آواز دی تھی، جیسے مشیل کو خوف ہو رہا تھا۔

ہم سب کو معلوم ہے کہ دو مہینے بعد کیا ہوا۔ حالانکہ بڑے بوڑھے اس طرح کے واقعات سنایا کرتے تھے، مگر یہ تو ایسی بات تھی کہ ہم اسے آسانی سے بھول نہیں سکیں گے، کیوں کہ ہر شخص جو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اسی پر یقین کرتا ہے کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں مختصر الفاظ میں بیان کر دینا چاہیے، کیوں کہ ان کے بارے میں زیادہ سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بہر حال، تین دن تک متواتر بارش ہوتی رہی، مگر بارش موسلا دھار نہیں تھی۔ فونتا مارا کے اپر والے پہاڑ کی چوٹی کالے کالے بادلوں سے گھری ہوئی تھی جنہوں نے ہر چیز کو چھپا رکھا تھا، اور تیسرے دن پہاڑ کی جانب سے پانی کا ریلا سیر پائی کی جانب آیا جیسے پہاڑ ڈھے رہا ہو، اور اس ریلے نے برار دو کا چھوٹا سا کھیت اس طرح بہا دیا جیسے کوئی بھوکا آدمی جلدی جلدی کھانا نگلتا ہے، زمین کو چٹانوں کی تہہ تک کھود ڈالا اور مکئی کے ننھے منے پودوں کو ساری وادی میں بکھیر دیا۔ جہاں کھیت تھا وہاں اب گڑھا تھا۔۔۔ چوڑا، گہرا گڑھا۔

جو لوگ اس کے بارے میں نہیں جانتے یا بھول گئے ہیں، برار دو کے ساتھ ناانصاف کرتے ہیں اور اس کی تقدیر کو اس کے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جو مشہور ڈاکو ویولا تھا۔۔۔ اس علاقے کا آخری ڈاکو۔۔۔ جسے پیدمونتیز نے پھانسی پر چڑھایا تھا۔ یہ تو طے ہے کہ برار دو نے ساری عمر بدقسمتی سے جدوجہد کی تھی اور وہ کسی بھی مصیبت کی وجہ سے زیادہ عرصے تک نڈھال نہیں رہا تھا۔

لیکن تقدیر سے کوئی کیسے لڑ سکتا ہے؟ خراب ترین بات تو یہ تھی (اور اس تفصیل کو فراموش نہیں کرنا چاہئے) جب ہم نے پانی کے ریلے کو پہاڑ سے نیچے آتے ہوئے دیکھا تو سب دہشت زدہ ہو گئے مگر کسی کو حیرت نہیں ہوئی۔ اور برار دو کو تو بالکل نہیں۔ ہم سب گرجا کے سامنے والے چوک میں کھڑے تھے اور وہ ہمارے ساتھ تھا۔

''مجھے تو پہلے سے معلوم تھا'' اس نے کہا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔ اس کی ماں اس کے کندھے سے چپکی رہی، چہرہ دہشت سے ایسا ہو گیا جیسے کوئی لاش۔ اور وہ یہی کہتا رہا:

''مجھے تو پہلے سے معلوم تھا۔ شروع ہی سے پتہ تھا!''

MashalBooks.com

جن بڑے بوڑھوں کو برار دو کے دادا کا دیکھنا یاد تھا، وہ یہ کہتے تھے کہ برار دو کو جسمانی خصوصیات ان ہی سے ورثے میں ملے ہیں۔ وہ بہت لمبا اور تگڑا تھا جیسے شاہ بلوط کا تنا۔ اس کی گردن چھوٹی اور بیل کی جیسی تھی اور سر چکور تھا، مگر اس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔ جب وہ پورا مرد بن گیا تھا تب بھی اس کی آنکھیں چھوٹے سے لڑکے جیسی تھیں۔ یہ نا قابل فہم بلکہ مضحکہ خیز سی بات تھی کہ اتنا طاقت ور آدمی ہو اور اس کی آنکھیں اور مسکراہٹ بچوں کی جیسی ہو۔

اس کی مصیبت اور اسکی تباہی، جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، اس کے دوست تھے۔ وہ دوست کے لئے تن کے کپڑے بھی اتار دیتا۔ ''اگر اس کا انجام اس کے دادا جیسا ہونا ہے'' اس کی ماں کہا کرتی ''تو یہ پیسے کی وجہ سے نہیں بلکہ دوستوں کی وجہ سے ہوگا۔''

جسمانی طاقت کی وجہ سے فونتا مارا کے لڑکوں میں وہ اتنا مقبول تھا کہ اس کے آگے وہ اپنے باپوں کو نہیں گردانتے تھے۔ برار دو کے کارنامے سنانے میں تو بہت دیر لگے گی۔ ان میں سے سب سے احمقانہ واقعہ سناتا ہوں۔ ایک رات اس نے اپنی پیٹھ پر ایک گدھا لادا اور اسے لے کر گر جا کے مینار کے اوپر پہنچا دیا۔ مگر اکثر وہ اس طاقت کا استعمال ایسی باتوں کے لئے کرتا تھا جن میں مذاق کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ جب بھی ہم کسی پر تشدد واقعہ کے بارے میں سنتے اور وہ برار دو کا کارنامہ ہوتا تو ہمیں فوراً پتہ چل جاتا۔ وہ کبھی شہر والوں کو بچ کر نکلنے نہیں دیتا تھا۔ پادری والے مذاق کا بدلہ اتارنے کے لئے، اس نے جگہ جگہ سے وہ نہریں توڑ ڈالیں جو فوسا تک پانی لے جاتی تھیں۔ ایک اور مرتبہ قومی شاہراہ کے سنگ میل، جو سیمنٹ سے بنے ہوئے تھے، دس میل کے علاقے میں توڑ دیے گئے، اور رہے وہ نشان جو موٹر گاڑی والوں کو سمتیں اور فاصلے دکھانے کے لئے تھے، تو وہ شاذ و تادر ہی صحیح جگہ پر ملتے۔ اور جب فونتا مارا میں پہلی مرتبہ بجلی گئی تو برار دو نے ایک لفظ نہ کہا۔ مگر دو دن کے بعد شہر اور آس پاس کے گاؤں کے درمیان سڑک کی تمام بتیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔

''افسروں سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔'' یہ برار دو کا تلخ فلسفہ تھا۔ اس کی تشریح وہ یوں کرتا:

''قانون شہر والوں نے بنایا ہے، اس کا اطلاق جج کرتے ہیں جو شہر والے ہیں اس کا دفاع وکیل کرتے ہیں جو شہر والے ہیں۔ کوئی کسان بھلا صحیح کیسے ہو سکتا ہے؟''

اس پر اگر کوئی اعتراض کرتا:

’’لیکن اگر زمین دار کھیت مزدوروں کی اجرت کم کر دیں، تو اس پر بات کرنا غلط ہے؟‘‘

اس کا جواب صاف تھا:

’’وہ اپنا وقت ہی ضائع کریں گے۔ کھیت مزدور جو زمین داروں، جاگیرداروں سے بات کرتے ہیں، اپنا وقت ہی ضائع کر رہے ہیں۔ اجرت اس سے بھی کم ہو جائے گی۔ جاگیردار باتوں سے ماننے والے نہیں ہیں۔ وہ اپنے منافع کے حساب سے کام کرتے ہیں۔ اگر اس کے فائدے میں نہ ہو تو وہ تمہاری اجرت کبھی کاٹے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ سیدھی سی بات ہے۔ جنگلی بوٹیاں اکھاڑنے کی اجرت سات سے پانچ لیرے کر دی گئی۔ میرا مشورہ مان کر انہوں نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ مگر جنگلی پودے اکھاڑنے کے بجائے انہیں مٹی سے ڈھک دیا۔ اپریل میں بارش ہوئی تو جاگیرداروں کو احساس ہوا کہ جنگلی پودے فصل سے زیادہ اونچے تھے۔ تو اجرت کاٹ کر انہوں نے جو بچایا تھا، فصل کے وقت اس سے دس گنا زیادہ نقصان ہوا۔ فصل کاٹنے والوں کی اجرت کم ہو گئی؟ اس کے بارے میں بات کرنا بے کار ہے۔ غلے کی فصل کاٹنے کے ایک سے زیادہ طریقے ہیں۔ دس طریقے ہیں، ہر طریقہ ایک خاص شرح کی اجرت سے منسلک ہے۔ اگر اجرت اچھی ہے تو کام بھی اچھا ہو گا۔ اگر اجرت بری ہے تو کام بھی برا۔‘‘

اور اگر کوئی اس سے پوچھتا:

’’ٹھیکے دار ہمارا پانی چرانا چاہتا ہے، کیوں نہ ہم اس سے بات کریں‘‘

تو اس کا جواب اتنا ہی سیدھا ہوتا:

’’اس کے کارخانے میں آگ لگا دو اور وہ بغیر بات چیت کے تمہارا پانی واپس کر دے گا۔ پھر کبھی نہ سمجھے تو اس کی لکڑیاں جلا دو۔ وہ بھی کافی نہ ہو تو اس کے بھٹے کو اڑا دو۔ اور پھر بھی وہ اتنا بے وقوف ہو کہ بات نہ سمجھے تو کسی رات وہ ڈونا روزالیا کے ساتھ بستر میں ہو تو اس کے بنگلے میں آگ لگا دو۔ یہی طریقہ ہے جس سے تمہارا پانی واپس ملے گا۔ اور تم نے ایسا کیا تو ٹھیکے دار آ کر تمہاری بیٹیوں کو لے جائے گا اور انہیں بازار میں نیلام کر دے گا۔ خیال تو یہ اچھا ہے مگر تمہاری بیٹیوں کی قسمت کیا ہے؟‘‘

ایسے کڑوے خیالات تھے برار دو ویولا کے۔

مگر وہ اس طرح سے اس لئے سوچتا تھا کہ اس کی زمین ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اس کا اسے بہت دکھ ہوا ہو گا۔ اس طرح وہ لوگ سوچتے ہیں جن کے پاس گنوانے کے لئے اب کچھ نہیں بچا

MashalBooks.com

ہوتا۔ دوسرے تو اس سے بہتر تھے۔ زمین گنوانے کے بعد اس نے مختلف موسموں میں مختلف کام کیے تھے۔ کھیت مزدور، جنگل کا رکھوالا، کوئلہ اٹھانے والا، اینٹیں بنانے والا، راج مزدور۔۔۔ اور وہ کسان کے درجے سے نیچے گر گیا تھا اور اسے کوئی حق نہ تھا کہ یہ سمجھے کہ کسان اس کے پیچھے چل پڑیں گے۔ اسی لئے جب وہ ہماری بحث میں شامل ہو جاتا تو بہت انتشار پھیل جاتا۔ کوئی بوڑھا اس کی بات سنتا نہ اسے ٹوکتا، سوائے جنرل بالڈی سیرا کے، جس کے اصول برار دو کے بالکل الٹ تھے، مگر اس کی فطرت میں سوائے بڑبڑ کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر بھی اپنی گرما گرم تقریروں سے اور ایک مثال قائم کر کے برار دو نے فونتامارا کے سارے نوجوانوں کی رائے بدل دی تھی۔

ہم نے اتنے کاہل لوگ اس سے پہلے نہیں دیکھے تھے۔ ایک زمانے میں تو سولہ برس کے ہوتے ہی کام کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے تھے۔ کچھ لاپتہ جاتے، کچھ پوگلیا جاتے اور جو زیادہ پرجوش ہوتے امریکہ نکل کھڑے ہوتے۔ ان میں سے بہت سے اپنی منگیتروں کو چار، چھ بلکہ دس برس کے لئے بھی چھوڑ جاتے: لڑکی وفاداری کا وعدہ کرتی اور جب وہ لوٹ آتے تو ان سے شادی کر لیتی۔ بعض ایسے ہوتے جن کی شادی لڑکے کی روانگی سے ایک دن پہلے ہوتی اور سہاگ رات کے بعد چار، چھ، بلکہ دس برس کے لئے بچھڑ جاتے۔ اور وہ جب واپس آتے تو ان کو پتہ چلتا کہ ان کے بچے بڑے ہو چکے ہیں۔۔۔ اور بعض مرتبہ مختلف عمروں کے بچے ملتے۔ مگر ملک سے باہر جانے پر پابندی نے اس سلسلے کو ختم کر دیا۔ اب انہیں فونتامارا میں ہی رہنا پڑتا، اس لئے کام ملنے کے مواقع کم ہو گئے۔ اس قانون کا مطلب یہ تھا کہ اب اس جمع پونجی کو بچا کر رکھنے کا امکان نہیں رہا جو آبائی زمینوں کو قرض اور رہن سے بچا سکتی تھی، جو بعض تبدیلیوں کو ممکن بنا سکتی تھی جیسے بوڑھے یا مردہ گدھے کے بجائے نیا نیا گدھا خرید لیں، یا جسکی بدولت ایک سور، دو بکریاں یا مسہری خرید لیں جس میں بیوی کو سلایا جا سکے۔ چونکہ وہ انہیں یہ احساس تھا کہ ان کی تقدیر کتنی خراب ہے۔ مگر جن دنوں انہیں کچھ کرنے کو نہیں ہوتا تھا تو وہ سب ساتھ رہتے، اور اپنے اس ساتھی کے زیر اثر جو سب سے بڑا اور سب سے احمق تھا ایسے کام کرنے کا بیڑا اٹھاتے جو کسی طور کرنے کے نہیں تھے۔

جاڑے میں وہ عام طور پر انتونیولازاپا کے ہاں جمع ہوتے، جہاں بکریوں کی سانسوں سے ذرا گرمائی ہوتی۔ سیوا وینٹا کا بیٹا اور ڈیلا کا بیٹا کروچے، پالمو، رافائیل اسکارپونے اور دینز ڈی

سانتو وہاں میرے بیٹے اور پلاٹو کے بیٹے اور دوسرے نوجوانوں کے ساتھ جمع ہوتے۔ جب بھی طے کرنا ہوتا برار دو وہاں چلا آتا۔ کسی اور کو اس محفل میں آنے کی اجازت نہ تھی، اور لڑکیاں اسے ''بزم گنہگاراں'' کے نام سے یاد کرتیں۔ اور گنہگاروں کی انجمن کا یہ نام ہمارے اندازے سے کہیں زیادہ مناسب تھا کیوں کہ ہمیں بعد میں پتہ چلا کہ ان لڑکوں نے بکریوں کے ساتھ تعلقات قائم کیے ہوئے تھے اور یہ سلسلہ بہت عرصے سے چل رہا تھا۔ اور ان معاملوں میں جیسے ہوتا، سب سے آخر میں جن کو خبر ہوئی وہ بکریوں کے مالک تھے۔ مگر بعد میں یہ ہوا کہ جن لوگوں کی بکریاں تھیں انہوں نے واپس لے لیں اور یہ انجمن بکھر گئی۔ یہ لڑکے پھر دوسری جگہوں میں ملنے لگے، گرجا کے پیچھے، یا ڈون کارلومیگنا کے پرانے مکان کے کھنڈروں میں کاباری ایٹا کے ہاں برار دو کا انتظار کرتے۔ اگر وہ نہ آتا تو تمام دن ضائع چلا جاتا۔ اس کی موجودگی سے زندگی کی لہر دوڑ جاتی۔ وہ باتیں کرتے اور کھیلتے رہتے، مگر یہ اس کے آنے تک وقت گزارنے کا بہانہ تھا۔ اگر وہ انہیں بلاتا تو وہ اس کے ساتھ چلے جاتے، اس کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ اس کے ایک ایک لفظ کو منہ پھاڑے غور سے سنتے ہوئے۔

مگر ہم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ حیرت ناک بات یہ تھی کہ برار دو جیسا جوان (وہ تقریباً تیس برس کا ہو چکا تھا) دوڑ دوڑ کر اپنی ماں کے کام کیے جاتا اور خود شادی کرنے کا کوئی ارادہ ظاہر نہ کرتا۔

''کوئی عورت اس سے نمٹ نہیں سکتی'' اس کی ماں کہتی رہتی۔ ''میں جانتی ہوں۔ میں نے اسے جنم دیا ہے۔ وہ عورتوں کا رسیا نہیں ہے۔''

''مگر وہ ساری عمر تو اس طرح نہیں رہ سکتا۔'' میں نے جواب دیا ''مرد کو عوت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سے بات تو کر کے دیکھو۔''

''خدا کی مرضی نہیں ہے'' اس کی ماں نے کہا۔ ''اتنا تو اب تک واضح ہو گیا ہے۔ اور یہ تو بتاؤ کہ اوپر سے پانی کا ریلا کس نے بھیجا تھا؟''

''نہ تو یہ پہلا سیلاب تھا'' نہ یہ آخری ہوگا۔''

''خدا اسے ڈاکو بنا دینا چاہتا ہے۔ یہ ویولا خاندان کی تقدیر ہے۔ اتنا تو واضح ہے'' وہ بولی۔

بوڑھی ماریا روزا اس طرح کی باتیں کرتی تھی۔ وہ اپنا سارا دن اور موسم گرما کی رات بھی

اپنے گھر کی دہلیز کے سامنے ایک پتھر پر گزار دیتی تھی، اس کا یہ گھر دراصل ایک غار تھا جس میں صحیح معنوں میں ایک ہی دیوار تھی۔ اس غار کے سامنے ماریا روزا چرخہ چلاتی اور کھانا پکاتی اور اپنے بیٹے کے لوٹ کر آنے کا انتظار کرتی۔ وہ اپنے بیٹے پر فخر کرتی اور اس کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کرتی جو کم ہی مائیں اپنے بیٹوں کے بارے میں کرتی ہیں۔ برار دو چوں کہ بہت دولت نہیں حاصل کر سکا، اس لئے ماریا روزا کو یہی مناسب اور تقدیر کے مطابق معلوم ہوا کہ وہ مصیبت اور مشکلات میں نام کمائے۔

''ویولا لوگ گھر گرہستی والے مرد نہیں ہیں۔'' وہ افسوس اور فخر کے ساتھ کہتی۔'' وہ اس لئے نہیں پیدا ہوئے کہ گھر کی چارپائی پر آرام سے سوئیں۔ نہ وہ ایک عورت سے نباہ کرنے والے مرد ہیں۔ نو مہینے میں اسے پیٹ میں لئے رہی، میری کوکھ اس کی لاتوں سے زخمی ہوگئی۔''

اس سارے معاملے سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہ ہوتی، اگر بیچ میں ایلویرا نہ آجاتی، جو میری مرحومہ بہن نزارینا کی بیٹی، خدا اس کی روح کی مغفرت کرے۔ گاؤں میں اسے برار دو سے منسوب سمجھا جاتا تھا، حالاں کہ دونوں نے شاید کبھی بات چیت تک نہ کی تھی۔ مگر جب وہ گرجا جاتی یا فوارے پر آتی تو برار دو کا رنگ فق ہو جاتا، وہ سانس روک لیتا اور ایسی نظروں سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا کہ اس کی نیت پر کوئی شبہ نہ رہتا۔

اور چوں کہ ایلویرا کو بھی اپنی سہیلیوں سے پتہ چل گیا تھا کہ برار دو کے احساسات کیا ہیں، اس نے احتجاج کیا تھا نہ اپنی چہل قدمی کا وقت اور مقام تبدیل کیا تھا، اس لئے اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان کوئی اور بات نہ تھی، مگر سارے فوتنا مارا کا خیال تھا کہ یہ عین مناسب ہے کہ دونوں کی بات چیت طے ہو جائے، کیوں کہ برار دو اس علاقے کا سب سے طاقت ور جوان تھا اور ایلویرا خوبصورت ترین لڑکی۔ شاید شہر میں اس سے زیادہ خوبصورت ہوں، مگر ہم نے فوتنا مارا میں اس سے حسین تر کوئی نہیں دیکھی تھی۔ خوبصورت سے بھی زیادہ، وہ نازک تھی اور نرم خو، اس کی آواز میٹھی اور سبک تھی۔ کسی نے اس کو زور سے ہنستے، یا کھی کھی کرتے یا سب کے سامنے حیثیت کو فراموش کرتے ہوئے، یا روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ غیر معمولی رکھ رکھاؤ اور شرم وحیا والی لڑکی تھی، بالکل جیسے چھوٹی سی مریم۔ جب وہ موجود ہوتی تو کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ گالیاں بکے یا بری بات کہے۔ ایک دن پالمو کا بیٹا یہ بات بھول گیا اور بمشکل برار دو کے غضب سے محفوظ رہ سکا۔ ایلویرا کی سہیلی نے اسے فوراً بتایا اور اگلے دن وہ

لڑکی جس نے اس سے پہلے کسی مرد سے سڑک پر بات نہیں کی تھی، برار دو سے اس لڑکے کے لئے معافی مانگنے لگی۔ ''سب میری غلطی تھی۔'' اس نے کہا۔ اس سے بھی بڑھ کر، ہمیں معلوم تھا کہ اس لڑکی کے پاس جہیز جمع تھا ایک ہزار تو نقد تھے ،اور وہ '' امیدوں کا صندوقچہ ''جس میں چادریں، غلاف، تولیے، کمبل، رضائیاں سب موجود تھے، ایک نئی الماری، اخروٹ کی لکڑی کی درازوں والی الماری اور پلنگ۔ قیمتاً خریدے ہوئے۔ برار دو کو بھلا کس کا انتظار تھا۔

ایک دن میں نے اس سے کھل کر بات کی۔ (یہ سیلاب کے بعد کی بات ہے) میں نے اسے یہ سب بتایا۔

''تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ میں جہیز والی لڑکی سے شادی کر سکتا ہوں جب کہ میرے پاس زمین بھی نہیں ہے؟'' اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

وہ اس قدر مصر تھا کہ کچھ اور کہنے کی میری ہمت نہیں ہوئی۔ اگر آپ اس سے ایلویرا کے بارے میں کچھ پوچھتے تو وہ یقیناً بگڑ اٹھتا۔ جاڑے کی راتوں میں جب بوڑھے لوگ شراب پیتے ہیں اور نوجوان اپنی بیوی یا محبوبہ سے باتیں کرتے ہیں، تو برار دو رات گئے تک جنرل بالڈی سیرا سے شہر والوں اور گاؤں والوں میں فرق، اور تین قواتین کے بارے میں بحث کرتا: پادر میز پر مکے مارتا رہتا یہاں تک کہ ماری ایٹا کے چھوٹے سے شراب خانے کی میز لرز اٹھتی۔ مگر اس کا جنرل بالڈی سیرا پر کوئی اثر نہ ہوتا جو ''اٹل نظم وضبط'' کا معتقد تھا۔

اس کی وجہ سے آپ شاید یہ سمجھیں کہ برار دو کو اب ایلویرا سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ لیکن ایک دن یہ بات پھیل گئی کہ فیلیو وال بیلو، سڑک کے مزدور نے ایلویرا کو شادی کی پیشکش کی ہے۔ برار دو کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ فیلیو کے گھر بھاگا ہوا گیا، مگر وہ گھر پر نہیں تھا۔ جب اس نے سنا کہ وہ بجری کی کان پر ہے تو دوڑتا ہوا وہاں گیا اور دیکھا کہ وہ بجری کی ڈھیریاں ناپ رہا ہے۔ اس نے یہ بس بھی نہیں پوچھا کہ ایلویرا کو شادی کی پیشکش والی بات سچ ہے، برار دو نے اسے اٹھالیا اور بجری پر بار بار پٹخنیاں دیتا رہا جب تک کہ دوسرے مزدوروں نے چھڑا نہ لیا۔

اس دن کے بعد سے کسی نے ایلویرا میں دل چسپی کا اظہار نہیں کیا۔ مگر برار دو اس سے کتراتا رہا۔

ایک دن میری بیوی ماریا روزا سے اسی بات کا گلہ کر رہی تھی۔ اچانک اس بوڑھی عورت نے فیصلہ کر لیا۔ ''چلو، چل کر دیکھیں'' اس نے کہا

میں نے غار کو بند کرنے میں ماریاروزا کی مدد کی اور ہم چھوٹے راستے سے ایلویرا کے گھر کے طرف جا نکلے۔ یہ پتھریلا تنگ سا راستہ تھا جس پر کسی پرانے سیلاب کے نشانات باقی تھے جس کمرے میں ہم بیٹھے تھے اس کا فرش پتھر کا تھا اور اندھیرا اتنا تھا کہ ایک کونے میں رکھا ہوا چولہا نظر آتا تھا نہ دوسرے کونے میں بستر جس پر ڈامانیو لیٹا ہوا تھا۔ وہ مفلوج تھا۔

''ڈامیا!'' ماریاروزا چلائی اور حقارت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ''تم کو کس کی نظر لگ گئی؟''

جب ہم پہنچے تو ایلویرا اٹھ رہی تھی کہ تیل والا لیمپ جلاوے اور یوں اندھیرے میں سے چہرے نکل آئے۔ ہمارے ہاں رواج ہے کہ جن کے پاس کرنے کو کچھ اور نہیں ہوتا، بیماروں کی عیادت کے لئے جاتے ہیں، اور کئی کئی دن تک رہتے ہیں۔ اس کمرے کے اندھیرے کونے کھدروں میں کچھ عورتیں بچوں کو دودھ پلا رہی تھیں، کچھ موزے بن رہی تھیں اور کچھ مختلف مشکلات اور مصائب کے قصے سنا رہی تھیں۔ اس دوران ایلویرا، باپ کے بستر کے پاس واپس اپنی جگہ پر آ گئی تھی وہ رومال سے اس کے چہرے کا پسنیہ پونچھ رہی تھی۔ پسینہ تھمنے میں نہیں آتا تھا، جیسے کوئی فوارہ یا دریا ہو۔

''ڈامیا'' ماریاروزا نے اپنی بات دہرائی اور شک بھرے انداز میں باقی مہمانوں کی طرف دیکھا۔ ''تم کو کس کی نظر لگ گئی؟''

اندھیرے میں سے ایک عورت بولی۔ اس نے ایک خواب کا ذکر کیا جو نزارمینا نے ،خدا اس کو غریق رحمت کرے، اس وقت دیکھا تھا جب ایلویرا کو جنم دیا تھا۔ ''میں تمہیں اپنی فاختاؤں میں سب سے خوبصورت فاختہ دے رہی ہوں۔'' بی بی مریم نے اس سے کہا تھا۔ ''مگر تمہیں اور تمہارے شوہر کو بہت مصیبتیں جھیل کر اس کی قیمت چکانا پڑے گی۔''

پھر میں نے ایلویرا کو بلایا اور ہم ماریاروزا کے ساتھ دہلیز پر بیٹھ گئے۔ کہ غالباً پہلی دفعہ تھی کہ ماریاروزا نے اس کو اتنے پاس سے دیکھا تھا اور یہ اندازہ لگا سکتی تھی کہ وہ کتنی عمدہ لڑکی ہے۔ میں نے بوڑھی عورت کی آنکھوں میں دھیرے دھیرے ایک چمک آتے دیکھی جیسے اسے کوئی بہت عمدہ چیز مل گئی ہو، پھر اس کی آنکھیں جذبات کی رو میں نم ہو گئیں۔

''بیٹی، پتہ نہیں تم ویولا لوگوں کے بارے میں جانتی ہو کہ نہیں'' اس نے ایلویرا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''اس کے خاندان پر ایسی لعنت ہے جس کا مطلب کوئی اب تک مجھے

سمجھا نہیں سکا ہے۔ برار دو کے دادا کو پھانسی ہوئی تھی۔''

یہ سن کر لڑکی کا چہرہ فق ہو گیا اور اس کا نرم و نازک ہاتھ بوڑھی عورت کے کھردرے ہاتھوں میں لرز گیا۔

''یہ کوئی شرمندہ ہونے کی بات تو نہیں مجھے تو ایسا لگتا ہے'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''اس کا باپ برازیل میں مر گیا'' بوڑھی عورت کہتی رہی۔ ''اور کسی کو نہیں پتہ کہ کیسے مرا۔'' وہ ہر مہینے مجھے کچھ نہ کچھ بھیجا کرتا تھا کہ زمین خریدنے کے لئے کچھ بچا کر رکھ لیں، مگر اس کے بعد اس نے کوئی خط نہیں لکھا۔ پھر یہ خبر ملی کہ وہ مر گیا، اور ہمیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ وہ کیسے مرا۔''

''یہ کوئی شرمندہ ہونے کی بات تو نہیں'' ایلویرا نے کہا۔

''برار دو کے پاس زمین نہیں ہے'' ماریا روزا نے کہا۔ ''وہ بہت طاقت ور ہے، آدمی کی طرح نہیں بلکہ بیل کی طرح۔ اس جیسا تگڑا آدمی فونتا مارا میں نہیں گزرا۔ وہ اتنا زور آور ہے کہ گرجا کے مینار پر گدھا اٹھا کر لے گیا تھا، مگر وہ اس خاندانی نحوست کا اثر نہیں توڑ سکتا۔''

''ہماری قسمت کون سی بہتر ہے؟'' ایلویرا نے بیمار باپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اس سے اتنی محبت ہے؟'' ماریا روزا چیخی۔ اسے یہ بات ناقابل یقین لگ رہی تھی۔

ایلویرا سرخ ہو گئی، مگر اس کا جواب اتنی جلدی آیا کہ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا:

''آپکی اجازت سے، میں اس کا جواب اس وقت دوں گی جب آپ کا بیٹا پوچھے گا۔''

مگر اس نے اتنی عاجزی سے اور اتنے پر اثر طریقے سے یہ بات کہی کہ ماریا روزا کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہ رہا۔

''غیر معمولی لڑکی ہے'' میں نے بوڑھی عورت سے گھر واپس جاتے ہوئے راستے میں کہا۔ اور اس کے پاس جہیز بھی ہے۔ وہ برار دو کی تقدیر بنا دے گی۔''

''زیادہ امکان تو یہ ہے کہ بگاڑ کر رکھ دے گی'' وہ غصے سے بولی۔ میں نے اس کی بات پر تو کوئی خاص توجہ نہ دی، کیوں کہ ماریا روزا ہر بات کا تاریک پہلو دیکھتی ہے، مگر واپس آ کر ساری باتیں اپنے شوہر کو بتا دیں۔

مجھے دوسرے لوگوں کے معاملات میں الجھنا پسند نہیں، مگر ڈامیانو کی بیماری نے مجھے مجبور

کر دیا کہ میں ایلویرا پر نظر رکھوں، کیوں کہ میں بتا چکا ہوں کہ وہ میری بہن نزارینا کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس لئے ایک رات فوچینوں سے برار دو کے ساتھ واپس آتے ہوئے میں نے اس سے یہ ذکر چھیڑا۔

''ایلویرا پچیس برس کی ہوگئی ہے'' میں نے کہا ''اور ہمارے گاؤں کے لحاظ سے یہ عمر خاصی ہے۔ اور یہ اس کا باپ بیمار ہے۔ وہ کام کاج میں اس کا ہاتھ نہیں بٹا سکتا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ایلویرا کی اپنی حفاظت کے لئے شوہر چاہئے۔''

برار دو کی سانس رک گئی تھی۔

''اگر تم نے اس سے شادی نہ کی، تو وہ کسی اور سے شادی کر لے گی۔'' میں نے کہا۔

اچانک برار دو جیسے پاگل ہو گیا۔

''بند کرو یہ سب!'' اس نے ایسے لہجے میں کہا جس میں جواب کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اگلی صبح میں نے چوک میں اس کا انتظار کیا کہ فوچینو ساتھ چلیں مگر وہ نہ آیا۔ میں اس کے گھر گیا پتہ کروں وہ مجھ سے ناراض تو نہیں ہے، اور وہاں دیکھا کہ اس کی بوڑھی ماں آنسو بہا رہی ہے۔

''برار دو پاگل ہو گیا ہے۔'' اس نے کہا۔ ''اس کا انجام اس کے دادا جیسا ہوگا کل رات ایک لمحے کے لئے نہیں سویا۔ دو بجے اٹھ گیا۔ میں نے کہا بھی کہ فوچینو جانے کے لئے ابھی جلدی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو، اور اس نے کہا ''کامارلیس'' میں نے جو پوچھا کہ فوچینو میں کام مل رہا ہے تو وہاں کیوں جا رہے ہو، اور اس نے کہا، کہ وہاں پر اچھے پیسے ملیں گے۔ میں نے کہا کہ تم نے بھلا ہو، پیسوں کی کب پرواہ کی تھی۔ مگر اس نے روٹی اور پیاز اٹھالی اور کچھ کہنے سنے بغیر چلا گیا۔

اگلی صبح یہ بات پھیل گئی کہ برار دو روم کے علاقے چلا گیا ہے اور جس نے سنا حیرت کرنے لگا حالانکہ جو کسان روز مزدوری کر کے زندہ رہتا ہے، وہ اپنے گاؤں میں رہنے کا کار بند نہیں ہے، اگر اسے دوسری جگہ بہتر اجرت مل رہی ہو۔ مگر ہم اس وقت اور بھی زیادہ حیران ہوئے جب برار دو اسی رات واپس آ گیا۔

ہم چار پانچ لوگ سڑک کے وسط میں کھڑے ہوئے تھے۔ وہاں ماری ایٹا تھی بالڈی سیرا اور بوڑھا زومپا، اور ہم برار دو کی ہی بات کر رہے تھے۔ ہم آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ برار دو

کے سر میں یہ سما گئی ہوگی کہ کسی طور اپنی زمین واپس حاصل کر لے۔ مگر وہ ایسا کر کیسے سکتا ہے، اگر وہ روز روز محنت کر کے بھی بمشکل دو وقت کی روٹی حاصل کر سکتا ہے۔

''وہ دوگنی محنت کرے گا'' ماری ایٹا نے کہا۔ ''وہ رات کے لئے تھی کوئی مزدوری تلاش کرے گا۔''

''اس کی صحت خراب ہو جائے گی'' میں نے کہا'' زمین تو اسے مل جائے گی، مگر قبرستان ملے گی!''

مگر کسی نے یہ تجویز پیش نہیں کی کہ وہ ایلویرا کا خیال چھوڑ دے۔

''بھٹکتے پھرنے سے کچھ حاصل نہیں ہے'' بوڑھے زومپانے کہا۔ ''درخت ایک بار جڑ سے اکھڑ جائے تو پھر پھل نہیں دیتا۔''

جب ہم نے برارد و کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو ہمیں یہ سب مذاق لگا۔ مگر وہ اپنا بہترین لباس پہنے ہوئے تھا اور بغل میں پوٹلی دبائے ہوئے تھا۔ وہ واپس کیوں آ گیا تھا؟

''اب تو روم جانے کے لئے بھی پاسپورٹ چاہیئے!'' برارد و چیخا۔ ''ہر روز کوئی نہ کوئی سوچ لیتے ہیں!''

''کیوں؟'' بالڈی سیرا نے پوچھا۔ ''روم اب اطالیہ کا حصہ نہیں رہا؟''

برارد و پر جو بیتی وہ ہماری سمجھ میں پوری طرح نہ آئی۔

''میں اسٹیشن پر تھا۔'' اس نے کہا۔ ''میں ٹکٹ پہلے ہی خرید چکا تھا۔ سپاہیوں کی ایک ٹولی وہاں آ گئی اور سب سے کاغذات مانگنے لگی اور یہ کہ ہم سفر کس لیے کر رہے ہیں۔ میں نے سچ کہہ دیا کہ میں کام کرنے لئے کاماریس جا رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا:

''بہت اچھے! کاغذات ہیں تمہارے پاس؟''

''کون سے کاغذات؟'' میں نے کہا۔

''کاغذات کے مغیر تم کام نہیں کر سکتے۔''

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کون سے کاغذات کی بات کر رہے ہیں۔ انہوں نے وہیں سے میرا ٹکٹ واپس کروایا اور مجھے اسٹیشن سے باہر بھجوا دیا۔ مجھے یہ سوجھی کہ اگلے اسٹشین تک پیدل گیا اور وہاں سے سوار ہو گیا۔ مگر وہاں بھی ٹکٹ لیتے ہی پولیس والے آ گئے۔ کہاں جا رہے ہو؟ کاماریس جا رہا ہوں کام کرنے کے لئے۔ انہوں نے پھر کہا:

MashalBooks.com

''ذرا کاغذات تو دکھاؤ!''

''کون سے کاغذات؟ کاغذات کا اس سے کیا تعلق ہے؟''

''ان کے بغیر تم کام نہیں کر سکتے۔ یہ نیا قانون بنا ہے، اندرون ملک نقل مکانی کے بارے میں، میں نے انہیں بتانا چاہا کہ میں اندرون ملک نقل مکانی نہیں کر رہا بلکہ کام کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

''ہمیں احکامات ملے ہوئے ہیں''۔، انہوں نے کہا۔'' کوئی بھی شخص اب کاغذات کے بغیر ریل پر سوار نہیں ہو سکتا، اگر وہ کام کرنے کے لئے کسی اور جگہ جا رہا ہو۔''

پھر سے مجھے ٹکٹ کے پیسے دلوا دیے اور اسٹیشن سے باہر بھجوا دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کاغذوں کا کیا چکر ہے۔ میں ایک سرائے میں گیا اور وہاں موجود لوگوں سے پوچھنے لگا۔

''کاغذات؟ تمہیں ان کاغذات کے بارے میں معلوم نہیں؟'' ایک گاڑی بان نے مجھ سے کہا۔''جنگ کے دنوں میں تو صرف کاغذوں کے بارے ہی میں بات ہوتی تھی۔'' اور یوں پورا دن ضائع کر کے میں لوٹ آیا۔

جنرل بالڈی سیرا اس واقعے سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ اس نے اپنے پرانے کاغذات نکالے اور ایک دستہ دکھانے لگا۔

''یہاں بھی کاغذوں کی بات ہوئی تھی۔'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔ اور یہ سچ بھی تھا، اس دستے میں کاغذوں کا ذکر ہی تھا۔ دست کاروں کی انجمن نے مطالبہ کیا تھا کہ وہ موچی کے کام کا باقاعدہ لائسنس حاصل کرے۔''

عجیب اتفاق تھا کہ وہ خطوط بھی ان ہی دنوں ملے جب برار دو کے ساتھ واقعات پیش آئے، اور اس اتفاق کی وجہ سے مجھے یہ مذاق معلوم ہوا۔

''حکومت کو موچیوں اور رنگ ریزوں سے کیا سروکار؟'' میں نے پوچھا۔''حکومت کو اس سے کیا فرق پڑتا ہے اگر ایک کسان کام کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا ہے؟ حکومت کے پاس کرنے کے لئے اور بہت کام ہیں ایسی باتیں تو جنگ کے دنوں میں ہوتی ہیں۔ ان دنوں تو کوئی جنگ نہیں چھڑی ہوئی۔

''تمہیں کیا پتہ اس کے بارے میں؟'' جنرل بالڈی سیرا نے بیچ میں بات کاٹ دی۔''تمہیں کیا پتہ کہ جنگ ہو رہی ہے کہ نہیں۔

Masha Books.com

''اگر حکومت نے یہ پابندی لگائی ہے کہ ہر شخص کے پاس پورے کاغذات ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ جنگ ہو رہی ہے'' جنرل بالڈی سیرا نے اداس لہجے میں کہا۔

''یہ جنگ کس کے خلاف ہے؟'' برار دو نے پوچھا۔'' کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جنگ چھڑی ہوئی ہے اور کسی کو اس کے بارے میں پتہ نہ ہو؟''

''تمہیں ان چیزوں کا کیا پتہ؟'' جنرل نے جواب دیا۔''تمہیں اس سے کیا مطلب، تم بڑے جاہل کسان ہو جس کے پاس زمین تک نہیں ہے۔ جنگوں میں لڑتے تو کسان ہیں، مگر جنگ کا اعلان حکومت کرتی ہیں۔ جب پچھلی جنگ چھڑی تھی تو فونتامارا میں کسی کو پتہ نہ تھا کہ یہ کس کے خلاف ہے؟ پلاٹو کا خیال تھا کہ شہنشاہ منسیلک کے خلاف ہے۔ سمپلی سیانو کا خیال تھا ترکوں کے خلاف ہے۔ بہت بعد میں پتہ چلا تھا کہ ترینت اور تریست کے خلاف ہے۔ اور ایسی جنگیں بھی ہوئی ہیں جن میں کسی کو پتہ نہیں تھا کہ ہم کس کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ جنگ اتنی مشکل ہوتی ہے کہ جیسے یہ کاغذات والی بات، اور اس سے مرعوب ہو جاتا ہے۔ شہروں والے زیادہ بڑا حصہ دیکھتے ہیں، جیسے بیرکیں اور اسلحہ کے کارخانے وغیرہ۔ بادشاہ پورا ملک دیکھ سکتا ہے۔ صرف خدا ہر چیز کو دیکھ سکتا ہے۔''

''جنگیں اور وبائیں'' زومپا نے کہا'' حکومت نے اس لئے ایجاد کیے تا کہ کسانوں کی تعداد کم کر سکے۔ شاید اب ہم پھر بہت زیادہ ہو گئے ہوں گے۔''

''مگر کیا تم لائسنس بنوا رہے ہو؟'' میں نے بات کو ختم کرنے کے لئے بالڈی سیرا سے پوچھا۔

''لائسنس تو میں لے لوں گا۔ لیکن پیسے دے کر نہیں۔ پکا یقین رکھو کہ میں اس کی قیمت ادا نہیں کروں گا۔''

اس بات کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کے باوجود، جس وقت لائسنس اور اجازت ناموں کا ذکر ہوتا، ہم سب ایک ہی بات کہہ رہے ہوتے۔

اس رات جنگ کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا۔ زیادہ تر گھرانوں میں یہی بات چل رہی تھی۔ ہر شخص دوسرے سے پوچھ رہا تھا:

''یہ جنگ کس کے خلاف ہے؟''

اور کسی کو جواب معلوم نہیں تھا۔ ماری ایٹا کے گھر کے سامنے بیٹھے بیٹھے، جنرل بالڈی سیرا

بڑے تحمل سے ہر ایک کو جواب دیتا۔ اسے یہ بہت پسند تھا۔

''جنگ کس کے خلاف ہے؟ مجھے خود نہیں معلوم۔ کاغذ میں یہ تو نہیں لکھا۔ اس میں اتنا ہی لکھا ہے کہ لائسنس کی قیمت ادا کرو۔''

وہ ہر ایک سے یہی کہہ رہا تھا۔

''ادا کرو۔ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ رقم ادا کرو۔'' کسان بڑبڑا رہے تھے۔ معاملات اس وقت اور الجھ گئے جب غیر متوقع طور پر انوسینسو لا گیلے وہاں آن پہنچا۔

اس کے وہاں واپس آنے کی کوئی معقول وجہ ہوگی کیوں وہ کئی مہینوں تک ڈرا رہا۔ وہ اپنی مرضی سے وہاں نہیں آیا ہوگا۔ ایک لحظے کے لئے تو وہ سہم گیا جب اس نے ہر ایک کو ہر طرف سے اپنی جانب آتے دیکھا۔ اس سے پہلے کہ وہ گر کر ڈھیر ہو جائے ماری ایٹا نے اسے ایک اسٹول پکڑا دیا۔

''معاف کیجیے گا'' اس نے بڑی دھیمی، اکھڑی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

''ڈریے مت! کیا میں ڈراؤنا ہوں؟''

''بولو!'' برار دو نے حوصلہ افزاء لہجے میں کہا۔

''ہاں۔۔۔ بات صاف کرلوں'' انو سینسو نے بات جاری رکھی۔ کوئی نیا ٹیکس نہیں۔ سارے ولیوں کی قسم کھاتا ہوں!۔۔۔ کوئی نئی ادائیگی! اگر نیا محصول ہو تو اللہ میری آنکھیں پھوڑ ڈالے!''

ایک مختصر سا وقفہ آیا، اتنا کہ اللہ تعالیٰ بھی اس معاملہ پر غور کرلے اور اس وقفے کے بعد انوسینسو کی آنکھیں باقی رہیں۔

''بولتے رہو!'' برردو نے حکم دیا۔

''آ آ۔۔۔ ہاں آں۔۔۔ تمہیں وہ رات یاد ہے جب فوجی دستے کا آدمی یہاں آیا تھا؟۔۔۔ اچھا!۔۔۔ عمدہ!۔۔۔ بہت خوب!۔۔۔ اچھا تو کیویلیر پیلینو نے حکام کو اطلاع دی ہے کہ فونتامارا موجودہ حکومت کے دشمنوں کا گڑھ ہے۔ پریشان مت ہو۔ اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں کیویلیر نے وہ ساری باتیں دہرائیں، لفظ بہ لفظ جو یہاں اسکی موجودگی میں حکومت اور کلیسا کے بارے میں کہی گئیں۔ غالباً اس نے تمہارا مطلب غلط لیا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ معاملہ سنجیدہ نہیں ہے، نہ کوئی رقم ادا کرنا ہے، بالکل بھی نہیں۔ بس کچھ غیر اہم سی

تفصیلات ہیں جو شہر میں تو اہم ہیں مگر ہر عقلمند کسان جانتا ہے کہ ایسی باتوں کی پرواہ نہیں کرتے۔''

انوسینسو کو فونتامارا کے بارے میں ہونے والے فیصلے کے بارے میں زیادہ نہیں معلوم تھا۔ وہ تو محض شہری حکام کا قاصد تھا، اور جو فیصلہ ہوا تھا اس کے صرف انہی حصوں سے واقف تھا جن کی اطلاع سے دوسرے لوگوں کو دینی تھی۔ باقی اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ اور نہ معلوم مرنے کی پرواہ تھی۔ پہلا فیصلہ تو یہ تھا کہ گاؤں میں کرفیو کا پرانا قانون نافذ ہو جائے گا۔ شام کا تارہ نکلنے کے ایک گھنٹے بعد کوئی کسان گھر سے باہر نہیں نکل سکے گا، اور نور کے تڑکے تک گھر میں رہنا ہوگا۔

''اور پیسے اتنے ہی رہیں گے؟'' انوسینو نے پوچھا۔

''پیسوں کا اس سے کیا تعلق ہے؟'' انوسینو نے پوچھا۔

''تمہارا کیا مطلب ہے کہ کیا تعلق ہے؟ اگر ہم سویرا ہونے تک گھر سے باہر نہیں نکل سکے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ فوچینو جہاں ہم کام کرتے ہیں، بارہ بجے دن تک پہنچ سکیں گے۔ اگر ہم کو تھوڑے سے کام کے پورے پیسے مل جائیں تو پھر کرفیو زندہ باد!''

''اور فصلوں کا کیا ہوگا؟'' پلاٹو نے پوچھا۔ ''اگر ہم کو گھر ہی رہنا ہے تو ہم رات کو کھیتوں میں پانی کیسے دے سکتے ہیں؟''

''تم سمجھتے نہیں ہو!'' اس نے کہا یا محض مجھے آزار پہنچانے کے لیے ظاہر ایسا کر رہے ہو کہ سمجھتے نہیں ہو۔ تم سے کس نے کہا ہے کہ اپنے طور طریقے بدل دو؟ تم کسان ہو اور جس طرح جی چاہے کام کرتے رہو۔ مگر ٹھیکیدار پوڈیستا بن گیا ہے اور اسے تم پوڈیستا کا کام کرنے سے روک نہیں سکتے۔ اور میں کیا ہوں۔ شہری حکام کا قاصد۔ ٹھیکے دار نے پوڈیستا کے طور پر اپنے آپ کو اعلیٰ حکام سے محفوظ رکھنے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے تمہیں حکم دیا ہے کہ رات کو گھر سے باہر نکلو۔ میں تو قاصد ہوں اور حکم لے کر آیا ہوں۔ تم کسان لوگ جو جی چاہے کرو۔''

''اور قانون کا کیا ہوگا؟'' جنرل بالڈی سیرا نے گلا پھاڑ کر چلاتے ہوئے کہا۔ ''قانون اب کہاں جا کر دم لے گا؟ قانون ہے کہ نہیں ہے؟''

''تم کس وقت بستر پر لیٹتے ہو؟''

''اندھیرا ہونے ہی۔'' اس بوڑھے اور نیم اندھے موچی نے جواب دیا۔

''اور کس وقت اٹھتے ہو؟''

''دس بجے، اس لئے کہ کوئی خاص کام نہیں ہے۔ پھر میں بوڑھا ہو گیا ہوں، تھک گیا

ہوں۔''

''بہت خوب!'' قاصد صاحب نے کہا۔''میں تمہیں اس قانون کا نگران مقرر کرتا ہوں۔''

ہم سب ہنس پڑے۔مگر بالڈی سیرا اداس تھا، اور چونکہ جھٹپٹا ہو رہا تھا اس لئے گھر چلا گیا۔

اس غیر متوقع کامیابی اور ہنسی ٹھٹھے پر کانوسینسو بہت خوش تھا۔اس کا تناؤ کم ہوا۔اس نے سگریٹ سلگالیا۔مگر وہ عجیب طریقے سے سگریٹ پیتا تھا۔منہ سے دھواں چھوڑنے کے بجائے وہ دھواں اندر ہی رکھتا اور نتھنوں سے خارج کرتا، دونوں نتھنوں سے نہیں (وہ تو ہم بھی کر سکتے ہیں) بلکہ پہلے ایک سے، پھر دوسرے سے۔اس نے اپنی عارضی مقبولیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فونتامارا کے بارے میں دوسرا فیصلہ ہمیں سنایا۔عوامی استعمال کی تمام جگہوں پر یہ اعلان لکھا ہوا ہوگا:

یہاں پر سیاسی گفتگو کرنا منع ہے۔

ماری ایٹا کا شراب خانہ فونتامارا میں عوامی استعمال کی اکلوتی جگہ تھی۔اس کو انوسینسو نے ایک کاغذ تھما دیا جس پر پوڈیستا کی طرف سے یہ حکم درج تھا کہ اگر اسکی دکان پر کوئی سیاسی گفتگو ہوئی تو یہ انہیں کی ذمہ ادری ہوگی۔

''مگر فونتامارا میں تو کوئی بھی سیاست کے بارے میں نہیں جانتا'' ماری ایٹا نے کہا، اور وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔''یہاں تو کسی نے کبھی سیاسی گفتگو نہیں کی۔''

''تو پھر کیویلیر پیلنو کو کس بات کا اتنا غصہ تھا؟'' انوسینسو نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہم نے سب چیزوں کے بارے میں تھوڑی بہت بات کی تھی'' ماری ایٹا نے اپنی بات جاری رکھی۔''ہم نے قیمتوں، تنخواہوں، محصول اور قانون کی بات کی تھی آج ہم لائسنس، جنگ اور نقل مکانی کی بات کر رہے ہیں۔''

''لیکن نئے قانون کے تحت ان چیزوں کے بارے میں آپ بات نہیں کر سکتے۔'' انوسینسو نے کہا۔'' اور یہ صرف فونتامارا کے لئے نہیں ہے یہ سارے اطالیہ کے لئے ہے۔آپ عوامی استقبال کی جگہوں پر قیمتوں، تنخواہوں، محصول اور قانون کے بارے میں بات نہیں کر سکتے۔''

''یعنی آپ بحث نہیں کر سکتے۔'' برار دو نے نتیجہ اخذ کیا۔

MashalBooks.com

''بالکل! برار دو کی سمجھ میں پوری بات آ گئی ہے!'' انوسینسو نے کہا۔ ''اب آپ بحث نہیں کر سکتے۔ یہ ہے نئے احکام کا خلاصہ۔ بحث بالکل نہیں۔ اور پھر بحث کا فائدہ ہی کیا ہے؟ اس قسم کے بے کار رسم و رواج کو ختم کرنا ہے۔''

انوسینسو کا طمینان دو چند ہو گیا جس وقت برار دو نے اس کے ساتھ اتفاق کیا، اور کہا کہ وہ دیوار پر لکھے ہوئے نشانوں کو واضح کر دے گا اور ہمارے سامنے ہی کاغذ کے بڑے سے ٹکڑے پر خود ہی لکھ دیا۔

پوڈیستا کے حکم کے مطابق
اب کوئی بحث مباحثہ نہیں ہوگا۔

برار دو نے یہ نشان شراب خانے کے باہر اونچی جگہ پر لگا دیا۔ ہم اس کی خوش مزاجی پر حیران تھے۔ اس کا رویہ اور بھی واضح ہو گیا جب اس نے اعلان کیا:

''خبردار، اس اعلان کو کوئی ہاتھ نہ لگائے!''

انوسینسو نے اس نے ہاتھ ملایا اور اس سے گلے ملنے لگا۔

لیکن جلد ہی برار دو نے اس گرم جوشی کا سبب بھی ظاہر کر دیا اور انوسینسو کی خوشی پر ادسی پڑ گئی۔

''میں تو ہمیشہ سے وہی کہتا آیا ہوں جو پوڈیستا نے آج کہا ہے۔ زمین داروں سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرا اصول تو یہ ہے۔ کسانوں کی ساری مصیبتیں بحث کرنے سے آتی ہیں۔ کسان بحث کرنے والا گدھا ہے اس لئے ہماری زندگی اصلی گدھوں کی زندگی سے سو بدلر ہے، جو کہ بحث نہیں کرتے (یا ظاہر یہی کرتے ہیں!) بے وقوف گدھا ڈیڑھ سو، دو سو بلکہ ڈھائی سو پاؤنڈ تک وزن اٹھا لیتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ بے وقوف گدھے کو تھوڑی سی گھاس کی ضرورت ہوتی ہے تم اس سے وہ نہیں حاصل کر سکتے جو سؤر نی سے یا بکری سے یا گھوڑے سے حاصل کر سکتے ہو۔ چاہے جتنی بحث کرو وہ نہیں مانے گا۔ وہ تمہاری بات نہیں سمجھے گا، یا ظاہر یہی کرے گا۔ مگر کسان تو بحث کرتا ہے۔ اسے باور کرایا جا سکتا ہے کہ زمیں داروں کی حمایت کرے۔ اسے آمادہ کیا جسکتا ہے کہ جنگ پر چلا جائے۔ اسے آمادہ کیا جا سکتا ہے کہ اگلی دنیا میں

جہنم ہے، چاہے اس نے اسے دیکھا نہ ہو۔ اس کا جو نتیجہ ہوا ہے اسے دیکھو! آس پاس دیکھو اس کا کیا نتیجہ ہوا ہے۔!''

ہمارے لئے یہ کوئی بات نہیں تھی مگر انوسینو لا لیگے دہل گیا۔

''ایک گدھے کو لو، وہ کھانے کے بغیر نہیں رہے گا۔'' برار دو بولتا رہا۔ ''وہ کہے گا اگر میں کھاؤں گا تو کام کروں گا، نہیں کھاؤں گا تو کام نہیں کرونگا۔ خیر وہ اس قسم کی بات کہتا نہیں ہے کیونکہ وہ کسی بحث میں نہیں پڑتا۔ لیکن وہ قدرتی طور پر عمل اسی طرح کرتا ہے۔ ذرا سوچو اس وقت کیا ہوگا اگر یہ ہزار دہقان جو فوچینو کی کاشت کرتے ہیں، یہ بحث کرنے والے گدھوں کی بجائے، یعنی ایسے گدھوں کی بجائے جن کو سدھایا جاسکتا ہے، باتوں سے رام کیا جا سکتا ہے، سپاہیوں، ملاؤں اور ججوں کے ذریعہ ان پر دھونس جمائی جاسکتی ہے، یہ بحث کرنے والے گدھوں کی بجائے سچ مچ کے گدھے بن جائیں جو بحث میں نہیں پڑتے، بس عمل کرتے ہیں؟ تو پھر شہزاد تو رلونیا کو پیٹ بھرنے کے لئے بھیک نہیں مانگنا پڑے گی؟۔۔۔ میرے دوست انوسینو تم نے یہاں پہنچنے کے لئے ایک اچھی سایہ دار سڑک پکڑی تھی، اور جلد ہی اس سڑک سے تم واپس جا رہے ہوگے۔ ہم تمہیں جان سے کیوں نہیں مار دیتے؟ ہمیں کیا چیز روک رہی ہے، بتاؤ مجھے؟''

انوسینو جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر کہہ نہ سکا۔ اس کا چہرہ فق ہو کر بالکل سفید ہو گیا۔

''میں تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا چیز ہمیں روکے ہوئے ہے۔'' برار دو نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''اس کے ممکنہ نتائج کے بارے میں بحث ہمیں روک سکتی ہے۔ مگر تم نے انوسینو آج اپنے ہی ہاتھوں سے اعلان لکھ دیا ہے آج کے دن سے پوڈیستا کے حکم سے بحث مباحثہ بالکل بند ہے۔ تم نے اپنے ہی ہاتھوں وہ دھاگا توڑ دیا جس سے تمہاری حفاظت بندھی ہوئی تھی!''

''اچھا، تم کہتے ہو کہ تم بحث مباحثے کے خلاف ہو'' انوسینو بڑی کوشش کے بعد اتنا کہہ سکا۔ ''مگر مجھے لگتا ہے۔۔۔ یعنی کہ۔۔۔ میں نے تو کسی گدھے کو۔۔۔ یعنی بے وقوف کسان کو۔۔۔ اس طرح کی باتیں کرتے نہیں سنا۔

''اگر بحث کرنا صرف زمین داروں اور افسروں کے لئے مناسب ہے،'' میں نے برار دو سے پوچھا، ''تو پوڈیستا نے تمام بحث و تکرار کو کس لئے بند کر دیا ہے؟''

برار دو نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، پھر کہنے لگا:

''دیر ہو گئی ہے۔ کل صبح تین بجے اٹھنا ہے فوچینو جانے کے لئے۔ شب بخیر!''

اور وہ گھر چلا گیا۔

اس سے بحث عموماً اسی طرح ختم ہوتی تھی۔ وہ گھنٹوں واعظ کی طرح بولتا اور چیختا رہتا۔ اس کے منہ میں جو آتا احمقانہ اور غصے سے بھری باتیں کیے جاتا اور اس لہجے میں کہتا کہ مزید تکرار کی گنجائش نہ رہتی۔ اور جب وہ دل کی بھڑاس نکال چکتا، اور کوئی سوال ایسا پوچھ لیا جاتا جس پر وہ شرمندہ ہو جاتا تو وہ کچھ کہے سنے بغیر چلا جاتا انوسینیو اس شام فونتامارا ہی میں ٹھہر گیا۔ شاید برار دو کی باتوں کی وجہ سے یا اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے، اس نے پسند یہ کیا کہ ماری ایٹا کے ہاں رات گزارے۔ میں یہ بتادوں کہ یہ پہلی دفعہ نہیں تھی کہ اس نے ایسا کیا تھا۔ بلکہ ہم تو آپس میں کہتے تھے۔

''وہ شادی کر سکتے ہیں، تو پھر شادی کیوں نہیں کر لیتے؟''

ماری ایٹا نے سمجھایا۔ ''اگر میں شادی کرلوں تو سورما کی بیوہ کے طور پر جو پنشن ملتی ہے وہ بند ہو جائے گی۔ قانون ہی ایسا ہے۔''

اور بعض مرد سمجھتے تھے کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ مگر عورتوں کی رائے مختلف تھی۔

MashalBooks.com

4

جون کے آخر میں یہ خبر پھیل گئی کہ مارسیکا کے کسانوں کے نمائندے اویزانو میں ایک تقریب میں بلائے جارہے ہیں تاکہ فوچینو کے سوال پر روم کی نئی حکومت کے فیصلے سن سکیں۔

یہ خبر، جو برار دو اتنی امیدوں کے ساتھ ہمیں سنانے کے لئے لے کر آیا، عجیب سی معلوم ہورہی تھی کیونکہ پچھلی حکومتیں تو یہ ماننے پر تیار ہی نہ ہوتی تھیں کہ فوچینو میں کوئی مسئلہ بھی ہے۔اور انتخابات کے خاتمے کے بعد ڈون سرکوستانزا نے بھی اس معاملے کو فراموش کر دیا تھا جو ان کی اتنی بہت سی تقریروں کا موضوع بنا رہا تھا۔مگر روم کی نئی حکومت کے بارے میں کوئی شک نہ تھا، کیونکہ ہم اس کے بارے میں کافی دنوں سے سن رہے تھے۔اس کا مطلب یہ معلوم ہورہا تھا کہ جنگ ہو چکی تھی یا چھڑنے والی تھی کیونکہ جنگ ہی پرانی حکومت کو ہٹا کر نئی حکومت کو لاسکتی ہے۔یہی ہوا تھا جب دنیا کے اس حصے میں جس میں ہم رہتے ہیں، بوزلون خاندان ہسپانیوں کی جگہ لے لی تھی، اور پیدموتیز نے بوزلون کی جگہ۔مگر ابھی تک کسی کو نہیں معلوم تھا کہ یہ نئے حکمراں کسی طرح کے تھے یا یہ کس ملک سے آئے تھے۔

جب بھی کوئی نئی حکومت آتی ہے، غریب کسان اس کے سوا اور کیا کرسکتا ہے کہ یہ کہے: ''یا مولا اچھی بھیج!'' بالکل اسی طرح جیسے موسم گرما میں جب افق پر کالے کالے بادل امڈ آئیں تو یہ فیصلہ کرنا کسان کا کام نہیں ہے کہ ان سے بارش برسے گی یا اولے پڑیں گے بلکہ یہ فیصلہ خدا کا ہے۔بہرحال یہ بات عجیب لگ رہی تھی کہ نئی حکومت کے نمائندے کسانوں سے روبرو بات کرنا چاہتے ہیں۔ہم کو یقین کرنے میں خاصا تامل تھا۔مگر جنرل بالڈی سیرا کو نہیں تھا۔

''پرانا قانون لوٹ آیا ہے'' وہ سمجھانے لگا۔''جب دربار اور کسانوں کی جھونپڑیوں کے درمیان فوجی بیرکیں نہ تھیں؟ نہ وہ چھوٹے بڑے اہلکار تھے جواب ہیں بادشاہ سال کے سال کسانوں کا بھیس بدل کر میلے ٹھیلوں میں جاتے تھے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ لوگوں کے دکھ درد

کیا ہیں۔ پھر انتخابات آ گئے ،اور غریب عوام حکمرانوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ اب جو تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے تو وہ پرانا قانون پھر لوٹ کر آ رہا ہے۔ وہی قانون جسے ختم نہیں ہونا چاہیئے تھا۔''

مشیل زومپا کا بھی یہی عقیدہ تھا، مگر وجہ مختلف تھی۔''

''انتخابات کے نتیجے میں آنے والی حکومت ہمیشہ امیروں کے قابو میں ہوتی ہے اس لئے کہ امیر لوگ ہی انتخابات کرواتے ہیں'' اس نے کہا۔ ''لیکن اگر محض ایک آدمی حکومت کو سنبھال رہا ہے تو وہ امیر کو ڈرا سکتا ہے۔ کیا ایک کسان اور ایک حاکم کے درمیان رقابت یا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ یہ خیال ہی مضحکہ خیز ہے۔ لیکن ایک حاکم اور شہزادہ تورلوینا کے درمیان ہو سکتا ہے۔''

فوچینو کی تقسیم سے تھوڑی سی زمین مل جانے کی امید نے برار دو بولنے اور ہر ایک کی رائے کی تردید کرنے سے باز رکھا، ورنہ اس کی تو عادت ہی یہی تھی۔

''ساری حکومتیں چوروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔'' اس نے کہا۔ ''ظاہر ہے کہ کسانوں کے لئے یہ ہی بہتر ہو گا کہ ایک چور کی حکومت ہو بجائے اس کے کہ پانچ سو چوروں کی حکومت ہو، کیوں کہ ایک بڑا چور، چاہے کتنا بڑا ہی کیوں نہ ہو، پانچ سو چھوٹے چوروں سے تو کم کھائے گا۔ اگر وہ لوگ فوچینو کی زمینوں کو تقسیم کر رہے ہیں تو پھر فونتامارا کو اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھانا ہو گی۔''

اور اس ناگزیر امکان پر برار دو ایسے نشاط انگیز جذبے کی گرفت میں آ گیا کہ اسے اپنے آپ پر قابو نہ رہا۔ اور وہ کسی اور چیز کے بارے میں بات کر ہی نہیں سکتا تھا۔

''فوچینو کی زمین ہی سرزمین موعود ہے!'' وہ کہہ رہا تھا۔ ''وہاں ایک دانہ اگاؤ تو اس کے بدلے دس ملیں گے۔ اچھی، شاداب زمیں ہے جس میں پتھر بھی نہیں ہیں اور سیلاب سے محفوظ سطح پر ہے۔''

مگر یہ کسے معلوم نہ تھا اور ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ پہاڑی گاؤں فونتامارا کو کبھی بھی ان زمینوں پر حقوق نہیں ملے جو جھیل کے کنارے پر تھیں، اور اس وجہ سے جھیل سے زمین نکالی گئی تو فونتامارا کو اس سے فائدہ اٹھانے والوں سے علیحدہ ہی رکھا گیا۔

''علیحدہ!'' برار دو چلایا۔ ''مگر جب وہاں کام ہو رہا تھا تو ہم بھی فوچینو گئے تھے!''

''مگر مزدوروں کے طور پر،'' زومپا نے کہا۔ ''زمین کے مالک کے طور پر نہیں۔ اگر تم دن

بھر بادشاہ کے باغ میں مزدوری کرلوتو کیا اس کے بعد وہاں کی زمین پر دعویٰ کرنے لگو گے؟''

''انہیں مزدور کے طور پر ہماری ضرورت ہے تو ہمیں زمین کرائے پر کیوں نہیں دے دیتے؟'' برار دو نے مکہ ہلاتے ہوئے کہا۔

کئی برس سے فونتا مارا اس حق کی بھیک مانگ رہا تھا، مگر وہ ہمیشہ ہم پر ہنس دیتے تھے۔ ''تم پہاڑی لوگ ہو'' وہ کہتے تھے ''اگر تمہیں زمین چاہیئے تو جا کر پہاڑوں میں ڈھونڈو۔''

مگر ایک اتوار کی صبح ایک ٹرک ایسا شور مچاتا ہوا گاؤں میں داخل ہوا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دے۔ وہ چوک کے عین وسط میں رک گیا۔ ٹرک سے وردی پہنے ہوئے ایک آدمی اترا اور وہاں جمع ہو جانے والوں کو پکارنے لگا:

''اویزانو! ہم اویزانو جا رہے ہیں۔ چلو، آؤ!'' اور اس نے ٹرک کی طرف اشارہ کیا۔

''کتنے پیسے لگیں گے؟'' بوڑھے زومپانے پوچھا۔

''مفت ہے؟'' وردی والے نے بتایا'' ۔آنا جانا دونوں مفت۔ آؤ! آؤ! جلدی سے آؤ ورنہ دیر ہو جائے گی!''

''مفت!'' زومپانے ہونٹ سکیڑ لئے اور سر ہلانے لگا۔

''تم پیسے ادا کرنا پاہتے ہو؟'' وردی والے نے پوچھا۔

''نہیں!'' زومپانے جلدی سے کہا۔ ''خدا بچائے اس سے! لیکن اگر مفت ہے تو پھر اس میں دھوکا ہے۔''

وردی والے ڈرائیور نے اس پر مزید کوئی توجہ نہیں دی، اور دوبارہ چلانے لگا:

''جلدی آؤ! پہلے آؤ پہلے جگہ پاؤ!''

برار دو بھاگتا ہوا اور کچھ کہے سنے بغیر، بلکہ ایک ایسی خوشی کے ساتھ جو ہم نے اس سے پہلے اس میں کبھی نہ دیکھی تھی، ٹرک پر کود گیا۔

اس کے بعد کوئی ٹال مٹول تو نہ ہوئی، مگر ہم پھر بھی ذرا شک میں تھے۔ اس دن گاؤں میں ہم دس لوگ تھے۔ باقی کھیتوں پر تھے، کیوں کہ موسم گرما میں جب کرنے کے لئے بہت کام ہوتے ہیں تو کلیسا ہمیں سبت کے دن بھی کام کرنے کی اجازت دے دیتی ہے۔ مگر ہم میں سے کوئی بھی حکومت پر اس بات سے ناواقفیت کا الزام معلوم ہوگا کہ فصل کیا ہوتی ہے۔

اچانک ہمارے اندر وہ پرانی امید بیدار ہو گئی: میدانی علاقوں کی وہ اچھی شاداب زمین

جس کا ذکر ڈون سر کو ستانزا نے کتنی بار ہم سے کیا تھا (خاص طور پر انتخابات سے ذرا پہلے)۔ ''فوچینوان کسانوں کے حوالے ہونا چاہئیے جو وہاں کام کرتے ہیں!'' یہ تھا ڈون سر کو ستانزا کا نعرہ۔ ''فوچینو کو شہزادے سے اور نقلی دعوے داروں سے، امیر جاگیرداروں، وکیلوں اور دوسرے پیشہ ور لوگوں سے واپس لے کر ان لوگوں کو دینا چاہئیے جو اس پر کام کرتے ہیں۔ یعنی کسانوں کو۔''

اس وجہ سے ہم بہت پر جوش تھے جس وقت ہم ٹرک پر بیٹھے۔ اور ہم یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہے تھے کہ اویزانو میں اس دن زمینوں کی تقسیم ہوگی اور حکومت نے ٹرک اس لئے بھجوایا ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ کسان اس میں شریک ہوں۔ اس لئے جو تھوڑے سے لوگ وہاں موجود تھے: برار دو ویولا، انتونیو لازایا، ڈیلا کروچے، بالڈو وینو، سمپلی سیو، گیا کو بے، پلاٹو اور اس کا بیٹا کا پورالے، اسکام روزا اور میں۔ ہمیں بہت افسوس ہوا کہ ہمیں قمیض بدلنے کا موقع بھی نہ ملا، مگر ڈرائیور نے جلدی، جلدی کا شور مچایا ہوا تھا۔

لیکن نکلنے سے پہلے، عین آخری لمحے پر، اس نے پوچھا:

''تمہارا پھریرا کہاں ہے؟''

''کون سا پھریرا؟''

''مجھے جو احکامات ملے ہیں، ان میں صاف لکھا ہوا ہے کہ کسانوں کے ہر ایک گروہ میں ایک پھریرا ضرور ہونا چاہیئے۔''

''مگر پھریرا ہوتا کیا ہے؟'' ہم نے شرمندہ ہو کر پوچھا۔

''پھریرا، جھنڈا ہوتا ہے۔'' ڈرائیور نے ہنستے ہوئے بتایا۔

ہم ایسے جلسے میں حکومت پر برا تاثر نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ جہاں فوچینو کا سوال طے کیا جا رہا ہو۔ لہذا ہم نے تیوفلو کا مشورہ مان لیا۔ جس کے پاس گرجا گھر کی چابیاں رہتی تھیں اور جس نے کہا کہ اپنے ساتھ سان روکو کا نشان لے چلیں۔ وہ اسکام روزا کے ساتھ گرجے سے نشان لانے کے لئے چلا گیا، مگر جب ڈرائیور نے انہیں آتے ہوئے دیکھا کہ بڑی مشکل سے تیس فٹ لمبا بانس اٹھائے چلے آ رہے ہیں جس پر سان روکو کا بہت بڑا نیلا اور سفید نشان لگا ہوا ہے اور اس پر سان روکو کی تصویر بنی ہوئی ہے کہ جس میں کتا ان کے زخموں کو چاٹ رہا ہے تو اس نے اس کو ساتھ لے چلنے کی مخالفت کی۔ مگر فونتا مارا میں ہمارے پاس کوئی اور جھنڈا نہیں ہے اور برار دو کے

اصرار پر، ڈرائیور سے ساتھ لے چلنے پر مان گیا۔

''اس سے اور تفریح رہے گی۔'' اس نے کہا۔

چلتے ہوئے ٹرک میں اسے سنبھالنے کے لیے تین آدمیوں کو باری باری پکڑنا پڑتا تھا جو خاصا مشکل تھا۔ یہ نشان جھنڈے سے زیادہ کسی طوفان زدہ جہاز کا پرچم معلوم ہوتا تھا۔ یہ کافی دور سے نظر آ رہا ہوگا، کیوں کہ ہم نے دیکھا کھیتوں میں کام کرنے والے کسان حیرانی کا اظہار کر رہے ہیں اور عورتیں دوزانو ہو کر صلیب کا نشان بنا رہی ہیں۔

ٹرک پہاڑی راستے پر ڈگمگاتا ڈولتا چلا گیا، کسی بھی موڑ کی پرواہ کیے بغیر اور ہم یوں لڑھکتے رہے جیسے ریل گاڑی کے ڈبے میں مویشی۔ مگر ہم ہر بات پر ہنستے رہے۔ ٹرک کی غیر معمولی رفتار نے بھی اس سفر کو ایک انہونے واقعے کا درجہ دے دیا۔ اور جب آخری موڑ کے بعد ہم فوچینو کی وادی میں پہنچے تو جذبات کی شدت نے ہمیں مغلوب کر دیا۔ وادی سرمین موعود معلوم ہوتی تھی۔ یہاں پہنچ کر برار دو نے علم خود اٹھا لیا اور جذبے کی شدت میں آ کر مقدس یاتری اور اس کے پرہیزگار کتے کی تصویر ہوا میں لہرانے لگا۔

''زمین! زمین!'' وہ ایسے چلایا جیسے اس نے پہلے کبھی زمین دیکھی نہ ہو۔ اور وادی کے پہلے گاؤں تک پہنچے تو ڈرائیور نے کہا۔

''ترانہ گاؤ!''

''کون سا ترانہ؟'' ہم نے شرمندہ ہو کر پوچھا۔

''مجھے جو احکامات ملے ہیں ان میں لکھا ہے کہ ہر آباد بستی کے سامنے سے گزرتے ہوئے کسانوں کو ترانہ گانا ہے اور گرم جوشی کا مظاہرہ کرنا ہے۔''

مگر ہمیں کوئی ترانہ نہیں آتا تھا، اور اس وقت تک ہم بہت سی گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے ایک جلوس کا حصہ بن چکے تھے، جو ٹرکوں اور بگھیوں کے ساتھ ایک ہی سمت رواں تھا۔ یہ سارے لوگ پہلے پہل ہمارے نیلے اور سفید علم پر حیران رہ جاتے، پھر زور زور سے ہنسنے لگتے۔ ان کے ہاتھ میں جو جھنڈے تھے وہ کالے تھے اور رومال سے زیادہ بڑے نہ تھے۔ ہر ایک پر کھوپڑی اور ہڈیاں بنی ہوئی تھیں، جیسے ان کھمبوں پر لگی ہوتی ہیں جہاں لکھا ہوا ہوتا ہے! ''خطرہ۔'' دوسرے الفاظ میں، ہمارے پرچم سے بہتر کوئی اور نہ تھا۔

''یہی ہیں زندہ مردے؟'' بالڈو وینو نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

پوچھا۔'' کیا یہی ہیں وہ روحیں جنہیں ڈون سرکوستانزا نے خرید لیا تھا؟''۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کی روحوں کو حکومت نے خرید لیا ہے برار دو نے اسے سمجھایا۔

اویزانو میں آتے آتے، جھنڈے پر ہماری لڑائی ہوگئی۔ سڑک کے درمیان لڑکوں کی ایک ٹولی سے ہماری مڈھ بھیڑ ہوئی جو ہمارا ہی انتظار کر رہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اسے ہمارے حوالے کر دو۔ ہم نے انکار کر دیا کیونکہ ہمارے پاس کوئی اور جھنڈا نہیں تھا۔ ڈرائیور سے کہا گیا کہ ٹرک روک دے، اور ان لڑکوں نے ہمیں مجبور کرنا چاہا کہ وہ جھنڈا ان کے حوالے کر دیں مگر ہم تنگ آ گئے تھے کہ ہر آدمی ہمارا مذاق اڑاتا رہے، اس لیے ہم نے مقابلہ کیا۔ ان کی کالی قمیضیں والے سڑک کی مٹی سے خاکی ہوگئی ہوں گی۔

چیختی چنگھاڑتی بھیڑ ٹرک کے گرد جمع ہوگئی۔ کالی قمیضوں والے بہت سارے لڑکے بھی تھے، اور فونتامارا کے آس پاس کے کسان بھی جو ہمیں پہچان کر سلام کر رہے تھے، ہم ٹرک میں خاموش کھڑے رہے، دل میں یہ تہہ کیے ہوئے کہ اب کسی طرح کی توہین برداشت نہیں کریں گے۔ اچانک ڈون اپاچیو کی موٹی، پسینے بھری، ہانپتی کانپتی صورت، کچھ پولیس والوں کو ساتھ لیے ہوئے ہجوم کے بیچوں بیچ نظر آئی۔ ہم میں سے ہر ایک کو یقین تھا کہ پادری ہونے کی وجہ سے وہ سان روکو کے دفاع کو آگے بڑھیں گے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

''تم کیا سمجھ رہے، ؟ یہ کیا ہے، میلہ ہے؟'' وہ ہم پر جنے پر سنے لگے۔ ''تم اس طرح سے حکومت اور کلیسا کے معاہدوں کو رسوا کرتے ہو؟ تم لوگ اپنی یہ حماقتیں آخر کب بند کرو گے؟''

مزید کچھ کہے سنے بغیر ہم نے سیاہ قمیض والے لڑکوں کو اپنا علم دے دیا۔ برار دو نے سب سے پہلے یہ نشان ان کے حوالے کیا۔ اگر ایک پادری سان روکو سے دغا کر رہا ہے تو ہم بھلا کس لیے اس کے ساتھ وفاداری برتنے کی خاطر فوچینو کی زمین پر اپنے حقوق کو داؤ پر لگا دیں۔

ہمیں بڑے چوک میں لے جایا گیا جہاں عدالت کی عمارت کے پیچھے سائے میں ہمیں اچھی جگہ دی گئی۔ کسانوں کے دوسرے گروہ بھی چوک کی عمارت کے آس پاس ہی بٹھائے گئے تھے۔ ان گروہوں کے درمیان پولیس کے سپاہی موجود تھے سائیکلوں پر سوار ان کی ٹولیاں چوک میں ہر سمت گھوم رہی تھیں۔ جوں ہی کوئی نیا ٹرک آتا اس پر سوار کسانوں کو پولیس والے اتار لیتے اور مقررہ جگہوں پر بٹھا دیتے۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ کسی اہم چیز کا انتظار کر رہے ہیں۔ سپاہیوں کا افسر گھوڑے پر بیٹھ کر چوک سے گزرا۔ برار دو کو لگا کہ گھوڑا نہایت طرح دار ہے اور ہم سب نے

ایک عالم سرمستی میں گھوڑے کی تعریف کی۔

اس کے فوراً بعد ایک قاصد آیا اور سپاہیوں کے دستے کو ایک کاغذ تھما دیا۔ برار دو نے کہا کہ یہ سب کچھ کس قدر منظّم ہے۔ ایک سپاہی دستے سے الگ ہو کر نکل آیا اور کسانوں کو حکم دیا:

تم لوگ زمین پر بیٹھ سکتے ہو۔

ہم وہاں زمین پر گھنٹہ بھر تک بیٹھے رہے۔ گھنٹہ بھر کے انتظار کے بعد، سپاہیوں کے ایک نئے دستے کا استقبال فلک شگاف نعروں سے کیا گیا چوک کے ایک کونے سے کچھ بڑے افسر نمودار ہوئے۔ سپاہیوں نے ہمیں حکم دیا:

''کھڑے ہو جاؤ! کھڑے ہو جاؤ! پورا زور لگا کر چیخو:

''زندہ باد پوڈلیتا! زندہ باد فرض شناس، دیانت دار افسران! زندہ باد افسران کو ہیرا پھیری نہیں کرتے!''

ان افسران میں سے جو ہیرا پھیری نہیں کرتے، ہم صرف ایک کو پہچانتے تھے اور وہ تھا ٹھیکے دار۔ یہ فرض شناس، دیانت دار آگے بڑھ گئے تو ہم دوبارہ زمین پر بیٹھ گئے، پولیس کی اجازت سے۔ برار دوان تمام رسموں سے اکتانے لگا۔

''اور زمین!'' اس نے پولیس کے سپاہیوں سے پوچھا۔ ''یہ لوگ زمین کے بارے میں بات کب کریں گے؟''

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور جلوس آیا، اور مزید نعرے لگے۔

''اٹھو! اٹھو!'' سپاہیوں نے حکم دیا۔ ''نعرہ لگاؤ:''

''زندہ باد اہل کار صاحب!''

اہل کار صاحب ایک چمکتی دمکتی گاڑی میں ہمارے سامنے سے گزر گئے اور ہم دوبارہ زمین پر بیٹھ سکتے تھے۔ پولیس والوں نے دوبارہ اٹھا دیا۔

جتنے زور سے چیخ سکتے ہو، نعرہ لگاؤ:

''وزیر صاحب زندہ باد!''

عین اس لمحے ایک لمبی سی گاڑی آئی، جس کے پیچھے چار پولیس والے سائیکلوں پر تیزی سے آ رہے تھے۔ وہ زن سے گزر گئی اور ہم گلا پھاڑ کے چیختے رہے:

''وزیر صاحب زندہ باد!''

MashalBooks.com

پھر ہم بیٹھ گئے۔ پولیس والوں کی اجازت سے۔ پولیس والے باری باری اپنا کھانا کھانے لگے۔ ہم نے اپنے تھیلے کھولے اور گھر سے جو روٹی ساتھ لائے تھے، کھانے لگے۔

''اب وزیر ہمیں بلائے گا'' برارد دیہی کہتا رہا۔'' دیکھا لینا۔ وہ ہمارے معاملے پر غور کر رہے ہیں اور ہمیں جلدی ہی بلائیں گے۔ جلدی سے کھالو۔''

دو بجے کے قریب یہ سارا معاملہ پھر شروع ہوا۔ پہلے وزیر گزرا، پھر اہل کار، پھر اعلیٰ فسران جو ہیرا پھیری نہیں کرتے۔ ہر بار ہمیں اٹھنا پڑتا اور جوش و خروش کا مظاہرہ کرنا پڑتا۔

اور اس سب کے بعد پولیس والوں نے ہم سے کہا:

''اب یہاں تمہیں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جا سکتے ہو!''

انہیں اپنی بات مزید وضاحت سے کہنی پڑی۔

''تماشا ختم ہو گیا۔ تم چاہے تو چلے جاؤ، چاہے اویزانو کی سیر کرو۔ مگر تمہارے پاس ایک گھنٹہ ہے۔ ایک گھنٹے بعد تمہیں واپس جانا ہے۔''

''اور وزیر؟ اور فوچینو کا مسئلہ؟'' ہم نے حیرت سے پوچھا۔ کوئی ہماری بات نہیں سن رہا تھا۔ مگر کوئی نتیجہ حاصل کیے بغیر اور جو کچھ ہوا اسے سمجھے بغیر ہمارا وہاں سے جانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

''میرے ساتھ آؤ!'' برارد و نے کہا۔ وہ اویزانو کے راستے جانتا تھا کیونکہ وہ یہاں جیل میں رہ چکا تھا۔

اس کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔

''شاید میں دوبارہ جیل چلا جاؤں'' اس نے کہا،'' مگر میں معلوم کر کے رہوں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔''

ہم ایک محل تک پہنچے جو تمام جھنڈوں سے سجا ہوا تھا۔

''ہم وزیر صاحب سے ملنا چاہتے ہیں!'' برارد و نے اس سپاہی سے چیخ کر کہا جو محل کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔

پولیس والے نے برارد و کو ایسے دبوچ لیا جیسے اس نے کوئی بہت ہی گستاخانہ کلمہ ادا کر دیا ہو۔ مگر ہم برارد و کی کمک کو پہنچ گئے اور وہاں لڑائی ہونے لگی محل کے اندر سے لوگوں کا ایک جم غفیر نکلا۔ جن میں ڈون سرکوستانزا بھی تھے، نشے میں دھت اور پتلون تیسرے درجے پر بندھا

ہوا۔

''میرے فونتامارا والوں کوئی نہ مارے!'' وہ چیخنے لگے۔''ان سے اچھا سلوک کرو۔''

سپاہی نے ہمیں چھوڑ دیا اور ڈون سرکوستانزا ہمارے پاس پہنچے۔ وہ ہم میں سے ہر ایک کو بوسہ دینا چاہتے تھے اور خاص طور پر برار دو سے کچھ زیادہ ہی محبت کا اظہار کرنے لگے۔

''ہم وزیر صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں'' ہم نے اس عوام دوست سے کہا۔

''وزیر صاحب تو جا چکے'' انہوں نے جواب دیا۔''ضروری کام تھا، تم جانو، سرکاری معاملہ۔''

''ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ فوچینو کے مسئلے کا حل کیا ہوا!'' برار دو نے درشتی سے بات کاٹی۔

ڈون سرکوستانزا نے ایک پولی والے کے ساتھ ہمیں شہزادے کے انتظامی دفاتر بھجوا دیا جہاں ہمیں ایک کلرک مل گیا جس نے بڑے صبر و تحمل سے ہمیں سمجھایا کہ فوچینو کا مسئلہ کیسے حل ہوا ہے۔

''نئی حکومت نے فوچینو کا مسئلہ اٹھایا ہے؟'' برار دو نے پوچھا''ہاں، اور سب کے اتفاق سے حل کر دیا ہے۔'' کلرک نے جھوٹی مسکراہٹ سے کہا۔

''تو پھر ہمیں گفت و شنید کے لئے کیوں نہیں بلایا؟۔ ہمیں وہاں چوک پہ کیوں بیٹھا رہنے دیا؟۔ ہلاٹوں نے احتجاج کیا۔ کیا ہم عیسائی نہیں ہیں؟۔ وزیر صاحب دس ہزار لوگوں سے تو بات نہیں کر سکتے تھے۔ مگر انہوں نے تمہارے نمائندوں سے تو گفت و شنید کی ہے۔'' کلرک نے جواب دیا۔''ذرا ہوش کے ناخن لو''

''ہمارا نمائندہ کوئی ہے؟'' میڈ نے پوچھا۔

''کیویلیئر پلینو فوج کا پرانا عہدے دار'' جواب ملا۔

''زمین تقسیم کیسے ہوئی؟ فونتامارا کو کیا ملا؟ ہمیں کب ملیں گی؟'' برار دو نے بے صبری سے ائی سوال پوچھے۔

''زمین تقسیم نہیں ہوگی'' کلرک نے کہا۔''وزیر اور عوام کے نمائندوں نے فیصلہ کیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے زمین داروں کو ختم کر دیا جائے۔ ان میں سے بہت سوں کو زمین اس لئے ملی تھی کہ وہ جنگ میں شریک تھے۔ یہ انصاف تو نہیں تھا!''

''بالکل!'' برار دو نے بدتمیزی سے کہا۔''جنگ میں شریک ہونے سے زمین پر کام کرنا تو

نہیں آجاتا۔اصل بات تو یہ ہے کہ زمین پر کام کرنا آنا چاہیئے ۔فوچینو ان لوگوں کو ملنا چاہیئے جو اس پر کام کرتے ہیں۔یہی ہمیشہ ڈون سرکوستانزا نے کہا ہے۔فونتامارا میں۔''

''یہی وزیر صاحب کا خیال بھی ہے'' کلرک نے کہا۔وہ جھوٹی ہنسی ہنسے جا رہا تھا۔''فوچینو ان لوگوں کو ملنا چاہیئے جو اس پر کام کرتے ہیں۔یعنی ان لوگوں کو جن کے پاس نقد رقم موجود ہے۔فوچینو کو چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے قبضے سے نکال کر امیروں کو دینا چاہیئے ۔جن کے پاس سرمایہ نہیں انہیں وہاں زمین لینے کا کوئی حق نہیں۔تمہیں اور کچھ پوچھنا ہے؟''

اس نے یہ سب اس لہجے میں بتایا کہ جیسے ہم نے اس سے پوچھا ہو کہ کیا وقت ہوا ہے۔اس کا چہرہ بھی کسی گھڑی کی طرح سپاٹ تھا۔

''سب بالکل واضح ہے'' ہم نے کہا۔

سب بالکل واضح تھا۔سڑکوں پر روشنی تھی۔ بہت دیر ہوگئی تھی،مگر سڑکیں دن کی طرح روشن تھیں۔(ہر چیز بالکل واضح تھی)

اویزانو کا شہر لگتا تھا کہ دیوانہ ہوا جا رہا ہے۔جس طرح لوگ ناچ رہے تھے اور گا رہے تھے، مجھے یقین کرنا مشکل لگ رہا تھا کہ جو کچھ ہم پر بیتی تھی وہ حقیقت تھی۔اور مجھے عجیب سا معلوم ہونے لگا۔میں نے سوچا کہ کہیں یہ مذاق تو نہیں۔یا یہ سب لوگ پاگل ہو گئے ہوں اور انہیں پتہ نہ چلا ہو۔

''شہر والے تو مزے اڑا رہے ہیں!'' برار دو نے کہا۔''دیکھو کیسے کھا پی رہیں اور ناچ رہے ہیں۔کسانوں کو چلانے کیلیئے۔!''

نشے میں دھت نوجوانوں کی ٹولی ہمارے سامنے سے گزری،فحش اشاروں کے ساتھ گاتی ہوئی:

تیرے بال اور میرے بال
اک جنگل بنے گا پیارا۔۔۔۔۔

ہاتھ اور پاؤں سے محروم ایک آدمی،ایک ریڑھے میں پڑا ہوا جسے کتا کھینچ رہا تھا،بھیک مانگنے آ گیا۔

ایک دوسری ٹولی جس میں کالی قمیض والے وہ لڑکے بھی تھے جنھوں نے ہمارے آتے ہی ہمارا علم لے لیا تھا،پہلی والی کے پیچھے پیچھے آن پہنچی۔جوں ہی انہوں نے ہمیں دیکھا۔شور سے

آسمان سر پر اٹھالیا:

''سان روکو کے منہ پر!'' پھر انہوں نے ہاتھ پکڑ لئے اور ہمارے گرد گھیرا بنالیا اور اچھل اچھل کر ایک غلیظ گیت گانے لگے جس کے ساتھ فحش اشاروں سے مباشرت کے عمل کی نقل کر رہے تھے۔ گیت یوں تھا:

بات بری سہی

ہم دونوں کمر کے نیچے سے جڑ جائیں گے۔۔۔

ہم نے انہیں گانے دیا۔ کسی کا کچھ کرنے کو جی نہ چاہا۔ اب ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ہم صدمے میں تھے اور اداس تھے۔

''تم احمق ہو!'' انہوں نے کہا۔ ''تم سے کیا مزہ آئے گا!'' ان کی ٹھٹھی نہایت تکلیف دہ تھی۔ برار دو غصے میں آ گیا اور قریب تھا کہ ان میں سے ایک کو پکڑ لے اور مارنا شروع کر دے۔

''ابھی نہیں! ابھی نہیں!'' میں نے اسکی خوشامد کی، اور اس کا بازو پکڑ لیا۔

''تمہارا خاتمہ ہو جائے گا۔ پولیس والے نظر آ رہے ہیں؟''

''پھر ہمیں وہ ٹرک یاد آیا جس میں ہمیں واپس فونتامارا جانا تھا، ہم اس جگہ پہنچے جہاں ڈرائیور نے ہم سے کہا تھا کہ واپسی کے لئے آ جانا۔

''تمہارا ٹرک تو جا چکا!'' ایک مکینک نے ہم سے چیخ کر کہا۔ ''تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟''

اور وہ ہمارا مذاق اڑانے لگا، گویا کہ ہم احمق اور بے وقوف تھے مگر فونتامارا پیدل واپس جانے کے خیال نے ہمارے حوصلے اس قدر پست کر دیے کہ ہم پھر کسی اور گالی سے بے نیاز ہو گئے۔ ہم گیراج کے دروازے پر بھیڑوں کے اس گلے کی طرح کھڑے تھے جس کی رکھوالی کرنے والا کتا گم ہو گیا ہو۔

ایک صاحب جنہیں ہم نے اپنا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا تھا، ہمارے پاس آئے۔ وہ عمدہ لباس پہنے ہوئے تھے اور مجھے یاد ہے کہ ان کے سرخ بال تھے۔ سرخ مونچھیں اور ٹھوڑی پر خراش۔

''کیا تم لوگ فونتامارا سے آئے ہو؟'' انہوں نے ہم سے پوچھا۔ ''تمہیں پتہ ہے کہ حکومت تم سے ڈرتی ہے؟ حکام کو معلوم ہے کہ تم نئی حکومت کے خلاف ہو!''

MashalBooks.com

ہم نے انہیں بولنے دیا۔ ہمارے پاس پریشان ہونے کے لئے اور وجوہات تھیں۔

''مگر تم لوگ ٹھیک کہتے ہو!'' تمہاری بغاوت ٹھیک ہے۔ اس طرح تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ آؤ میرے ساتھ، بیٹھ کر باتیں کریں۔''

وہ صاحب ہمیں ایک گلی کے اندر لے گئے۔ ہم بھیڑوں کی طرح ان کے پیچھے چلتے رہے۔ ایک نوجوان جس کی وضع قطع کچھ مزدور اور کچھ طالبعلم کی سی تھی، ہمارے پیچھے چلتا رہا اور مسکراتا رہا جیسے وہ ہمیں کچھ بتانا چاہتا ہو۔ سرخ بالوں والے صاحب ایک سنسان اور غیر معروف سے شراب خانے میں گھس گئے۔ وہ نوجوان جو ہمارے پیچھے آرہا تھا، ذرا ہچکچایا، پھر اندر آکر ہمارے پاس ایک میز پر بیٹھ گیا۔

سرخ بالوں والے صاحب نے شراب منگوائی اور نوجوان کو گھور کر دیکھا۔ پھر دھیمے لہجے میں وہی باتیں کرتا رہا جو وہ سڑک پر کر رہا تھا۔

''اس طرح تو کام نہیں چلے گا۔ کسانوں نے بہت برداشت کرلیا۔ تم لوگ تو جاہل ہو۔ ضرورت ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی تمہیں راستہ دکھائے۔ ڈون سرکوستانزا نے تمہاری بڑی تعریفیں کی ہیں۔ وہ تمہیں پسند کرتے ہیں، مگر محتاط رہیں وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے۔ اگر میری ضرورت پڑے تو میں حاضر ہوں۔ کوئی منصوبہ ہے تو مجھ سے مشورہ لو۔ سمجھے؟''

جس طرح اس شخص نے اپنے آپ کو ہمارے سامنے پیش کیا، کسی بھی شک میں مبتلا کرنے کے لئے کافی تھا۔ پہلی دفعہ تھی کہ کسی شہر والے نے، ہم سے اس طرح بات کی تھی۔ ہم نے اسے بولنے دیا۔

''میں تمہاری بات سمجھتا ہوں۔ بس تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈالوں اور تمہاری بات سمجھ لیتا ہوں۔'' وہ کہتا رہا۔ ''پولیس نے تم سے کہا تھا کہ ایک گھنٹے میں چلے جانا، اور اب گھنٹہ گزر گیا، پھر بھی تم یہاں موجود ہو۔ میں تمہاری بات سمجھتا ہوں۔ تم حکومت کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہو۔ یہ تو ظاہر ہے! تم اس سے انکار نہیں کرسکتے۔ اور میں یہاں کسی لئے ہوں؟ میں یہاں تمہاری مدد کرنے کے لئے ہوں، تمہیں مشورہ دینے کے لئے، تمہارے ساتھ خود بھی قربان ہوجانے کے لئے۔ سمجھے؟''

مگر ہم پھر بھی نہیں سمجھے۔ پلاٹو کچھ کہنے والا تھا مگر برار دو نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کر دیا۔

MashalBooks.com

''اچھا ٹھیک ہے'' اجنبی نے اپنی بات جاری رکھی۔''میں بھی حکومت کا مخالف ہوں۔شاید آپ لوگ مجھ سے کہنا چاہیں کہ ہاں۔ہم بھی حکومت کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں مگر ہمارے پاس ذرائع نہیں ہیں،ہتھیار نہیں ہیں۔مگر بہت آسان ہے اس سے زیادہ آسان کیا ہوگا؟''

ہم نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا۔مگر وہ شہر والا بولتا ہی رہا۔وہ خود ہی سوال پوچھتا اور خود ہی جواب دے دیتا۔

''آپ مجھ سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب تو الفاظ ہیں،مگر اصل حقیقت کچھ اور ہے۔ٹھیک ہے۔اگر آپ پندرہ منٹ میرا انتظار کریں تو میں آپ کے لئے وہ لے آؤں جس کا آپ کو انتظار ہے اور بتادوں گا کہ اسے کیسے استعمال کریں۔آپ کو شبہ ہے؟ مجھ پر اعتبار نہیں ہے؟ میرا انتظار کرو!''

وہ اٹھا،ہم سب سے ہاتھ ملایا،شراب کے پیسے ادا کیے اور چلا گیا''

جوں ہی وہ نکلا،برابر کی میز پر بیٹھا ہوا نوجوان ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا:

''یہ آدمی پولیس کا سپاہی ہے۔یہ مخبر ہے۔اس سے بچ کر رہنا۔یہ ہتھیار لے کر آئے گا، پھر تمہیں گرفتار کروادے گا۔اس کے آنے سے پہلے یہاں سے نکل جاؤ!''

ہم کھیتوں کے راستے سے نکل لئے کہ اس مخبر سے سامنا نہ ہو۔مگر اس نوجوان نے،جس نے ہمیں خبردار کیا تھا،ہمارا ساتھ نہ چھوڑنا چاہا،اور ناقابل یقین واقعات سناتا رہا یہاں تک کہ برار دو کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور دو مرتبہ اس سے چلے جانے کے لئے کہنے کے بعد،اسے اٹھا کر نالے میں پھینک دیا۔

بھوکے،پیاسے اور کوفت کے عالم میں ہم اسی سڑک پر پیدل چلتے گئے جس پر اسی صبح ہم ٹرک میں بیٹھ کر ہم اتنی امیدوں کے ساتھ،سان روکو کا پھریرا لہراتے ہوئے آئے تھے۔

آدھی رات کے بعد ہم فونتامارا واپس پہنچے،اور کس حال میں،اس کا انداز میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔اگلی صبح تین بجے ہمیں پھر اٹھنا تھا اور اٹھ کے کھیتوں پر جانا تھا کیوں کہ فصلوں کی کٹائی کا وقت تھا۔

MashalBooks.com

5

شہر کے حکام نے چراہ گاہ کی اس زمین کے گرد لکڑی کا احاطہ کھنچوا دیا تھا جو ٹھیکے دار نے معاوضہ ادا کیے بغیر ہتھیالی تھی۔

یہ احاطہ کسانوں کے اس بڑبڑانے کا خاتمہ کرنے کے لئے تھا کہ ہزاروں سال سے یہ زمین عام ملکیت تھی۔ پھر بھی بحث جاری رہی۔ ایک رات احاطے میں آگ لگ گئی۔

''لکڑی خشک تھی'' برار دو نے توضیح پیش کی۔ ''دھوپ کی وجہ سے جل گئی۔''

''چاندنی سے جلی ہوگی۔'' میں نے کہا۔ ''آگ رات کو لگی تھی۔''

ٹھیکے دار نے شہر کے خرچے پر ایک اور احاطہ کھنچوا دیا اور سڑک کے خاکروب کو ہتھیار دے کر اس کی حفاظت پر مامور کروا دیا۔ سڑک کا خاکروب بھلا اس چراگاہ پر خوف طاری کروا سکتا تھا جس نے زمانے کی ابتدا سے ہر قسم کا بھیڑیا چرواہوں کا جھگڑا، ڈاکہ، جنگ اور حملہ دیکھ رکھا تھا؟

یہ احاطہ خاکروب کی آنکھوں کے سامنے جل گیا۔ اس نے واضح طور پر دیکھا کہ زمین کے اندر سے شعلوں کی لپٹیں نکلیں اور چند لمحوں میں پورے احاطے کو جلا کر راکھ کر دیا۔ جیسا کہ ہر معجزے کے لئے لازمی ہے، خاکروب نے ڈون اپاچیو کو اس کے بارے میں بتایا، پھر ہر اس شخص کو جو اس کی بات سن سکتا تھا۔ ڈون اپاچیو نے فتویٰ دے دیا کہ یہ آگ بلاشبہ کسی انسان کی لگی ہوئی نہیں تھی بلکہ یہ شیطانی کام تھا اور ہمیں اندازہ ہوا کہ شیطان آخر کار اتنا برا نہیں ہے جتنا کہ اس کو بتایا جاتا ہے۔ مگر ٹھیکے دار کو بہر حال سرکاری دبدبے کو اس بربادی سے بچانا تھا اور چونکہ شیطان کو گرفتار نہیں کروا سکتا تھا اس لئے خاکروب کو بند کروا دیا۔

''کون جیتے گا؟'' ہم نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ ''شیطان کہ ٹھیکے دار؟'' (ہم سب

ٹھیکے دار کے خلاف تھے، مگر شیطان کی کھلم کھلا حمایت کرنے والا اکیلا برار دوتھا۔)

ایک شام جھٹپٹے کے وقت ہم گاؤں کی عورتیں، فوچینو سے اپنے مردوں کی آمد کا انتظام کرتے ہوئے چوک میں بیٹھی ہوئی یہی بات کر رہی تھی۔ ماریا گرازیا، سیامارگا، فلومینیا کا ستانیا، ریچی اوتا اور کینا روز و کی بیٹی میرے ساتھ وہاں موجود تھیں، اور ہم حسب معمول اسی چھوٹی سی دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے جو چوک کے ساتھ ساتھ وادی کا رخ کرتی ہے۔ ہم میدان کی طرف دیکھ رہے تھے جو سایوں میں ڈوب چلا تھا۔ فونتامارا کی وادی، جو دھول سے اٹی قومی شاہراہ کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، پہاڑی پر مڑتی اور گھومتی گھماتی، وہ بھی ویراں اور خاموش تھی۔ ہمارے مردوں کو دیر سے آنا تھا، کٹائی کے دنوں میں معمول سے زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ماریا کرسٹینا چوک کے ایک کونے میں تھی اور اپنے شوہر کی حالیہ موت کی وجہ سے کالے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ مکئی کے دانے پھٹک رہی تھی جو اس کے کھیت سے حاصل ہوئے تھے، اور انہیں ہوا کے سامنے گرا کر برتن میں جمع کر رہی تھی۔

کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے اور ہم روزمرہ کی عام سی باتیں کر رہے تھے۔

''اگلے جاڑے اپنے مردوں کو کیا کھلائیں گے اگر خشک سالی سے فصل تباہ ہوگئی؟''

اور خزاں میں بوئیں گئے کیا؟'' فلومینا نے کہا'' اگر بیجوں کے لئے رکھے ہوئے دانے بھی کھانے پڑے؟''

''یہ بھی گزر جائے گا، خدا نے چاہا، جیسے اس سے پہلے اور مصیبتیں گزر گئیں۔'' ریچی اوتا نے کہا۔ ''کتنی بار ہم نے یہی جملہ کہا ہے کہ اس طرح معاملہ نہیں چل سکتا اور پھر بھی اس طرح حاتا رہا۔

چوک کے ایک کونے میں بچے تھانیدار کا کھیل رہے تھے۔ تھانیدار پیدل نہیں چل سکتا تھا۔ اس کے لئے گھوڑا ضروری تھا، اور باری باری سے تمام لڑکیاں اس کے لئے ایک گھوڑا بن رہی تھیں۔ پھر سورج ڈوب گیا اور رات کے جگنو اڑنے لگے۔ ایک بچی میرے پاس آئی (میرا خیال ہے کہ وہ ماریا کسٹینا کی لڑکی تھی) اور پوچھنے لگی کہ کیا یہ سچ ہے کہ جگنو دانہ دنکا ڈھونڈنے کے لئے آئے ہیں کہ برزخ کی بھوکی روحوں کے لئے لیجائیں او انہیں کھلا دیں، اور اس کے ہاتھ میں تھوڑے سے دانے بھی تھے۔

اس دوران یہ ہوا کہ ایک یک سری آواز خاموشی میں اس طرح شامل ہونے لگی کہ پہلے

پہل ہمیں اس کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔ شروع میں یہ آواز چھتے کی بھنبھناہٹ جیسی تھی، پھر چارے کاٹنے کی مشین جیسی۔ یہ آواز وادی سے آ رہی تھی اور کس کو خبر تھی کہ یہ ہے کیا۔ وہاں نہ تو مشینیں تھیں اور نہ آج کل چارہ کاٹنے کا کام ہو رہا تھا۔ اور پھر، یہ مشینیں وادی سے فصلوں سے آنے والی سے فصلوں کی کٹائی کے وقت ہی باہر نکلتی تھیں۔ اچانک یہ آواز صاف ہوگئی، اور وادی سے آنے والی سڑک کے پہلے موڑ، لوگوں سے بھرا ہوا ٹرک نظر آیا۔ اس کے فوراً بعد ایک اور۔ پھر ایک اور۔

پانچ ٹرک، سب کے سب فونتامارا آتے ہوئے۔ لیکن ان کے پیچھے اور پھر اور۔ کل کتنے تھے، دس، بارہ، پندرہ؟ کانا روزو کی بیٹی نے چیخ کر کہا کہ سو ہیں، مگر اسے گننا نہیں آتا تھا۔ پہلا ٹرک ابھی تک پہاڑی کے دامن میں تھا۔ ہم نے آج تک اتنے سارے ٹرک نہیں دیکھے تھے۔ ہم نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنے بہت سے ٹرک بھی ہوتے ہوں گے۔

اتنی بہت سی مشینوں کی نامانوس آواز سے پریشان ہو کر فونتامارا کی تمام آبادی چوک میں گرجا گھر کے سامنے جمع ہوگئی تھی: عورتیں، بچے اور بوڑھے جو کھیتوں پر نہیں جا سکے تھے۔ ہر ایک اپنے طور پر اتنی بہت سی گاڑیوں کی غیر متوقع آمد کی توضیح پیش کر رہا تھا۔

''یہ یاتری ہیں!'' ماری ایٹا جوش میں آ کر چلائی۔ ''اب امیر یاتری پیدل نہیں جاتے بلکہ موٹر میں جاتے ہیں۔ شاید یہ ہمارے سان روکو کی زیارت کرنے آئے ہیں''

''مگر آج سان روکو کا دن نہیں ہے!'' میں نے کہا۔

''شاید یہ گاڑیوں کی دوڑ ہے'' کمپولا نے کہا۔ وہ شہر میں فوجی نوکری کر چکا تھا ''دوڑ لگا کر دیکھتے ہیں کہ کون سب سے آگے نکلتا ہے۔ شہر میں ایسے مقابلے روز ہوتے ہیں۔''

''دوڑ لگا کر دیکھتے ہیں کہ کون سب سے آگے نکلتا ہے۔ شہر میں ایسے مقابلے روز ہوتے ہیں۔''

ٹرکوں کا شور بلند تر اور خوف ناک تر ہوتا گیا، ان پر سوار لوگوں کی وحشیانہ چیخوں سے اور بھی بڑھ گیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ اور اس کے بعد گرجا کی کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹنے کی آواز نے ہمارے تجسس کو خطرے کے احساس میں بدل دیا۔

''ہم پر گولیاں چلا رہے ہیں! ہمارے گرجے پر گولیاں چلا رہے!'' ہم چیخنے لگے۔

''پیچھے ہٹو! پیچھے ہٹو!'' بالڈی سیرا نے چیخ کر ان عورتوں سے کہا جو چھت کے قریب تھیں۔

MashalBooks.com

پیچھے ہٹو! وہ ہم پر گولیاں کیوں چلا رہے ہیں

''مگر وہ کون ہیں؟ وہ ہم پر گولیاں کیوں چلا رہے ہیں؟''

''جنگ ہے، یہ جنگ ہے!'' بالڈی سیرا چیخنے لگا۔

''مگر جنگ ہے!'' بالڈی سیرا نے اپنی بات دہرائی۔ خدا جانے جنگ کیوں ہوتی ہے۔''

''اگر جنگ ہے تو پھر ہمیں جنگ کی دعائیں پڑھنا ہوں گی۔'' تیوفیلو نے کہا اور لاطینی میں دعا کے الفاظ دہرانے لگا کہ رائفل کی گولیوں کی ایک اور بوچھاڑ نے گرجا کے سامنے والے حصے کو زد میں لے لیا اور ہمیں سے ڈھک دیا۔

دعائیں ادھوری رہ گئیں۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ قطعاً مہمل تھا۔ جنگ؟ مگر جنگ کس لئے؟ گیویتا پر جھٹکوں کا دورہ پڑ گیا۔ ہم اس کے گرد پاگل بکریوں کے ریوڑ کی طرح کھڑے تھے۔ بس بالڈی سیرا ہی سنجیدہ اور بردبار رہا۔

''اب کچھ نہیں ہوسکتا!'' اس نے کہا۔ ''جنگ ہے! اور کچھ نہیں کر سکتے! یہ تقدیر ہے! ساری جنگیں اسی طرح شروع ہوتی ہیں!''

برارڈو کی ماں، ماریا روزا کے ذہن میں بڑا اچھا خیال آیا۔

''چلو گرجے کی گھنٹیاں بجاتے ہیں۔ جب بھی گاؤں پر مصیبت کا وقت آیا ہے ہم نے گرجے کی گھنٹیاں بجائی ہیں۔''

مگر تیوفیلو اتنا ڈرا ہوا تھا کہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ اس نے چابیاں میرے حوالے کر دیں۔ ایلویرا اسی وقت چوک میں آئی تھی، فوراً میرا ساتھ گھنٹیاں بجانے چلی آئی۔ مگر جب ہم وہاں پہنچ گئے تو وہ ایک لمحے کے لئے رکی اور کہنے لگی:

کبھی کوئی جنگ عورتوں کے خلاف بھی ہوئی ہے؟''

''میں نے کبھی سنا نہیں۔'' مین نے کہا۔

''دیکھو'' ایلویرا کہنے لگی۔ ''یہ لوگ ہمارے مردوں کے واسطے ہی آئے ہیں، ہمارے لئے نہیں۔ بہتر یہی ہوگا کہ ہم خطرے کا اعلان نہ کریں۔ اگر ہم گھنٹیاں بجا دیں تو ہمارے مرد سمجھیں گے کہ آگ لگ گئی ہے اور فوراً لوٹ آئیں گے اور ان لوگوں سے مڈھ بھیڑ ہو جائے گی۔''

ایلویرا یقیناً برارڈو کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میں نے بھی اپنے شوہر اور بیٹے کا خیال کیا۔ ہم گرجا گھر کے مینار میں بیٹھے رہے اور گھنٹیاں نہیں بجائیں۔

مینار سے ہی ہم نے دیکھا کہ ٹرک فونتامارا کے عین سامنے رک گئے ہیں اور ان میں سے بہت سارے لوگ رائفلیں سنبھالے اترنے لگے۔ کچھ ٹرکوں کے ساتھ ٹھہر گئے اور کچھ گرجے کی سمت آنے لگے۔

ہماری نظروں کے نیچے، عورتیں اور بچے اور بوڑھے دعائیں پڑھنے کے بعد رد بلا کی دعاؤں کا ورد کر رہے تھے۔ گرجا کا گورکن تیوفیلو کانپتی آواز میں آیت پڑھتا اور باقی تمام لوگ ایک آواز ہو کر دہراتے: پناہ میں رکھ، خداوند، ۔ایلویرا اور میں بھی دورانو ہو کر دھیمے لہجے میں دہرا رہے تھے: پناہ میں رکھ، خداوندا، کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تیوفیلو نے تمام ممکنہ بلاؤں کی فہرست دہرادی اور ہم نے ہر ایک پر یہی کہا:

ہر طرح کے شر سے ہمیں پناہ میں رکھ ، خدا وندا
ہر طرح کے گناہ سے ہمیں پناہ میں رکھ ، خدا وندا ،
اپنے غیظ و غضب سے ہمیں پناہ میں رکھ میں ، خدا وندا،
اچانک اور خیر متوقع سے موت سے ہمیں پناہ میں رکھ، خدا وندا،
بدی کی روح سے ہمیں پناہ میں رکھ ، خدا وندا !

کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اب کیا سانحے پیش آنے والے ہیں۔ تیوفیلو قحط اور جنگ سے پناہ کی دعا تک آچکا تھا کہ مسلح آدمیوں کا گروہ نعرے لگاتا ہوا اور بندوقیں لہراتا ہوا چوک پر آن پہنچا۔ اتنے لوگوں کو دیکھ کر ہم سہم گئے۔ ایلویرا اور میں ڈر کر ایک کونے میں ہو گئے جہاں سے ہم خود تو نظر نہیں آرہے تھے مگر سب دیکھ سکتے تھے۔

دوسو کے لگ بھگ تھے وہ۔ بندوقوں کے علاوہ ان میں سے ہر اکی کی پیٹی میں چاقو بھی اڑسا ہوا تھا۔ ان سب نے مردے کی کھوپڑی اور ہڈی والی نقابیں پہنی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ہم علاقے کے سپاہی اور فیلیپو ال بیلو، سڑک کے مزدور کو تو صاف پہچان گئے۔ مگر باقی لوگ بھی بہت مانوس تھے۔ وہ کسانوں کی طرح لگ رہے تھے، زمین سیخ محروم کسان، جو جاگیرداروں کی ملازمت کر لیتے ہیں کچھ کما لیتے ہیں اور باقی گزارہ چوری چکاری اور حوالات کے کھانے پر کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ، ہمیں بعد میں پتہ چلا، چھوٹے تاجر (جیسے بازاروں میں نظر آتے ہیں) برتن دھونے والے، نائی، کوچبان اور مراثی تھے۔ کاہل لوگ جو دن کے وقت ڈربوک

ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جو جاگیرداروں کی چاپلوسی کرتے ہیں تا کہ غریبوں کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کر سکیں۔ ایسے لوگ جن میں اچھے برے کی حس مر چکی ہے ایسے لوگ جو ایک زمانے میں ہمارے واسطے انتخابات کے لئے ڈون سر کو ستانزا کے احکامات لے کر آتے تھے اور اب رائفلیں لہراتے ہم سے جنگ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا کوئی خاندان تھا نہ غرت نہ عقیدہ، نا قابل اعتمار لوگ، خود غریب مگر غریبوں کے دشمن۔

MashalBooks.com

ان کا سرغنہ ایک توندل شخص تھا جس کے پیٹ پر ترنگا لپٹا ہوا تھا۔فیلیپو اس کے پیچھے پیچھے ٹہل رہا تھا۔

''تم کیا کر رہے ہو؟''اس توندل نے گورکن تیوفیلو سے پوچھا۔

''میں امن کے لئے دعا کر رہا ہوں''اس خوفزدہ شخص نے جواب دیا۔

''امن چین تو میں تمہیں دیتا ہوں۔''توندل نے ہنستے ہوئے کہا۔اس نے فیلیپو ال بیلو کو اشارہ کیا۔

سڑک کا وہ مزدور تیوفیلو سامنے آیا اور ذرا سی ہچکچاہٹ کے بعد اسے ایک طمانچہ مارا۔

تیوفیلو کا ہاتھ اس گال پر اٹھ گیا جس پر چوٹ لگی تھی اور اس نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا:

''کس لئے؟''

''بزدل، بزدل!''ترنگی توند والے نے اسے طعنہ دیا۔''جواب میں اسے مارتے کیوں نہیں ہو؟ بزدل!''

مگر تیوفیلو نے نہ حرکت کی نہ ایک لفظ کہا۔وہ حیران پریشان تھا۔عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور بیماروں کے اس ہجوم میں اس توندل کو شاید ہی کوئی اور ایسا شخص مل سکتا تھا جو جواباً اسے مارتا۔ اس نے فیلیپو سے مشورہ کیا اور تحقیر سے کہا:

''ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں کر سکتے!''

پھر اس نے وہاں جمع لوگوں کی طرف دیکھا اور درشت لہجے میں کہا:

گھر جاؤ، تم سب!''

جب چوک پر گاؤں والوں میں سے کوئی بھی نہ رہا تو وہ توندگ ٹھگنا اپنے ساتھ کے کالی قمیض والوں کی طرف مڑا اور انہیں حکم دیا:

پانچ پانچ کی ٹولیوں میں بٹ جاؤ اور ہر گھر میں جاؤ! ہر جگہ جا کر تلاشی لو اور جتنا اسلحہ ملے ضبط کر لو! جلدی کرو، اس سے پہلے کہ مرد واپس آ جائیں!''

گاؤں کا چھوٹا سا چوک چند لمحوں میں خالی ہو گیا۔اندھیرا ہو چلا تھا۔اپنی پناہ گاہ سے ہم دیکھ سکتے تھے کہ پانچ پانچ ٹولیاں گلیوں میں اور گھروں میں داخل ہو رہی ہیں۔

''روشنی کے بغیر سارے گھروں کی تلاشی لینا مشکل ہوگا''میں نے کہا

''میرے ابا بستر میں ہیں اور وہ ڈر جائیں گے۔بہتر ہوگا کہ میں گھر چلی جاؤں اور جا کر

چراغ جلادوں'' ایلویرا نے کہا اور اٹھنے لگی کہ مینار سے نیچے اتر جائے۔

''نہیں! یہاں ٹھہرو!'' میں نے اس سے کہا۔ ''تمہارے ابا سے کچھ نہیں کہیں گے!''

''لیکن وہ کیسے ہتھیار ڈھونڈ رہے ہیں؟'' ایلویرا نے پوچھا۔ ہمارے ہاں تو کوئی بندوق نہیں ہے۔ اچھا ہوا کہ برار دواس وقت کام پر گیا ہوگا ہے۔

''وہ درانتیاں اور کدال چھین کر لے جائیں گے'' میں نے کہا۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔''

لیکن گرجے کے برابر والے گھر سے ماریا گرازیا کی ایک تیز چیخ اوفلومینا کاستانیا اور کارسینا کی بے بسی بھی چیخ پکار اور اس سے آگے کے گھروں سے چیخوں کی آوازیں، اور ساتھ ساتھ پھینکے جانے والے فرنیچر، ٹوٹتی ہوئی کرسیوں شیشے کے چھناکوں نے ہمیں بتا دیا کہ یہ کتے کے بچے اصل میں کسی چیز کی تلاش میں تھے۔

ہماری نظروں سے ذرا نیچے ماریا گرازیا زخمی سوزنی کی طرح چیخیں مار رہی تھی پاٹوں پاٹ کھلے دروازے سے ہم نے پانچ مردوں کے خلاف ایک لاچار عورت کی 144 کشمکش کو دیکھا۔ کئی دفعہ وہ اپنے آپ کو چھڑانے میں کامیاب ہوگئی اور ایک بار تو دروازے تک پہنچ بھی گئی۔ مگر ہر بار اسے دوبارہ پکڑ لیا گیا، اور کندھوں اور ٹانگوں سے گھسیٹ کر فرش پر گرا دیا گیا اور دبا دیا گیا، جو کچھ وہ پہنے ہوئے تھی اتار پھینکا گیا اور چار آدمی اسے پکڑ رہے، اس کے بازو اور ٹانگیں چیر کر مضبوطی سے پکڑے رہے تاکہ پانچواں آدمی اس کے ساتھ زنا کر سکے۔ ماریا گرازیا کی چیخیں کسی ذبح کیے ہوئے جانور کی جان کنی کی طرح تھیں۔ جب پہلا شخص فارغ ہوگیا تو اس کی جگہ دوسرے نے لے لی اور اس کی قربانی جاری رہی۔ آخر کار اس نے جدوجہد بھی چھوڑ دی: اب اس کی آواز اتنی دھیمی ہوگئی تھی کہ ہم بمشکل اسے سن سکتے تھے۔

ایلویرا میرے برابر تھی اور اس نے سب کچھ دیکھ لیا تھا۔ میں اسے بھلا کیسے روک سکتی تھی؟ یہ سب کچھ ہمارے عین سامنے ہوا تھا چند گز آگے۔ وہ بے چاری مجھ سے چمٹ گئی اور کانپنے لگی جیسے اسے تشنج کا دورہ پڑ رہا ہو۔ ایسا لگ رہا تھا کہ گرجا کا پورا مینار اور اس کے نیچے ساری زمین کانپ رہی ہو۔ میں نے پوری کوشش کی کہ ایلویرا کو سنبھال لوں اور اسے نیچے نہ گرنے دوں تاکہ ان بدمعاشوں کی ہمارے چھپنے کا پتہ نہ چلے۔ پھٹی پھٹی مگر بے حس و حرکت آنکھیں سے ایلویرا اسی کمرے کو تکتی رہی جہاں سے وہ پانچ باہر نکل آئے تھے اور ماریا گریز کا زخمی جسم پڑا ہوا تھا مجھے ڈر

لگا کہ ایلویرا پاگل ہوگئی جارہی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔ جس طرح مردوں کی آنکھیں بند کرتے ہیں۔ پھر اچانک میں بھی کم زور پڑ گئی۔ میری ٹانگیں جواب دے گئیں اور ہم دونوں بے ہوش ہو کر ایک طرف گر پڑیں۔

اس بھیانک رات کے بارے میں مجھے اور کچھ یاد نہیں، سوائے اس کے جو میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ بعض دفعہ تو مجھے اپنی پوری زندگی کے بارے میں کوئی کوئی بات یاد نہیں آتی سوائے اس کے جو میں نے اس دن دیکھا، اور جو میں نے آپ کو بتایا ہے،۔

اگر آپ چاہیں تو میرے شوہر کی زبانی سن لیجئے۔

ہم مردفو چینو سے واپس آرہے تھے اور ہمیں اس واقعہ کے بارے میں کسی طرح پتہ نہیں چل سکتا تھا۔ (کاش انہوں نے گرجا کی گھنٹیاں بجادی ہوتیں!) ہم میں سے بعض لوگ، جن میں برارد و بھی شامل تھا، واپس آتے ہوئے سڑک پر مل گئے تھے اور کٹھے واپس آرہے تھے۔ باقی لوگ ہمارے پیچھے پیچھے آرہے تھے، جب ہم نے ٹرکوں کی لمبی قطار اور گاؤں کے سامنے سپاہیوں کو دیکھا تو برادر دو نے کہا:

''اس احاطے کیلئے آئے ہوں گے! ٹھیکے دار سمجھ رہا ہوگا کہ فونتا مارا سے کسی نے اس کا احاطہ جلا دیا ہوگا۔ آخر وہ ایسا کیوں سوچ رہا ہے؟''

جو سپاہی ٹرکوں کی حفاظت کر رہے تھے، ان میں سے بعض برارد و کو ذاتی طور پر جانتے تھے اور اس سے ڈرتے تھے۔ جب وہ سامنے آیا تو وہ بہت ڈر گئے مگر انہوں نے ہمیں نہیں بتایا کہ وہ فونتا مارا کیوں آئے ہیں، یا شاید انہیں خود نہیں پتہ تھا۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ انتظار کرو اور جب کسانوں کی ایک اور ٹولی بھی واپس آگئی تو فونتا مارا میں لے گئے، اس کے چوک میں، اور وہاں ہمیں باقی کے سپاہی بھی ملے جو ٹولیوں میں تھے اور جن کی کمان ایک ٹھگنا، موٹے پیٹ والا آدمی کر رہا تھا جس کے پیٹ پر ترنگا کپڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کی مدد کے لئے فیلیپو ال بیلو کر رہا تھا، ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بالڈی سیرا گرجے کا رگورگن تیوفیلو، سیپولا، بوڑھا برا کیولا، آنا کیٹو درزی اور بعض دوسرے جو کھیتوں میں کام کرنے نہیں جاتے تھے، وہاں موجود تھے وہ خاموش تھے اور بے حس و حرکت اور رنگت اڑی ہوئی۔۔۔ ایسے بے بس کہ جیسے جنگی قیدی ہوں۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' برارد و نے کہا۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا۔

جب ہمی آئے تو سپاہیوں کے دستے نے راستہ دیا اور ہمارے اندر آنے کے بعد دوبارہ

راستہ بند کر دیا۔ برار دو نے میری طرف دیکھا۔ وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ ہنسے یا غصے بگڑ جائے۔ ہم نے بالڈی سیرا سے پوچھنا چاہا کہ ہمارے آنے سے پہلے جو کچھ ہوا ہوگا اس کے بارے میں تھوڑا بہت بتا دے۔ وہ میرے پاس آیا مرے کان میں کہنے لگا:

''ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا!'' اور پھر وہ برار دو کے پاس گیا اور اس کے کان میں یہی الفاظ دہرائے، پھر وہ اوروں کے پاس بھی گیا اور ان کے کانوں میں یہی الفاظ دہراتا رہا: ''ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا!''

یہ بات شاید پوری طرح واضح نہ تھی لیکن پھر غیر معمولی تھی کیوں کہ اس سے پہلے عجیب سے عجیب تر بات کے لئے بھی بالڈی سیرا نے مقامی تاریخ میں سے کوئی نہ کوئی پیش رو واقعہ تلاش کر لیا تھا۔ اس نے پہلی دفعہ ہمارے سامنے اعتراف کیا کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

سپاہیوں کے دستے نے پھر ایک بار اپنی جگہوں سے ہٹ کر واپس آنے والوں کے تیسرے گروہ کو راستہ دیا اور پھر انہیں بھی گھیرے میں لے لیا۔ ان میں پلاٹو، لوسردو، مشیل زومپا، تیستو نے، اولیوا، گاسپارو نے اور کچھ لڑکے تھے۔ انہوں نے ہماری طرف ایسے دیکھا جیسے ہمیں ہر بات کا ذمہ دار ٹھہرا رہے ہوں، مگر اتنے بہت سے مسلح آدمیوں کی وجہ سے کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ کچھ کہے۔

''جب سارے معاملے بگڑ جائیں'' زومپا نے مجھ سے کہا ''ان کو ٹھیک کون کرے گا؟''

میں برار دو کی منت سماجت کر رہا تھا کہ خاموش رہے، سرگوشی بھی نہ کرے ہم سب کو مصیبت میں مبتلا نہ کروائے، اور جو بھی حماقت خود کرنا چاہتا ہے کر لے لیکن کرنا ہے تو بعد میں کرے، اتنی ساری بندوقوں کے سامنے نہیں۔

اس کے بعد کچھ اور لوگ آ کر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے۔ ان میں ماریا گرازیا کا منگتیر بھی تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ کوئی کچھ نہ بولا۔ ہر ایک اپنے پڑوسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہم سب کو اندازہ تھا کہ ہم کسی نہ کسی وجہ سے سرکاری اہلکاروں کے سامنے ہیں اور کوئی بھی ضرورت سے زیادہ سامنے آ کر اپنے لئے مصیبت مول لینا نہیں چاہتا تھا۔ ذرا ذرا بعد اور لوگ آتے رہے۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ موٹی توند والا کیا سوچ رہا تھا۔ کیا وہ ہم سب کو جیل لے جائے گا؟ ایسا لگ تو نہیں رہا تھا اور عملی طور پر مشکل بھی تھا۔ ہم اپنے گاؤں کے چوک میں کھڑے رہنے پر تو خاموش تھے مگر یہ سارے مسلح سپاہی بھی ہمیں شہر لے جا کر حوالات میں بند

نہیں کر سکتے تھے۔

ہم نے ان کالی قمیض والوں کو ایک اور وجہ سے پہچان لیا۔ اپنے آپ کو ہمت دلانے کے لیے وہ رات کے اندھیرے میں آئے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر کے پاس سے شراب کی بو آرہی تھی، پھر بھی ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ہم سے نظر ملا کر دیکھ سکیں۔ وہ بھی غریب تھے۔ مگر وہ غریبوں کے بھی ایک خاص طبقے سے متعلق تھے۔۔۔ نہ ان کی زمین تھی نہ پیشہ، بلکہ بہت سے پیشے (جس کا بھی وہی مطلب ہے) اور محنت سے باغی۔ بزدل اوڈرپوک کہ سرکار کے خلاف کچھ لب کھول سکیں، وہ اس کو ترجیح دیتے تھے کہ سرکار کی چاپلوسی کرنے کے لئے دوسرے غریبوں پر ڈاکہ ڈالیں اوان کا استحصال کریں۔ دن کے وقت آپ ان کو سڑک پر دیکھیں تو یہ منکسر اور خوشامدی نظر آئیں گے۔ جب رات کے وقت یہ گروہوں میں جمع ہو جاتے تو ظالم اور بدمعاش ہو جاتے۔ یہ ہمیشہ سے اس کا ساتھ دیتے رہے ہیں جس نے احکامات جاری کیے ہیں، اور ہمیشہ یہی کرتے رہیں گے۔

مگر اب ان کے پاس اپنی فوج تھی جس کی وردی تھی اور جس کے پاس اسلحہ بھی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں فاشسٹ کہا جاتا تھا۔

مگر ان کی طاقت کا ایک اور ہی سبب تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی ان میں سے تیس کو مار گرا سکتا تھا۔ مگر اس لمحے ہم میں اتحاد کا سبب کیا تھا، ہم فونتامارا میں پیدا ہوئے تھے؟ کچھ بھی نہیں۔۔۔ سوائے اس کے کہ ہم ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ پر تھے اس کے علاوہ، ہر ایک اپنی اپنی راہ پر چلتا تھا۔ ہر ایک اپنے ہی لیے سوچ رہا تھا کہ کس طرح ان مسلح سپاہیوں کے حصار سے نکل جاؤں اور دسروں کو چھوڑ دوں۔ ہر ایک اپنے خاندان کا سربراہ تھا اور اپنے خاندان کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ شاید برادو کچھ اور سوچ رہا ہو۔ مگر اس کے پاس نہ تو زمین تھی نہ بیوی بچے۔

اس دوران خاصی دیر ہو گئی تھی۔

''اچھا'' برار دو نے کہا۔ ''اب ہم چلتے ہیں!''

توندوالے ٹھنگنے پر اس لہجے کا خاطر خواہ اثر ہوا اور اس نے کہا ''اب جانچ پڑتال شروع کرتے ہیں!''

''جانچ پڑتال؟ کون سی والی؟ ہمارا امتحان کیوں لیا جا رہا ہے''

دستے کے صفوں میں گز بھر کی گنجائش بنائی گئی، توندوالا ایک طرف کھڑا ہوا اور فیلیپو دوسری

طرف، بالکل جیسے باڑے میں گلہ بان کھڑے ہوتے ہیں جس وقت بھڑوں کا دودھ دوہا جاتا ہے
۔

اوراس طرح جانچ پڑتال شروع ہوئی۔

سب سے پہلے گرجا گھر کے گورکن تیوفیلو کو بلایا گیا۔

''تم کس کی طرف ہو؟ موٹے پیٹ والے نے بڑی تیزی سے اس سے سوال کیا۔ تیوفیلو کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے سوال کا جواب کیا دے۔

''تم کس کی طرف ہو؟'' سرکار کے نمائندے نے چڑ کر پوچھا۔

تیوفیلو نے اپنا حیران چہرہ ہماری طرف کر دیا، گویا ہم سے مشورہ طلب کر رہا ہو۔ مگر ہم کو بھی اتنا ہی معلوم تھا جتنا کہ اسے۔ اور چونکہ اس بے چارے کے چہرے سے یہی جواب ٹپکا پڑ رہا تھا کہ اس کو نہیں معلوم کہ کیا کہے، توند والے نے فیلیپو کی طرف رخ کیا، جو ہاتھ میں ایک لمبا سا کھاتا لیے کھڑا تھا اور اس کو حکم دیا:

''اس کے نام کے آگے لکھ دو: نافرمان۔''

تیوفیلو سراسیمگی کے عالم میں وہاں سے چلا گیا۔ اس کے بعد آنا کلیٹو درزی کو بلایا گیا۔

''تم کس کی طرف ہو؟'' توند والے نے اس سے پوچھا۔

آن کلیٹو کو سوچنے کی مہلت مل گئی تھی، اس لئے اس نے جواب دیا:

''میں ماں مریم کی طرف ہوں۔''

''کون سی والی میریم؟'' فیلیپو نے اس سے سوال کیا۔

آنا کیٹو نے چند لمحوں تک سوچا۔ تھوڑا سا ہچکچایا، پھر جواب دیا:

''لوریٹو والی۔''

''لکھ دو نافرمان۔'' موٹے شخص نے تحقیر بھری آواز میں فیلیپو کو حکم دیا۔

آن کلیٹو وہاں سے جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ لوریٹو والی کے بجائے پومپی آئی کی ماں کا نام لے سکتا ہے مگر اسے ایک طرف دھکیل دیا گیا۔

تیسرے نمبر پر برا کیولا بلایا گیا۔ اس کا جواب بھی تیار تھا، اور وہ پکار اٹھا:

''سان روکو زندہ باد!''

مگر اس جواب نے اس ٹھنگنے کو مطمئن نہیں کیا۔ اور اس نے حکم دیا۔

MashalBooks.com

''لکھو نافرمان۔''

''تم کس کی طرف ہو'' اس سے پوچھا گیا۔

''معاف کیجیے گا، اس کا مطلب کیا ہے؟'' اس نے بڑی ہمت کر کے سوال کیا۔ سچ سچ جواب دو کہ تم سوچتے کیا ہو'' تو ندوالے نے اس سے کہا۔ ''تم کس کے ساتھ ہو؟''

''میں تو شراب اور روٹی کے ساتھ ہوں'' سیولا نے خلوص دل کے ساتھ فوراً جواب دیا۔ اسے بھی نافرمانوں میں درج کرلیا گیا۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی باری کا انتظار کر رہا تھا اور کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ سرکار کا نمائندہ کیا چاہتا ہے کہ ہم اس سوال کا جواب کس طرح سے دیں کہ ہم کس کی طرف ہیں۔

ہمیں زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ اگر ہم نے غلط جواب دے دیا تو ہمیں پیسے کتنے دینے پڑیں گے۔ ہم میں سے کسی کو پتہ نہیں تھا کہ نافرمان کسے کہتے ہیں مگر قوی گمان تھا کہ اس کا مطلب ہوگا ''رقم واجب الادا'' دوسرے الفاظ میں ہم سے پیسے ہتھیارنے کا ایک نیا بہانہ تھا۔ جہاں تک میرا تعلق تھا تو میں نے چاہا کہ بالڈی سیرا کے قریب کھسک آؤں اور ان سے جواب کے لئے مشورہ مانگوں کیوں کہ اسے سرکاری رسموں کا سب سے زیادہ تجربہ تھا۔ مگر اس نے میری طرف ترجم بھر نظروں سے دیکھا۔ اس شخص کی طرح جو بہت کچھ جانتا ہے اور اس معلومات کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

''تم کس کی طرف ہو؟'' سرکار کے نمائندے نے اس سے پوچھا۔

بوڑھے موچی نے ٹوپی اتار دی اور اعلان کیا:

''ملکہ مارگریٹ زندہ باد!''

اس کے نعرے کا وہ نتیجہ ہرگز نہیں ہوگا جس کی توقع وہ کر رہا تھا۔ سپاہی ٹھٹھے مار کر ہنسنے لگے اور تو ندوالے نے اسے بتایا:

''وہ تو مر چکی۔ ملکہ مارگریٹ مرگئی۔''

''وہ مرگئی؟'' بالڈی سیا نے بہت افسردہ ہو کر پوچھا۔ ناممکن!''

''لکھ دو، آئین پرست'' ٹھگنے نے حقارت زدہ مسکراہٹ کے ساتھ فیلیپو سے کہا۔

بالڈی سیان ان ناقابل فہم سوالات پر اپنا سر ہلاتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد انتونیو لازاپا آیا جس نے (برار دو کے کہنے پر) نعرہ لگایا:

MashalBooks.com

''چورڈاکو مردہ باد!''

اس پر سیاہ قمیض والوں نے سخت احتجاج کیا، کیوں کہ یہ انہیں ذاتی توہین محسوس ہوئی۔

''لکھو، مزاج پسند''۔ موٹے آدمی نے فیلیپو سے کہا۔ لازاپا بنتا ہوا چلا گیا اور اب اسپ وینٹا کی باری تھی۔

''آوارہ گرد مردہ باد!'' اس نے کہا، جس کی وجہ سے جانچ پڑتال کرنے والوں کی صفوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ اور اسے بھی مزاج پسند کے طور پر درج کر لیا گیا۔

''تم کس کی طرف ہو؟ توندوالے نے ڈیلا کروچے سے پوچھا۔

وہ بھی برار دو کا شاگرد تھا، اس لئے کسی کی طرف ہونے کے بجائے کسی نہ کسی کے خلاف ہوتا تھا۔ اس نے جواب دیا:

''ٹیکس مردہ باد!''

اس مرتبہ سچ کہنا چاہیے کالی قمیض والوں اور ان کے سرغنہ نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔

مگر ڈیلا کروچے کو بھی مزاج پسند لکھا گیا کیوں کہ جیسا کہ اس ٹھنگنے نے بتایا بعض باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں۔

رافائیل اسکارپونے کا اس سے بھی زیادہ اثر ہوا، کہ اس نے سرکار کے نمائندے کے منہ پر کہہ دیا:

''جو شخص تمہیں پیسے دے رہا ہے، وہ مردہ باد!''

وہ ناراض ہو گیا، گویا رافائیل نے بڑے ہی گستاخ کلمات کہہ دیے ہوں، اور اس کو گرفتار کر لینا چاہا، مگر رافائیل نے احتیاط یہ برتی تھی کہ وہ بولا ہی اس وقت جب وہ چوک کی حد سے باہر تھا، اور بولتے ہی فوراً وہ گرجا کے پیچھے نکل لیا اور پھر کسی نے اسے نہیں دیکھا۔

لوسرڈو کے ساتھ بردبار اشخاص کی باری دوبارہ آ گئی۔

''سارے لوگ زندہ باد!'' اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ اس سے زیادہ محتاط جواب سوچنا مشکل تھا، مگر اسے بھی پسند نہیں کیا گیا۔

''لکھو، آزاد خیال'' پستہ قد آدمی نے فیلیپو سے کہا۔

''حکومت زندہ باد!'' اولیو نے بہتر بین ممکنہ خوش دلی سے کہا۔

''کون سی حکومت؟'' فیلیپو نے تجسس کے مارے پوچھا۔ اولیو نے تو کبھی نہیں سنا تھا کہ

مختلف حکومتیں ہوتی ہیں۔مگراس کی تربیت کام آئی اوراس نے جواب دیا:

''جائز حکومت۔''

''لکھوغدار''تو ندل نے فیلیپو سے کہا۔

پلاٹو کچھ کہنا چاہتا تھااور چونکہ اس کی باری تھی،اس لئے اس نے کہا:

''حکومت زندہ باد!''

''کون سی حکومت؟''فیلیپو نے پھر پریشان ہوکر پوچھا۔

''ناجائز حکومت''۔

''لکھو،بدمعاش۔''موٹے آدمی نے کہا۔

دوسرے الفاظ میں،ہم میں سے کوئی بھی صحیح جواب نہ دے سکا۔جوں جوں غلط جوابات کی تعداد بڑھتی گئی باقی ماندہ لوگوں کے لئے صحیح جواب کی گنجائش بھی کم ہوتی گئی۔مگر ہمیں ابھی تک نہیں پتہ چلا کہ آیا ہمیں غلط جواب دینے پر کچھ رقم دینا ہےاور کتنی رقم۔صرف برار دو ہی اس بارے میں پریشان نہیں تھااور وہ دل بہلانے کے لئے اپنے گروہ کے لڑکوں کو گستاخانہ جواب سکھا رہا تھا،جوسارے کے سارے کسی نے کسی کے خلاف ہوانے کے بارے میں تھے،کسی کی طرف ہونے کے بارے میں نہیں۔

''بینک مردہ باد!''ویزڈی سانتو نے نعرلگایا۔

''کون سابینک؟''فیلیپو نے پوچھا۔

''ایک ہی بینک ہےاور وہ ٹھیکے دار کو پیسے دیتا ہے۔''باخبر ویزڈی نے جواب دیا۔

''لکھوکمیونسٹ!''پستہ قد آدمی نے فیلیپو سے کہا۔

گاسپاروں کو بھی کمیونسٹ لکھا گیا کیوں کہ اس نے سوال کا جواب یہ کہ کر دیا تھا۔

''تورالونیامردہ باد''

پالموکوسوشلسٹ درج کیا گیا کیوں کہ اس نے بڑے ادب سے جواب دیا تھا

''غریب عوام زندہ باد!''

عین اس وقت برادردو کی ماں ماریاروزاچوک کے دوسری طرف سے نمودار ہوئی۔ہم نے دیکھا تھا کہ وہ سڑک پر چلتی ہوئی آئی اور ماریا گرازیا کے گھر میں چلی گئی جو گرجا تک آنے والے راستے کے شروع میں ہے۔

MashalBooks.com

''برارڈو! برارڈو کہاں ہے؟'' وہ بوڑھی عورت چلا رہی تھی۔ تمہیں پتہ ہے ان حرامیوں نے تمہارے گھروں میں کیا کیا؟ تمہیں پتہ ہے انہوں نے عورتوں کے ساتھ کیا کیا؟ اور ہمارے مرد؟ ہمارے مرد کہاں ہیں؟ برارڈو کہاں ہے؟''

برارڈو فوراً سمجھ گیا، یا اسے ایسا لگا۔ ایک جست میں وہ فیلیپو ال بیلو کے پاس پہنچ گیا، جس کا ڈر کے مارے برا حال ہوا جا رہا تھا۔ برارڈو نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔ اس کے منہ پر تھوک دیا اور پوچھا:

''ایلویرا کہاں ہے؟ تم نے ایلویرا کے ساتھ کیا کیا؟''

بوڑھی ماریا روزا گرجا کے دروازے پر آ گئی اور دونوں بیٹھ کر بین کرنے لگی

''مریم، ہماری حفاظت کر! تو ہی مداخلت کر! اس لئے کہ ہمارے مرد کسی قابل نہیں رہے!''

بوڑھی عورت کی التجا ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ گھنٹی کی آواز نے سب کی توجہ گرجا گھر کے مینار کی طرف مبذول کر دی۔

مینار کی گھنٹی کے پاس ایک شبیہہ ہمیں نظر آئی ایک لمبی دبلی، نوجوان عورت کی جھلک جس کا چہرہ برف کی طرح اجلا تھا اور ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔

ایک لمحے کے لئے سب کی سانس رک گئی۔ پھر وہ صورت غائب ہو گئی۔

''ماں مریم! اماں مریم!'' فیلیپو دہشت زدہ ہو کر چلایا۔

''ماں مریم! ماں مریم!'' کالی قمیضوں والے باقی لوگ بھی اسی خوف میں مبتلا ہو کر چیخنے لگے۔

سپاہیوں کا دستہ تتر بتر ہو گیا اور سپاہی دہشت زدہ ہو کر ٹرکوں کی طرف بھاگے جنہیں گاؤں کے سامنے چھوڑ دیا گیا تھا۔ سرکار کا وہ ننگنا اہلکار بھی ان کے ساتھ بھاگ رہا تھا۔

ہمیں دور سے ٹرکوں کو جانے کی آواز آئی۔ پھر ہم نے ٹرکوں کو پہاڑی پر سے بتیاں جلائے ہوئے تیزی سے (اترتے دیکھا۔ اتنے بہت سے ٹرک تھے کہ ہم گن بھی نہیں سکتے تھے۔

پہاڑی کے دامن میں قومی شاہراہ سے پہلے آخری موڑ پر ہم نے ٹرکوں کے اس جلوس کو اچانک رکتے ہوئے دیکھا۔ وہ آدھے گھنٹے تک رکے رہے۔

''وہ رک کیوں گئے ہیں؟ کیا وہ واپس آ رہے ہیں؟'' میں نے برارڈو سے پوچھا

''شاید اسکارپو نے کو پتہ ہو کہ وہ کیوں رکے ہیں'' برارڈو نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

(اگلے دن ہمیں پتہ چلا کہ ٹرک وہاں اس لئے رکے تھے کہ سڑک کے بیچوں بیچ ایک در

خت پڑا ہوا تھا۔ پہلا ٹرک اس سے ٹکرا گیا جس میں کئی لوگ زخمی ہوئے، اور ان میں وہ ٹھگنا آدمی بھی شامل تھا۔)

ٹرکوں کے جاتے دیر ہوگئی۔

''ہم جا کر سو جائیں، یا تھوڑی دیر اور ٹہر جائیں، پھر کام میں جانے کی تیاری کریں!'' میں نے برار دو سے پوچھا۔

''سب سے پہلے تو ہمیں پتہ کرنا چاہئے کہ گرجا کے مینار میں کون ہے''! برار دو نے میری بات کا جوات دیا۔

اصل میں برار دو کو شیطان کے وجود کا تو یقین تھا، ماں مریم کا نہیں۔ شیطان اگر نمودار ہو جاتا وہ یقین کر لیتا، مگر کنواری مریم پر نہیں۔ ہم گرجا کے مینار پر چڑھ گئے اور وہاں ایلویرا اور میری بیوی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایلویرا کو ابھی ہوش نہیں آیا تھا۔ اب ہم کیا کر سکتے ہیں! ہم صبح تک وہاں انتظار تو نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اس کو اندھیرے میں سیڑھی سے اتارنا آسان بھی نہیں تھا۔ میں آگے آگے تھا اور میں نے اس کے پاؤں پکڑے ہوئے تھے، جبکہ برادر دو پیچھے اس کے کندھے تھامے ہوئے تھا۔

ہم چوک میں آ گئے تب بھی اس کی حالت وہی رہی۔ وہ کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی تھی اور نہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکتی تھی۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ میں نے ہی برار دو سے کہا تھا:

''دیکھو، تم اسے یہاں تک لے آئے ہو، باقی راستے پر بھی تم ہی لے جاؤ!''

برار دو نے اسے بازوؤں میں اٹھا لیا اور اتنی آسانی سے اٹھا کر جیسے چرواہا میمنے کو اٹھا لیتا ہے وہ اندھیرے میں اس کے گھر کی جانب غائب ہو گیا۔

اگلی صبح ماریا روزا مجھ سے ملنے آئی۔

''تم نے میرے بیٹے کو دیکھا ہے!'' اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''رات کو تمھارے ہاں تو نہیں سو گیا؟ ساری رات میں اس کے انتظار میں نہیں سو سکی۔

یہ سن کر میں بہت حیران ہوا مگر جو میں سوچ رہا تھا وہ برار دو کی ماں کو نہیں بتایا۔

وہ بے چاری بوڑھی عورت دھیرے دھیرے چلتی ہوئی گلی میں غائب ہو گئی اور میں نے اسے اسکاپونے کے گھر جاتے ہوئے دیکھا۔ بعد میں، جب میں گدھے پر سامان لاد رہا تھا تو مار

یاروز دوبارہ آ گئی، اور اپنے بیٹے کے لئے معذرت چاہتے ہوئے بولی۔

''تم جانو وہ دل کا برا نہیں ہے، مگر میرا بیٹا قسمت سے مار کھا گیا۔ کیسی تقدیر لے کر پیدا ہوا تھا میرا بیٹا۔''

مگر جس وقت میں کھیتوں پر جا رہا تھا اور گدھے کو لے کر گرجا کے مینار کے پاس سے گزرا، تو مجھے برار دو مل گیا۔

''میں تمہارے گھر گیا تھا'' اس نے مجھ سے کہا، مگر مجھ سے نظریں ملائے بغیر، سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا اور گدھے کو تیز چلانے لگا۔

مگر برار دو نے اس بات کو نہیں سمجھا اور میرے ساتھ چلتا رہا۔ اس نے میرے لہجے سے اندازہ لگا لیا کہ مجھے ہر بات معلوم ہے۔

''ناراض مت ہو! اس نے مجھ سے کہا۔'' جو ہوا وہ تو ہونا ہی تھا۔'' مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم بدقسمتی کو دعوت دے رہے ہو۔'' میں نے کہا۔

''یہ سچ نہیں ہے'' اس نے احتجاج کیا، اور میرا بازو اپنے آہنی پنجے کی گرفت میں لے لیا۔'' تم جانتے ہو یہ سچ نہیں ہے! تم جانتے ہو کہ میری زندگی آسان نہیں رہی ہے! تم جانتے ہو کہ میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھا رہا۔''

مختصر سے وقفے کے بعد اس نے مصمم ارادے کے ساتھ مگر دھیمے لہجے میں تقریباً سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

میرا ارادہ پہلے سے زیادہ پختہ ہے۔''

اب تمہارا کیا خیال ہے، کیا کرو گے؟ میں نے اس سے پوچھا

''میں اس سے شادی کروں گا۔'' اس نے کہا۔'' مگر اس سے پہلے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ یہ ضرورت ہے۔ مجھے تھوڑی سی زمین چاہئے۔ اس سے تو تم بھی اتفاق کرو گے۔''

''ہاں، مگر ان دنوں زمین حاصل کرنا آسان نہیں۔'' میں نے کہا۔'' تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے۔ تم نے دو دفعہ کوشش کی اور ناکام رہے۔''

''میں پھر کوشش کروں گا! اس نے اعتماد اور قوت کے ساتھ کہا۔'' میں پھر کوشش کروں گا اور اس بار تم دیکھ لینا میں کامیاب رہوں گا۔ اب صرف میری بات نہیں ہے۔ صرف میری زندگی کی بات نہیں ہے۔ مجھ میں دس گنا طاقت آ گئی ہے۔ تم دیکھ لینا۔''

''یہ طاقت کا سوال نہیں ہے۔'' میں اس سے کہنا چاہتا تھا۔'' اس کا انحصار تم پر اور تمہاری

ضروریات پر نہیں ہے۔فونتامارا میں زمین حاصل کرنا آسان نہیں ہے۔۔۔مگر میں نے اسکے چہرے کو بڑے غور سے دیکھا، کہ اس سے پہلا اس طرح نہ دیکھا تھا اور اچانک میرا دل اس کے لئے بے اندازہ ہمدردی سے بھر آیا، جیسے ایک لمحے میں اس کا سارا مستقبل میرے سامنے آ گیا ہو۔اور میں اتنا متاثر ہوا کہ میں نے اپنی پریشانی اس سے چھپانا چاہی۔

''خدا تم پر اپنا فضل کرے۔، برارڈو'' میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔''میں اس کے علاوہ اور کیا کہہ سکتا ہوں۔خدا تمہاری مدد کرے!''

مگر اسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں کیا محسوس کر رہا ہوں، کیوں کہ خود اس پر بہت !اثر معلوم ہو رہا تھا۔وہ بہت عجلت کے ساتھ مجھ سے رخصت ہوا اور اپنے کدال چھاؤ کی طرف چلا گیا۔

میں اس پورے دن برارڈو کے بارے میں سوچتا رہا، اور اس کی ضرورت کو یاد کرتا رہا کہ اسے زمین چاہئے۔ورنہ اس کی انا اسے ایلویرا سے شادی کرنے سے روکتی رہے گی، حالانکہ اب وہ شادی کر لینے کا پابند ہو گیا تھا۔اس کی سوچ کو سمجھنے کے لئے ہمارے علاقے کے بے زمین کسانوں کی جنہیں ہم کافونی کہتے ہیں، حالت پر غور کرنا چاہئے۔فونتامارا اور آس پاس کے دیہات میں زیادہ تر کاشت کار چھوٹے موٹے زمین دار ہیں یا بڑے زمین داروں کی زمین پر کاشت کرنے والے۔بہت کم ایسے ہیں جن کے پاس بالکل زمین نہ ہو۔بے زمین کسان کو ہر ایک حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔زمین کی قیمتیں زیادہ نہیں ہیں۔اس لئے جس کسان کے پاس اپنی زمین نہ ہو اسے کاہل اور احمق سمجھا جاتا ہے۔ایک زمانہ ایسا تھا کہ یہ بات بالکل درست تھی پھر بعد میں حالات بدل گئے۔جہاں ہم رہتے تھے وہاں چھوٹے زمینداروں نے اپنی ملکیت میں اضافے نہیں کیئے نہ وہاں ایسے کسان تھے جنہوں نے کاشت کے لئے زمین خریدی۔بلکہ اس کے برخلاف ایسا بھی ہوا کہ زمین دار برباد ہو کر عام کسانوں کی سطح پر پہنچ گئے۔حالات بدل گئے تھے پھر بھی سوچنے کا پرانا انداز باقی تھا اور جس کسان کے پاس زمین نہ ہو اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

یہ حقیقت ہے کہ کسی باتوں کی وجہ سے برارڈو غیر معمولی کسان تھا اور کوئی شخص اس کو تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس لئے اس کی غربت کاہلی یا جہالت کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کا سبب بدقسمتی تھا۔وہ خود جو اس قدر آن بان اور غرور والا بنتا تھا، جب یہ سوچتا کہ اسے ایلویرا جیسی لڑکی سے شادی کرنا ہے اور اس کے پاس زمین نام کی کوئی شے نہیں ہے تو اپنے آپ کو اس کے قابل نہ سمجھتا۔

وہ تمام دن، جب میں ڈون کارلومیگنا کی چراگاہوں میں سے ایک میں گھاس کی ڈھیروں لگا رہا تھا، تو یہ سوچتا رہا کہ ایلویرا کی صورت حال کس قدر خطرناک اور افسوس ناک ہے، اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ کہ برار دو کو کسی طرح شہر میں پانچ چھ مہینے کے لئے بھاری قسم کا کام مل جائے۔۔۔جیسا کام شہر والے خود کرنا پسند نہیں کرتے، بلکہ جس کی اجرات کھیت میں کام کرنے سے زیادہ مل جاتی ہے۔اگر وہ اس کام کے ساتھ ساتھ کچھ رقم بچالے تو شاید اسے یہاں زمین مل جائے۔مگر صحیح مشورہ لینے کے لئے کوئی کہاں جائے کہ مزید ٹھگی کا خطرہ نہ مول لینا پڑے۔نہ پادری، نہ زمیندار، نہ وکیل، کوئی قابل اعتبار نہیں رہا تھا۔۔

حالیہ واقعا اتنے ہمارے حوصلہ توڑ کر رکھ دیئے تھے۔

بالڈی سیرا ابھی کسی کام کا نہیں رہا تھا۔جو کچھ ہو رہا تھا اس پر وہ ہم سب سے زیادہ متوحش تھا۔پرانے آداب ورسوم کی جس دنیا پر اس کا عقیدہ تھا، وہ مر چکی تھی اور اس کی جگہ ناقابل فہم رونما ہو رہے تھے۔

سپاہی فونتامارا کو اور کتنی ہی عورتوں کی عزتوں کو لوٹ کر چلے گئے۔یہ شرم ناک حرکت تو تھی، پھر بھی اس کا مطلب سمجھ میں آتا تھا۔لیکن کہ یہ سب قانون کے نام پر ہوا۔اور پولیس کے سربراہ کی موجودگی میں ہوا، یہ بات قطعاً سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

فوچینو میں چھوٹی اراضیوں کا کرایہ بڑھا دیا گیا اور بڑی اراضیوں کا کم کر دیا گیا، یہ بات کم وبیش فطری تھی۔لیکن یہ تجویز چھوٹی اراضی کے مالکوں نے پیش کی تھی، یہ بات بالکل غیر فطری بات ہے۔

جن لوگوں کی فاشسٹ کہا جاتا تھا، انہوں نے کئی بار ایسے لوگوں کو مارا پیٹا، زخمی کیا بلکہ قتل تک کر دیا جن کا جرم صرف اتنا تھا کہ ان کی کوئی بات ٹھیکے دار کو ناگوار گزری تھی، اور یہ بھی فطری بات تھی، مگر ان غنڈوں اور قاتلوں کی حکومت نے انعام وکرام سے نوازا، یہ بات ناقابل فہم تھی۔مختصراً یہ کہ ہمارے ساتھ کچھ ہو رہا تھا، اس میں کوئی بات نہ تھی اور اس کی مثالیں گذشتہ واقعات میں مل سکتی تھیں۔مگر جس طریقے سے سب کچھ ہو رہا تھا وہ اس قدر مہمل تھا کہ ہمارے لئے اس کی کوئی توضیح پیش کرنا ممکن نہیں تھا۔

جو تھوڑا بہت غلہ فصل کی کٹائی کے بعد فونتامارا جاتا تھا۔وہ مئی کے آخر سے جب کہ فصل ابھی تھی ٹھیکے دار نے ایک سوبیس لیرانی سوامن پر اپنے نام طے کروالی تھی۔اس وقت ٹھیکے دار کی پیشکش ہمیں قابل قبولی نظر آئی تھی۔عجیب بات تھی کہ ٹھیکے دار جو اتنا معاملہ شناس تھا، مئی کے آخر میں غلہ خرید رہا ہے جس وقت کسی کو معلوم نہیں تھا کہ اس سال بھاؤ کیا رہے گا۔مگر ہمیں پیسوں کی ضرورت تھی اور کچھ سوچے بغیر ہم نے کھڑی فصل کا سودا کر دیا۔آس پاس کے کئی گاؤں نے ایسا کیا تھا

کٹائی کے وقت یہ بھید ہم پر کھلا: حکومت نے ملکی غلے کے حق میں کوئی قانون بنایا تھا۔اور غلے کی قیمت ایک سو بیس لیرانی سوامن سے بڑھ کر ایک سو ستر الیرانی سومن ہوگئی ٹھیکیدار کو اس قانون کے بارے میں مٹی سے خبر تھی۔

ہاتھ ہلائے بغیر اسے بچاس لیرانی سوامن کا فائدہ فصل کٹنے سے پہلے ہی ہوگیا۔اس طرح ہماری فصل کا سارا منافع ٹھیکے دار کے پاس چلا گیا۔ہل چلانے جنگلی بوٹیوں کو نوچ پھینکنے غلہ کاٹنے اور پھٹکنے کا تمام منافع۔۔۔ایک سال کی محنت مشقت پسینے اور مشکلیں اٹھانے کا منافع،اس شخص کو مل گیا جس کا زمین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔کسانوں نے ہل چلایا،زمین ہموار کی،نلائی کی،فصل کاٹی اور جب سب کچھ ہوگیا تو باہر والا آیا اور سارا منافع لے کر چلا گیا۔

کون احتجاج کرسکتا تھا؟احتجاج کی گنجائش ہی کہاں تھی؟اس لئے کہ ہر چیز قانون کے عین مطابق تھی۔بس ہمارا احتجاج ہی غیر قانونی ہوتا۔

بہت عرصے سے کسانوں کو لوٹنا قانون میں داخل تھا۔پرانے قوانین اس مقصد کے لئے کافی نہیں رہے تھے اس لئے نئے قوانین بنالئے گئے تھے۔

''میں یہاں نہیں رہوں گا'' برار دو مجھے بار بار بتاتا رہا۔''مجھے یہاں سے لازماً جانا۔مگر کہاں جاؤں؟''

ہر ایک دیکھ رہا تھا کہ برار دو کس طرح تکلیف اٹھا رہا ہے۔اب وہ پہلے سا برار دو بھی نہ رہا۔وہ ہنسی مذاق کرتا نہ یار دوستوں میں بیٹھتا۔اب ہم سب کو نظر آرہا تھا کہ اس کے پہلو میں کانٹا چبھا ہوا تھا اور اس کا دل خون ہو رہا تھا۔

''ضرورت ڈون سرکوستانزا ہی تمہاری مدد کرسکتے ہیں۔''میں نے اس کو سمجھایا۔ان کے بڑے تعلقات ہیں۔''

برار دو،اسکاپونے اور مجھے ڈون سرکوستانزا سے کچھ کام تھا،اور وہ یہ کہ ہم نے قبرستان کے پیچھے ان کے پرانے تاکستان میں کچھ نئی بیلیں لگا دی تھیں جو پچھلے سال سیلاب سے اکھڑ گئی تھیں۔اتوار کی صبح ہم ان کے یہاں گئے کہ ان سے پیسے بھی لے لیں اور برار دو کو ان سے بات کرنے کا موقع دیں کہ وہ شہر میں۔کچھ کام مانگ سکے۔

''عوام دوست ہی تمہاری مدد کرسکتے ہیں''میں نے برار دو سے کہا۔

ڈون سرکوستانزا نے ہم سے ہاتھ ملائے اور بڑے اخلاق سے استقبال کیا۔

''کتنے دن کی اجرات میری طرف نکلتی ہے؟''

برار دو کے پندرہ دن کی، رافائیل کی اور میری بارہ بارہ دن کی، اتنا حساب تو ڈون سرکو ستانزا جیسے پڑھے لکھے آدمی کیلئے مشکل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ مگر اچانک ''عوام دوست'' نے منہ بگاڑ لیا۔ وہ کئی منٹ تک خاموش رہے انہوں نے کھڑکی سے باہر اور دور ازے کی دوز میں سے جھانکا کہ کوئی سن تو نہیں رہا۔ پھر ہمارے پاس آ کر آہستہ سے کہا:

''بڑی بری بات ہے۔ تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے کہ حکومت کس طرح ہمیں تنگ کرتی ہے۔ ہر روز ہمیں ستانے کے لئے ایک نیا قانون بنا لیتی ہے۔ ہم اپنا پیسہ خرچ کرنے کے بھی مجاز نہیں ہیں۔''

ان الفاظ سے ہم بہت متاثر ہوئے۔ کیا حکومت اب معزز شرفاء کو بھی تنگ کر رہی ہے؟

''جناب، آپ کے حکم کی دیر ہے، سارے کسان بغاوت کر دیں گے'' برار دو نے اس لہجے میں کہا جو اس نے عرصے سے نہیں برتا تھا۔

''اس بات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔'' ڈون سرکو ستانزا نے کہا۔ ''یہ برہمی کا شائستہ اظہار ہے۔ یہ رہے تین لفافے جو میں نے تمہارے لئے تیار کیے تھے، ہر ایک کے لئے ایک لفافہ، اور اس میں وہ رقم ہے جس کی ہم نے بات کی تھی۔''

میز پر تین لفافے رکھے ہوئے تھے۔

''میں نے ہر چیز تیار کر لی تھی'' انہوں نے اپنی بات جاری رکھی'' بالکل جیسے ہم نے طے کیا تھا۔ میں نے اس میں سے ایک کوڑی بھی کم نہیں کی۔ تمہیں میری بات کا اعتبار ہے؟''

ہمیں ان کی بات کا اعتبار کیوں نہ ہوتا؟

''مگر اب'' انہوں نے بات جاری رکھی'' مجھے صوبے میں زراعتی محنت کے لئے یہ دنیا معاہدہ موصول ہوا ہے۔ مجھے اسکا بہت صدمہ ہے اپنی آنکھوں سے خود ہی دیکھ لو

میں نے شک وشبے کے ساتھ وہ اخبار لے لیا جو ڈون سرکو ستانزا نے مجھے پکڑایا اور ان کے اصرار پر وہ حصہ پڑھا جس کے نیچے سرخ لکیر کھینچی ہوئی تھی۔ جو لکھا تھا اس کی رو سے انیس سے ساٹھ سال کے زراعتی مزدوروں کی اجرت میں چالیس فی صد کمی کر دی گئی تھی۔ یعنی ہمارے لئے۔

''کتنی ہولناک بات ہے'' انہوں نے کہا۔ ''آگے بھی پڑھو۔ ابھی ختم نہیں ہوا''

میں نے پڑھا کہ مزید مرمت، نئی بوائی یا انگور کی بیلیں، زیتون اور مچھلوں کے نئے درخت

لگانا، کھاد کے گملوں کی تعمیر، گڑھوں کی کھدائی اور صفائی اور سڑکوں کی تعمیر وہ غیر معمولی منصوبے تھے جن کا مقصد بے روزگاری کا خاتمہ تھا اور اس لئے ان کی اجرات مقررہ اجرت سے پچیس فی صد کم ادا کی جانی چاہئے۔

''اس قانون سے کون اتفاق کرسکتا ہے؟'' وہ کہتا رہا۔'' قانون کو زمین دار اور کسان کے درمیان آنے کی کیا ضرورت؟ ہماری آزادی کا کیا ہوگا؟''

یہ بہت کھلا دھوکا تھا۔ یہ ہمیں قانون کے نام پر لوٹنے کا نیا منصوبہ تھا۔ ڈون سرکوستانزا ایسے معاملوں میں ہمیشہ ہوشیار رہے ہیں۔ دوسری چیزکوں کے علاوہ انہوں نے یہ ہوشیاری دکھائی کہ بنک سے معمولی قیمت پر ایسے نوٹ لے لئے تھے جن کی ادائیگی نہیں ہونی تھی اور ان کی قیمت کسانوں سے کئی دن کی محنت کی صورت میں حاصل کی۔ چنانچہ کسانوں نے بغیر اجرت کے کام کیا اور اس کا پھل ڈون سرکوستانزا کھایا اس لئے ان کے دفتر میں جانے سے پہلے ہم نے بھی آپس میں پوچھ لیا کسی کے پاس نوٹ تو نہیں ہے۔

ایسا نوٹ کسی کے پاس نہیں تھا۔ مگر اس دفعہ نئی طرح کا دھوکا تھا۔

''یہاں تین لفافے رکھے ہیں'' برارد و نے کہا'' ہم اٹھائے لیتے ہیں اور معاملے طے ہو جائیں گا۔''

اور برارد و اپنے نام کا لفافہ اٹھانے ہی والا تھا کہ ڈون سرکوستانزا نے جو اس لمحہ کے انتظار میں تھے اسے روک دیا۔

''کیا؟'' ان کا لہجہ اس لہجے سے بہت مختلف تھا جو وہ اب تک استعمال کرتے چلے آئے تھے۔'' کیا یہ حرکت میرے ہی گھر میں ہوگی؟''

میں نے فوراً مداخلت کی کہ برارد و کوئی ایسی ویسی حرکت کرکے اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈال لے۔

''اس میں کیا برائی ہے؟'' میں نے کہا۔'' ہم نے اتنے دن طے شدہ اجرت پر کام کیا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہمیں کتنی رقم ملنی چاہیئے ہم پہلے کی طرح دوست رہ سکتے ہیں۔''

''اور قانون؟'' وہ مجھ پر برس پڑے۔'' قانون کا کیا ہوگا؟ تمہیں پتہ ہے کہ قانون توڑنے پر کتنے جرمانوں کا خطرہ مول لینا پڑتا ہے؟ مگر تمہیں کیا معلوم۔ تم لاعلم ہو۔ مگر مجھے معلوم ہے۔ میں تمہاری خاطر جیل نہیں جارہا۔ مجھے بہت افسوس ہے مگر میں تمہاری خاطر جیل نہیں جا

سکتا۔قانون، قانون ہے۔اس کا احترام کرنا ہوگا۔

''حضرت موسیٰؑ کا خداوندی حکم کہتا ہے کہ تم چوری نہیں کرو گے۔''

''حضرت موسیٰؑ کا قانون آسمانی عدالت کے لئے ہے'' ڈون سرکوستانزا نے مجھ سے کہا۔''یہاں سولینی کا قانون چلتا ہے۔اور اس کے علاوہ قانون نافذ کرنا میرا کام نہیں ہے۔اگر تم نے آرام سے میری بات نہ مانی تو پھر پولیس کو بلوانا پڑے گا۔''

اس کے آخری جملے کا عجیب اثر ہوا،اور خود انہیں بھی اس کے کہنے پر ندامت سی محسوس ہوئی۔برار دو کے لئے یہ جملہ کوڑے کی طرح تھا۔وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔مگر میں اس کے پاس گیا اور اسے زبردستی بٹھالیا۔فضا میں شرمندہ سی خموشی چھا گئی۔

''میری بات کو غلط نہ سمجھنا'' ڈون سرکوستانزا نے ہکلاتے ہوئے کہا۔''یہ زمانہ میرے لئے بھی اتنا ہی برا برہے۔''

اور یہ بات حقیقت تھی۔اس کے دفتر کی دیوار پر اس کے بیٹے کی بڑی سی تصویر لگی ہوتی تھی جو جنگ میں کام آیا تھا،اور اس کے برابر اس کی بیوی کی تصویر تھی جو اب پاگل خانہ میں داخل تھی۔ ڈون سرکوستانزا کی طرف دیکھنے پر اندازہ ہوتا کہ وہ اب پہلے جیسے خوش قسمت اونس مکھ نہیں رہے۔مگر یہ ہمارے فکر کرنے کی بات نہیں تھی۔ہمارا حال ان سے بھی ابتر تھا۔

''جب چرواہا بیمار ہوتا ہے تو سارے گلے پر مصیبت آجاتی ہے'' انہوں نے ہمارا جواب دینے کی غرض سے کہا۔

برار دو کی حالت اس وقت اس پابند سلاسل کی سی ہورہی تھی جو بیڑیاں ہلاتا ہے پٹختا ہے مگر نہ تو آزاد ہوسکتا ہے نہ ہونا چاہتا ہے۔وہ بہت دل شکستہ اور مایوس معلوم ہورہا تھا اور اسکا پونے سے نظر بھی نہیں ملا رہا تھا۔

''کتنے پیسے؟'' اس نے دانت پیس کر پوچھا۔

ڈون سرکوستانزا برار دو کی اس غیر معمولی عاجزی پر بہت خوش ہوئے اور اس کو مبارک باد دینے کی بدتمیزی کر بیٹھے۔

''اگر تم میں شروع سے یہ عقل مند اور سمجھ بوجھ ہوتی جس کا اس وقت مظاہرہ کر رہے ہو'' انہوں برار دو سے کہا''میں تمہیں طعنہ ہیں دے رہا،تو تمہاری حالت بہت بہتر ہوتی۔

یہ کہہ کر وہ اٹھے،برار دو کے نام کا لفافہ اٹھایا اور اس میں سے پیسے باہر نکال لئے۔پھر کاغذ

پنسل اٹھائے اور حساب جوڑنے لگے:

''قانون کے مطابق پہلے تو چالیس فی صد منہا کر لیں۔ پھر جو رقم باقی رہی، اس میں سے قانون کے مطابق پچیس فی صد کاٹ لیں، بے روزگاری میں مدد دینے کے لئے۔ اس طرح برارد کو اڑاتیس لیرا ملتے ہیں۔ میرے پیارے برارد، مجھے افسوس ہے مگر یہ سرکار کی غلطی ہے۔''

پندرہ دن کی سخت محنت اور اڑتیس لیرا کی معمولی رقم!

پھر ڈون سرکوستانزا نے میرے نام کا لفافہ اٹھایا اور اس میں سے پیسے نکالے۔ پھر اس پر حساب کتاب کرنے لگے۔ ''قانون کے مطابق ہم پہلے تو چالیس فیصد کاٹ لیں۔ پھر پچیس فیصد بے روزگاری میں مدد دینے کے لئے نکال لیں۔ باقی بچے چوتیس لیرا۔''

یہی جوڑ نا گھٹانا انہوں نے اس کارپونے کے لفافے پر کیا۔

بارہ دن کی مشقت کے لئے چونتیس لیرا! یہ احمقانہ رقم ہماری محنت سے اتنی دور کی چیز معلوم ہو رہی تھی کہ ہمیں یہ جادو ٹونا لگا۔ میں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ اس طرح دھوکا کھانے کی خاطر اتنی مشقت اٹھانے کا کیا فائدہ۔ برارد نے کچھ نہ کہا، مگر اس کے دل میں بہت غبار بھرا ہوا تھا۔ اسکاپونے اسے اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔ برارد کے رویے پر حیرت کی وجہ سے ڈون سرکوستانزا پر ناراض ہونا بھی بھول گیا۔

یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دل میں کوئی برائی نہیں ہے۔ ڈون سرکوستانزا نے خادمہ کو بلایا اور ہمیں شراب کا ایک ایک گلاس پیش کیا۔

میں یہ مان لیتا ہوں کہ ہم نے وہ گلاس پی لیا۔ جب ہم جانے لگے تو میں نے برارد کو اشارہ کیا کہ وہ ٹھہر جائے۔

''میں آپ سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں'' برارد نے ان سے کہا۔ ''مجھے کچھ مشورہ چاہئے۔''

میں نے اس سے کہا کہ ہم راستہ میں اس انتظار کریں گے، اور میں نے اسکاپونے کو اپنے ساتھ رکھا۔ اس کا خیال تھا۔۔۔ بلکہ امید تھی۔۔۔ کہ برارد ڈون سرکوستانزا کو کھری کھری سنائے گا، اور وہ اس کی مدد کے لئے وہاں ٹھہرنا چاہتا تھا ''برارد کوئی بچہ نہیں ہے'' میں نے اس کو ملامت کی۔ ''اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنے معاملات سے خود نمٹے۔''

تم لوگ جو اپنے معاملات سے خود نمٹتے آئے ہو تم نے کون سا کارنامہ کیا ہے! اس نے حقارت سے کہا۔

سڑک پر ہمیں بالڈو وینو اسکیار یا ملا جو زور زور سے اپنی بیوی کو ڈانٹ رہا تھا اپنے گھر کی بربادی کا سارا الزام اس پر لگا یا رہا تھا۔ وہ بے چاری عورت اس سے التجا کر رہی تھی کہ خاموش رہے، اور یہ بحث طعنے اور مار پیٹ اس وقت تک ملتوی کر لے جب تک وہ گھر نہ پہنچ پائیں، مگر اس پر وہ اور غصے میں آ رہا تھا۔

بالڈو وینو نے زمین کا ایک مختصر سا قطعہ ڈون کارلو میگنا سے کرائے پر لیا ہوا تھا، اور رقم ابھی ادا کی تھی، مگر اس بار ڈون کارلو کی بیوی کی یہ رقم ناکافی معلوم ہوئی کیونکہ پچھلے سال بالڈو وینو کی بیوی کرائے کے ساتھ تحفے میں دو درجن انڈے بھی لائی تھی اور رواج کے مطابق طے ہونے والے قانون کی رو سے، ڈون کارلو کی بیوی ہر سال دو درجن انڈوں کا مطالبہ کر رہی تھی۔ دراصل انڈوں کا تحفہ دینے کا یہ خیال بالڈو وینو کو ہی آیا تھا مگر انڈے لے کر اس کی بیوی آئی تھی۔ اس نے یہ وضاحت نہ کی تھی کہ انڈے تحفے کے طور پر دیے گئے ہیں۔ لہذا بالڈو وینو یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ اس کی بیوی اس بربادی کا سبب ہے۔ اس کے نتیجے میں اس سال، اگلے سال اور تمام زندگی بلکہ اس کی اولاد کو ساری زندگی کرائے کے ساتھ دو درجن انڈے بھی دینے پڑیں گے، کیوں کہ رواج یہی کہتا ہے۔

ایک بات بالکل واضح تھی: زمین داروں کے حق میں روز نت نئے قوانین بنائے جا رہے تھے، اور صرف وہی پرانے قانون منسوخ کیے جا رہے تھے جو کسی نے کسی طرح چھوٹے کسانوں کے حق میں جا سکتے تھے۔ جو قانون کسانوں کے خلاف تھے۔ وہ اپنی جگہ برقرار تھے۔ مفلسی میں آٹا گیلا، زمین داروں کے پرانے رواج کے مطابق ڈونا کلورنڈا کے باورچی خانے میں ایک چھلا تھا جس سے وہ ان انڈوں کو ناپتی تھیں جو کسان ان کے ہاں تحفے کے طور پر لے کر آتے تھے۔ اور ان تمام انڈوں کو مسترد کر دیتی تھیں جو اتنے چھوٹے ہوتے تھے کہ چھلے میں سے نکل جائیں۔ اب یہ چھلا اس زمانے کا تھا جب خدا جانے کس طرح مرغیاں بڑے بڑے انڈے دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اب وہ زیادہ تر انڈے واپس کر دیتی تھیں اور بڑے بڑے طلب کیا کرتی تھیں۔ کیا یہ کسانوں کا قصور تھا کہ ان کی مرغیاں بڑے بڑے انڈے نہیں دے رہی ہیں؟ اگر بڑے انڈے ہوتے بھی تھے تو وہ تحفے کے طور پر دیے جاتے تھے۔

برار دو ایک خط ہاتھ میں لئے ہوئے آیا۔

انہوں نے میری مدد کا وعدہ کیا ہے'' اس نے کہا۔ ''ڈون سر کوستانزا نے روم میں اپنے

ایک دوست کے نام خط لکھ دیا ہے۔''

تو تم کو ابھی تک عوام دوست کے وعدوں کا اعتبار ہے'' اسکاپونے نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''نہیں'' برار دو نے کہا۔مگر میرا خیال ہے کہ ڈون سرکوستانزا مجھے نوکری دلوادیں گے، تاکہ میں یہاں سے دفع ہو جاؤں۔''

تمام باتوں کے باوجود برار دو اپنے آپ کو دھوکا دے سکتا تھا۔ذرا دیر میں وہ ہنس رہا تھا ،قہقہے لگا رہا تھا۔اس شام وہ ماریاٹا کی دکان پر بڑے عرصے کے بعد آیا۔بدقسمتی سے وہ ایسے وقت آیا جب امریکوایلویرا کے بارے میں بات کر رہا تھا۔وہ کوئی بری بات نہیں کہہ رہا تھا،مگر یہ ضرور ہے کہ وہ اس کے بارے میں بات کر رہا تھا۔برار دو نے بڑے ادب سے اس سے کہا کہ ذرا باہر تشریف لے آیئے جیسے اسے کوئی معمولی سی بات یاد آ گئی ہو۔تھوڑی دیر کے بعد برار دو اس کو واپس لے کر اسے کوئی معمولی سی بات یاد آ گئی ہو۔منہ سے اور کان سے خون بہتا ہوا،اور ماری ایٹا سے کہا کہ اسے پانی سرکے سے دھودے۔

اس وقت تیوفیلو چندہ جمع کر رہا تھا کہ ڈون اپاچیو فونتامارا آ کر عوام کے لئے وعظ کہہ سکیں۔ وہ دس لیرا جمع کرنے میں کامیاب ہو سکا تھا،اور ڈون اپاچیو نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وعظ کہنے کا نذرانہ بڑھ گیا ہے اور اس وقت نہیں آئیں گے جب تک کہ دس لیرا اور نہ ہوں۔بڑی مشکلوں سے کوڑی کوڑی جوڑ کر دس لیرا اور جمع کیے گئے اور ایک صبح ڈون اپاچیو وعظ کہنے کے لئے آئے۔

مردوں کو بھی وعظ کی طرف راغب کرنے کے لئے انہوں نے اعلان کیا کہ وہ سان گیسپے دا کو پر تینو کا قصہ بھی سنائیں گے۔اس لئے یہ ہوا کہ گرجا گھر جا کر پورا ابھرا ہوا تھا۔برار دو بھی آ گیا جب اس نے یہ سنا کہ وعظ میں یہ قصہ بھی سنایا جائے گا۔گرجا گھر کی حالت بری تھی اور کھڑکیوں میں گولیوں کے نشانات باقی تھے جہاں کالی قمیض والوں نے نشانے باندھے تھے۔اس گرجا میں واحد خوبصورت چیز، مائدہ ربانی پر بنی ہوئی روغنی تصویر تھی۔اس تصویر میں یسوع مسیح کے ہاتھ میں سفید روٹی کا ٹکڑا تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔

''یہ مرا جسم ہے یہ سفید روٹی میرا جسم ہے،سفید روٹی فرزند خداوند ہے۔سفید روٹی حقیقت اور زندگی ہے''

یسوع مسیح کی مراد مکئی کی اس روٹی سے نہیں تھی جو کسان کھاتے ہیں اور نہ اس بدمزہ معمولی

روٹی سے جو پادری حضرات دکھاتے ہیں۔ یسوع مسیح کے ہاتھ میں سفید روٹی کا اصل ٹکڑا تھا اور وہ کہہ رہے تھے:

یہ روٹی (سفید روٹی) میرا جسم ہے۔

یعنی فرزند خدا کا بدن۔ یعنی خدا حقیقت اور زندگی۔ اور ان کی مراد تھی جس کے پاس یہ سفید روٹی ہے اس کے پاس میں ہوں خدا ہے جس کے پاس سفید روٹی نہیں ہے جس کے پاس صرف مکئی کی روٹی وہ رحمت سے محروم ہے۔ اس کی حقیقت نہیں معلوم اس کے پاس زندگی نہیں۔ سوروں گدھوں اور بکریوں کی طرح وہ ناخاص چیزیں کھاتا ہے۔ اور اگر آپکے پاس سفید روٹی نہ ہو، صرف مکئی کی روٹی ہو تو یہ ایسی ہی بات ہے کہ جسے یسوع مسیح کبھی آئے ہی نہ ہوں، جیسے خدا کی شفقت ہوئی نہ ہو جیسے مسیح کا آنا ابھی باقی ہو۔ بھلا ہم کس طرح اپنے غلے کے بارے میں نہ سوچتے جو سارے سال کی اتنی کڑی محنت کے بعد اگایا گیا اور مئی کے مہینے میں بنک نے خرید لیا جب کہ فصل ابھی ہری تھی اور بعد میں خوب منافع سے بیچا۔ ہم نے اپنے خون پسینے سے فصل اگائی اور ہمیں اس کا پھل نہ کھا سکے۔ یہ سب شہر پہنچ جائے گی ہر ایک اس میں سے کھائے گا امیروں کے کتے اور بلیاں تک اس میں سے کھائیں گے۔ مگر ہم اسے نہ کھا سکیں گے۔ ہم گندم کے بجائے مکئی کی روٹی کھائیں گے۔ مگر مائدہ ربانی پر بنے ہوئے یسوع مسیح کے ہاتھ میں مکئی کی روٹی نہیں تھی، سفید روٹی تھی۔ گیہوں کی روٹی!

اور دعا کے الفاظ ۔۔۔ ہمیں آج کے دن ہماری روٹی دے ۔۔۔ ان کا مفہوم مکئی کی روٹی نہیں تھا بلکہ سفید روٹی تھا۔ اور مقدس گیت کی روٹی ۔۔۔ اے جنت افردوس کی جیتی جاگتی روٹی ۔۔۔ یقینی طور پر مکئی کی روٹی نہیں ہے بلکہ سفید روٹی ہے۔

جب ڈون اپاچیو انجیل کی آیت پر مبنی سبق تک پہنچے تو انہوں نے ہمیں سان گیسپے دا کوپر تینو کی حیات مبارکہ پر وعظ دیا۔ ہمیں یہ قصہ خوب معلوم تھا مگر اسے بار بار سننا چاہتے تھے۔ یہ ولی اللہ اور بزرگ ہستی اصل میں کسان تھی پھر انہوں نے ایک خانقاہ میں شمولیت اختیار کر لی۔ وہ ذرا سی بھی لاطینی نہ سیکھ سکے۔ جب دوسرے پادری زبور کے گیت گاتے، تو یہ جہاں بھی ہوتے چاہے گرجے میں ہی کیوں نہ ہوں کنواری مریم کی ثناء کے واسطے قلابازیاں کھانے لگتے۔ مقدس مریم کو اس معصوم تماشے پر پیار آتا ہوگا۔ چنانچہ ان کی حوصلہ افزائی اور انعام کے واسطے سان گیسپے کو پرواز کی طاقت دے دی۔ اس لئے اس کے بعد سے وہ قلابازی کھا کر بڑے آرام سے

چھت تک پہنچ جاتے۔تنگ دستی کی زندگی گزارنے کے بعد طویل عمر میں ساں گیپسے نے انتقال کیا۔کہا جاتا ہے کہ جب کہ وہ دربار خداوندی میں پیش ہوئے تو خداوند تعالیٰ نے مقدس مریم سے ان کا اتنا ذکر سن رکھا تھا کہ اپنی تائید سے نوازا۔انہیں سینے سے لگالیا اور پوچھا:

''تمہیں جو چاہیئے لے سکتے ہو۔جو بھی چاہتے ہو بلا جھجک مانگ لو،''

یہ بے چارے بزرگ اس پیشکش پر یشان ہو گئے۔

''جو مرا جی چاہے مانگ سکتا ہوں؟''انہوں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''جو بھی تمہارا جی چاہے مانگ لو آسمانی باپ نے انکی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔یہاں آسمان پر میرا انتظام چلتا ہے۔یہاں میرا جو جی چاہے میں کرسکتا ہوں۔میں تمہیں واقعی بہت پسند کرتا ہوں،اس لئے تم جو مانگو گے،تمہیں مل جائے گا۔''

مگر سان گیپسے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ اپنی خواہش کا اظہار کریں۔ان کو خوف تھا کہ انکا ناغا سب فرمائش سے خداوند تعالیٰ کا غیظ وغضب بیدار نہ ہو جائے۔خداوند تعالیٰ نے بہت اصرار کیا اور قسم کھالی کہ غصہ نہ کریں گے،تب کہیں جا کر اس بزرگ نے بتایا کہ انہیں کس چیز کی خواہش تھی۔'خداوند مجھے سفید روٹی کا بڑا سا ٹکڑا چاہیئے!''

خداوند تعالیٰ اپنے وعدے کا پاس کیا اور غصہ نہیں کیا،مگر اس مقدس کسان کو گلے سے لگایا اور ان کے ساتھ لپٹ کر دیر تک گریہ کیا۔پھر کڑک دار آواز میں بارہ فرشتوں کو طلب کیا اور حکم دیا کہ صبح اور شام زمانے میں سان گیپسے کو فردوس بریں پکی ہوئی تازہ روٹی فاہم کریں۔

یہ ہے سان گیپسے کی اصل کہانی جو ہمارے گاؤں کے باپ اپنے بیٹوں کو سناتے آئے ہیں۔یہ دعوی تو کوئی نہیں کرسکتا کہ سارے واقعات من وعن اسی طرح پیش آئے۔مگر ہم فونتامارا والوں کو یہ قصہ بہت پسند تھا اور ہم اس کو بار بار سننے پر بھی نہ تھکتے تھے۔

مگر ڈون اپاچیو نے اسے محض ایک بہانے کے طور پر برتا پھر ہمیں ہماری بدتمیزی اوگستاخی پر ڈانٹنے لگے۔اور خبردار کیا کہ خدا کا وغیظ وغضب ہم پر ٹوٹ پڑے گا،اگر ہم نے اپنی حرکتیں نہ بدلیں،ہم خاموش سنتے رہے،جس طرح ایسی باتوں کو سنا جاتا ہے،یہاں تک کہ ڈون اپاچیو نے یہ ٹھان لی کہ ٹیکس ادا نہ کرنے پر ہمیں برا بھلا کہنے لگے۔

پیسے دو!ہمیشہ یہی راگ الاپا جاتا ہے!''برار دو نے بلند آواز سے کہا اور ان کی بات کاٹ کر گرجے سے باہر چلا آیا۔ایک ایک کر کے سارے مرد اس کے پیچھے چلے آئے،اور اندر صرف

عورتیں اور بچے رہ گئے۔

ڈون اپاچیو کو احساس ہو گیا کہ کوئی غلط بات ہو گئی ہے، انہوں نے عجلت میں وعظ نمٹایا اپنا عصا اور جبہ سنبھالتے ہوئے بہت خفا ہو کر منبر سے اتر آئے۔

وہ بدفطرت نہیں تھے مگر کاہل ڈرپوک اور سنجیدہ مسائل کے ضمن میں نا قابل اعتبار تھے۔ وہ ایسے چرواہے نہیں تھے جو اپنی بھیڑوں کو خون خوار بھیڑوں سے بچانے کے لئے اپنی جان داؤ پر لگا دیں مگر مذہب کے معاملات میں اتنے باخبر ضرور تھے کہ ہمیں اطلاع دے سکیں کہ جس وقت سے خدا نے بھیڑیوں کو تخلیق کیا اس وقت سے انہیں اختیار دے دیا کہ وقتاً فوقتاً ایک آدھ بھیڑ کو لقمہ بنا سکیں۔ ہم مذہبی رسوم کے لئے ان کے پاس ضرور جاتے تھے مگر اپنے تجربے سے جانے گئے تھے کہ ہمیں ان سے ایسا کوئی مشورہ نہیں ملے گا جو اقتدار اور دولت والوں کے چنگل سے ہمیں نکال سکے۔ کہتے نہیں ہیں کہ اس پر توجہ دو کہ پادری کیا کہہ رہا ہے، اس پر نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

منبر سے اترنے کے بعد انہیں بالڈی سیرا نظر آیا جو دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا اور دھیرے دھیرے (اتنے آہستہ کہ کسی کہ پتہ نہ چلے وہ کیا کر رہا ہے) اپنی پیٹھ دیوار سے رگڑ رہا تھا کہ جوئیں اتر جائیں۔

''کیا حال ہیں تمہارے؟'' پادری نے اس سے محض گفتگو کا آغاز کرنے کے غرض سے پوچھا۔

''میں اچھا ہوں!'' اس نے تعظیماً جھکتے ہوئے کہا۔

مگر انہیں باقی کے مردوں سے کچھ اچھے جواب نہیں ملے، جو اپنی بیویوں کے باہر نکلنے کے انتظار میں چوک میں کھڑے ہوئے تھے۔

''تم لوگ یہ بھول جاتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے طے کیا ہے کہ تم اپنی روٹی پسینہ بہا کے کماؤ گے'' پادری صاحب نے با آواز بلند اعلان کیا۔

ان کو نہیں اندازہ تھا کہ انہوں نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ پانچ چھ لوگوں نے اس کا جواب دیا۔ مگر ان سب کی آوازیں برادو کی آواز میں دب گئیں۔

''کاش ساری دنیا اسی اصول پر چل رہی ہوتی'' برار دو نے کہا۔

''کیوں؟ تمہارے خیال میں ایسا نہیں ہو رہا؟'' پادری صاحب نے پوچھا۔

''کاش میں اپنے پسینے سے صرف اپنے لئے روٹی کما رہا ہوتا۔ مگر میں ایسے لوگوں کے لئے کمائی کر رہا ہوں جو کام نہیں کرتے۔''

MashalBooks.com

''تم پھاوڑا چلائے بغیر بھی معاشرے کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہو۔''

پادری صاحب بولے۔

''کیا لکھا ہوا ہے؟'' برار دو نے جواب دیا۔ وہ اندر ہی اندر کھولنے لگا تھا۔'' کیا لکھا ہے کتابوں میں، کہ ''تم اپنی روزانہ کی روٹی کماؤ۔'' مگر جو حقیقت ہے وہ نہیں لکھی: تم ٹھیکے دار کے لئے مال ومتاع کماؤ۔''

''میرا کام دھرم ہے، سیاست نہیں!'' انہوں نے کہا۔ وہ بہت برہم ہو رہے تھے۔ یہ کہہ کر وہ جانے لگے۔ مگر برار دو نے ان کی آستین تھام لی۔

''کیا لکھتے ہیں کتابوں میں؟'' برار دو نے دوبارہ پوچھا۔'' کہتے ہیں، اپنے پسینے سے۔ مگر جو حقیقت ہے وہ نہیں لکھی، خون سے ہڈیوں کے گودے سے، اپنی زندگی سے!''

''اگر تم پادری ہوتے تو اعلیٰ درجے کا وعظ کہتے'' ڈون اپاچیو نے بڑی سنجیدگی سے برار دو کو جواب دیا۔

اس جملے سے انہوں نے ہنسی کا رخ برار دو کی طرف پھیر دیا اور اپنے آپ کو بچا لیا۔ جب وہ آئے تھے تو ہاتھ ملاتے وقت ہمیں دو انگلیاں پکڑائی تھیں جاتے وقت وہ ایک انگلی پرا کتفا کر گئے۔

''اچھے زمان میں پادری ضروری ہوتا ہے'' مشیل زومپا نے نتیجہ نکالا۔'' وہ وعظ کہتا ہے، دعا پڑھتا ہے، نو وینا پڑھتا ہے، وہ بپتسمہ دیتا ہے، مذہب میں شریک کرتا ہے، مقدس روغن لگاتا ہے، تدفین کا وعظ پڑھتا ہے اور اگر سب اچھا رہے تو سونے پر سہاگہ۔ مگر جب قحط پڑ جائے تو بے چارہ پادری ہمارے لئے کیا کر سکتا ہے، جب قحط پڑ جائے تو کسانوں کے پاس ایک ہی راستہ ہے کہ وہ آپس میں لڑتے بھڑتے رہیں۔''

فونتامارا میں کوئی دو خاندان ایسے نہ تھے جن میں جھگڑا نہ ہو۔ سب سے زیادہ خراب لڑائیاں معمولی باتوں پر ہوتی تھیں۔ لڑائی دن کے وقت عورتوں اور بچوں سے شروع ہوتی اور شام میں زور پکڑتی جب مرد کھیتوں سے واپس آجاتے۔ ایک مرتبہ جھگڑا مانگے کے خمیر پر شروع ہوا جو واپس نہیں کیا گیا تھا، اس کے علاوہ ایک اینٹ پر یا پیپے پر یا لوہے کے ٹکڑے پر لکڑی، مرغی یا تھوڑے سے بھموسے پر بھی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ جب لوگ مفلوک الحال ہوتے ہیں تو روز روز سے لڑنے کے نت نئے بہانے تلاش کر لیتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے لڑنے کا سب

سے بڑا سبب ندی کا پانی تھا۔

مزدوروں نے پانی کے بہاؤ کے لئے نیا راستہ کھود نکالا تھا اور پانی کی تقسیم کے دن فونتامارا کے تما کسان جو پانی کی تقسیم سے دل چسپی رکھتے تھے، وہاں موجود تھے۔ بالڈی سیرا اور گاؤں کے آوارہ الڑکے بھی وہاں موجود تھے۔

''یہ جنگ ہے!'' بالڈی سیرا نے پریشان ہو کر کہا۔ ''یہ سچ مچ کی جنگ ہے!''

''یہ جنگ کسانوں کے خلاف ہے!'' مشیل نے کہا۔ ''ہماری تعداد بہت ہوگئی ہے۔''

اسکا پو نے بے تابی سے برار دو کو ڈھونڈ رہا تھا۔

''اس کا کچھ نہ کچھ تدارک کرنا چاہئے اس نے کہا۔ ''برار دو کہاں ڈ ہے؟ کسی نے برار دو کو دیکھا ہے؟''

برار دو کی غیر موجودگی اتنے بہت سے سپاہیوں کی موجودگی سے زیادہ پریشان کن تھی۔

اس کا رپو نے مجھے ایک طرف لے گیا۔ وہ روہانسا ہو رہا تھا۔

''تمہیں پتہ ہے برار دو کہاں ہے'' اس نے کہا۔ ''مجھے بتا دو تو میں فوراً اس کو بلوا لو نگا۔ ایسے وقت میں اسے کہیں اور نہیں ہونا چاہئے! اسے یہاں ہونا چاہئے!''

میں نے اسے حقیقت نہیں بتائی۔

''مجھے نہیں معلوم'' میں نے جواب دیا۔ ''مجھے واقعی نہیں معلوم۔ شاید وہ بعد میں آ جائے۔''

اس کے ذرا دیر بعد سپاہیوں کی دو ٹولیاں آ گئیں جو اسی دستے میں سے تھیں جو جانچ پڑتال کے لئے فونتامارا آیا تھا اس کے بعد معززین آئے ٹھیکے دار وکیل، ڈون سرکوستانزا، وہ مشہور و معروف ٹھنگنا جو ترنگا باندھے رہتا تھا، ڈون اباچیو، کیویلیئر پیلینو، کچھ اور لوگ جنہیں ہم نہیں جانتے تھے اور ان سب کے پیچھے پیچھے فیلیپو ال بیلو اور انوسنسو لا لیگے۔

ڈون سرکوستانزا آگے آئے اور سب سے ہاتھ ملایا، اور کہا کہ بہتری اسی میں ہے کہ ہم ان پر اعتبار کریں۔ ان سے جو بن پڑے گا ہمارے لئے کریں گے، مگر ساتھ ہی ساتھ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا مقدمہ تقریباً ہارا ہوا ہی ہے۔ ہم نے اپنی گستاخیوں سے اسے بگاڑ دیا۔

''برار دو کہاں ہے؟'' انہوں نے پوچھا۔ ''میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں۔ اسے یہاں سے دور رکھنا!''

یہ طے ہوا کہ ہم گاؤں کے چند بوڑھوں کے نام دیں پلاٹو، لوسلا ڈ وا اور میرے نام تجویز

ہوئے۔ دوسرے کسانوں کو پیچھے کی طرف سپاہیوں گھیرے میں جمع ہونے کی اجازت دی گئی۔

اتنے سارے مختلف تماشائی جو سب کھلی جگہ میں جمع تھے اور سب ایک ہی مقام پر دیکھ رہے تھے، کھلی ہوا میں سرکس کی یاد دلا رہے تھے یا اگر آپ دیکھیں کہ تمام فونتامارا اور سپاہی موجود ہیں تو یہ مجمع کسی واردات قتل کی یاد دلائے گا۔ لاش وہاں پڑی ہوتی جہاں پھاٹک ہیڈ۔ مگر یہ سارا منظر گاؤں میں نئی صلیب کے افتتاح کی یاد بھی دلا رہا تھا جیسا کالوری کا ایک اور تہوار ہو۔

''برارد و کہاں ہے؟'' فیلیپو نے مجھ سے سرگوشی میں پوچھا۔

''ابھی آ رہا ہے'' میں نے اسے بتایا تو اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ پھر نوٹری سامنے آیا اور فونتامارا کے باشندوں اور ٹھیکے دار کے مابین پانی کی تقسیم پر معاہدے کی تفصیلات پڑھنے لگا۔

''معاہدے کی شرائط روز روشن کی طرف صاف ہیں'' اس نے کہا ''تین چوتھائی پانی نئے بہاؤ میں جائے گا جس کے لئے شہر کے متعین کردہ مزدوروں نے راستہ کھود لیا ہے، اور باقی پرانے بہاؤ میں بہتا رہے گا۔''

''نہیں! نہیں!'' پلاٹو نے احتجاج کیا۔ ''معاہدہ ہوا تھا تین چوتھائی اور تین چوتھائی پر۔ اس سے زیادہ نہیں۔ اس لئے یہ حساب ہوا آدھے آدھے کا تین چوتھائی ٹھیکے دار کا اور تین چوتھائی ہمارا۔ دونوں کا حصہ یکساں۔''

''بالکل نہیں!'' لوسراڈو چلایا ''معاہدہ اس طرح نہیں ہے۔ معاہدہ یہ کہتا ہے کہ تین چوتھائی پانی ہمارا ہے،'' میں نے تو ایسا حساب کبھی نہیں سنا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پانی فونتامارا کا ہے اور اسی طرح رہنا چاہئے!''

ہمارے گاؤں والوں کو سپاہیوں نے سڑک پر گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ انہیں ہماری شکلوں سے اندازہ ہو گیا کہ پانی کی تقسیم کا فیصلہ ہمارے خلاف ہو رہا ہے اور وہ بھی شکایت کرنے لگے۔ اسکاپو نے خاص طور پر دیوانوں کی طرح چیخنے لگا اور گاؤں کے لونڈے لپاڑے بھی اس کا ساتھ دینے لگے۔

''چونکہ فونتامارا کے لوگ اشتعال انگیز رویہ اختیار کرنے پر مصر ہیں اور گاؤں کے بڑے بوڑھے آپس میں متفق نہیں ہیں ٹھیکے دار نے کہا'' اس لئے شہر کے سربراہ کی حیثیت سے میں کیوئی یلئیر پلینو اور ڈون سرکوستانزا کو فونتامارا کے نمائندہ کی حیثیت سے ناکام زد کرتا ہوں۔ کوئی اعتراض؟'' اس نے اپنے گرد جمع معززین سے پوچھا، یہ ''فیصلہ قانون کے مطابق ہے!'' ڈون سرکوستانزا نے ہمارے جانب سے اعلاج کیا۔

''قطعاً قانونی!'' باقی لوگوں نے کہا۔

''چلو پھر آگے بڑھیں'' ٹھیکے دار نے کہا۔ وہ خاصا برہم تھا۔ میرے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔''

اس کی خودسری بھی خوب تھی۔ وہ آپ ہی مدعی، آپ ہی منصف اور آپ ہی گواہ بن گیا تھا، سب ایک ساتھ۔

چھ سپاہی ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہمیں گھسیٹ کر وہاں لے گئے جدھر باقی گاؤں والے کھڑے ہو گئے تھے۔ ڈون سرکوستانزا نے ہم سے کہا:

''میرا اعتبار کرو! غصہ مت کرو!''

سپاہیوں کے پیچھے سے ہم بمشکل دیکھ سکتے تھے کہ ندی پر کیا ہو رہا ہے۔ سچ کہوں تو میں ذرا بھی مایوس نہ تھا اس لئے کہ اب باقی گاؤں والوں کی نظر میں میری کوئی ذمہ داری نہ رہی تھی۔

ہمیں دھندلا سا نظر آیا کہ نوٹری، پھر کوئی معمار اور اس کے بعد چار مزدور کدال کر ندی تک آئے۔

کاویلیئر پلینو اور ڈون سرکوستانزا ابھی معمار سے بات کرتے ہوئے نظر آئے۔ یہ وہ ماہر حضرات کس طرح تین چوتھائی اور تین چوتھائی کا معاملہ طے کر رہے ہیں۔

سوگزگ آگے جہاں ندی کا پرانا بہاؤ اوپایا سسٹو کی زمینوں کے درمیان حد فاصل کھینچ رہا تھا وہاں ہم صاف دیکھ سکتے تھے کہ کتنا پانی لیا جا رہا ہے اوم کتنا باقی ہے۔ اس لئے ہم وہیں دیکھ رہے تھے۔ اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ چند قدم کے فاصلے پر ہمارے نمائندے اور سرکاری افسر کیا طے کرتے ہیں۔

اسکاپو نے پہلا شخص تھا جس نے دیکھا کہ پانی کی سطح کم ہو رہی ہے۔ گو کہ ہم میں سے کسی کو یہ گمان نہ تھا کہ پانی کی سطح پہلے جتنی رہے گی لیکن ہم نے اسے گرتے ہوئے دیکھا تو ٹھیکے دار اور ان معززین کو گالیاں دینے لگے۔ پانی پہلے کی سطح سے آدھا رہ گیا، اور اس سے بھی نیچے جاتا رہا۔

''چور! ڈاکو! لٹیرے! ہم چیخے۔

کواٹرنا اور ریچی اوتا کی بیٹیاں، کانا روز کی بیٹی، گیوڈیٹا، لمونا، ماری ایٹا اور کچھ دوسری عورتیں زمین پر دوزانو ہو گئیں اور چیخ چیخ کو سنے دینے لگیں اور آسمان کی طرف مکے دکھانے لگیں:

''جتنا پانی ہم سے لیا گیا ہے خدا کرے اتنا ان کا خون بہے!''

''جتنا پانی ہم سے لیا ہے، خدا کرے اتنے ان کے آنسو بہیں!''

''ان کے پیٹ میں مینڈگ اتر آئیں!''

''ان کی آنتوں میں پانی کے سانپ پیدا ہوں!''

''ان کو اپنے بیوی بچے دوبارہ دیکھنے نصیب نہ ہوں!''

ہمارے قریب کے سپاہیوں نے واضح طور پر یہ کوسنے لئے اور ڈر گئے۔ انہوں نے ان عورتوں سے درخواست کی:

''بہت ہو گیا! بس کرو!''

مگر عورتیں اور جوش میں آ گئیں۔

''ریگستان میں ان کی جان نکلے!''

''ہمیشہ عذاب میں رہیں!''

''یسوع مسیح جوزف، سینٹ این اور مقدس مریم میری روح کی یہ دعا پوری کرو!''

اس دوران جہاں ہم دیکھ رہے تھے۔ وہاں پانی کی سطح اور گرتی جا رہی تھی۔ آخر کار پانی کے نیچے کے پتھر اور کائی کی تہہ نظر آنے لگی۔

''سارا پانی لے لیا!'' ہم چیخنے لگے۔ اسکاپونے اور ویٹری سانتو کچھ اور لڑکوں کے ساتھ مل کر سپاہیوں کے دستے پہ ہلہ بول دیا جو ہمیں سڑک پر روکے ہوئے تھا۔ سپاہیوں نے اپنا بچاؤ کیا، اور رائفوں کے دستے سے دیوانہ وار مارتے ہوئے چلانے لگے:

''پیچھے ہٹو! پیچھے ہٹو!''

کافی شور شرابے کے بعد ڈون سرکوستانزا کی آواز ابھری:

''آرام سے!'' وہ زور سے چلائے میں یہاں تمہارے مفادات کو بچانے کے لئے آیا ہوں! مجھے نمٹنے دو! احمقانہ حرکتیں نہ کرو! اپنے آپ کو اور مشکل میں نہ پھنساؤ!''

ڈون سرکوستانزا سڑک کے اونچے حصے پر چڑھ آئے اور اپنی پرانی تقریروں میں سے ایک دہرا دی۔ مجھے اعتراف ہے کہ ہم نے ان کی تقریر سن لی۔

تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟ اسی لئے تمہارے معاملات اتنے الجھ گئے ہیں! تم کیا سمجھتے ہو کہ اس طرح چیخنے چلانے سے تم کو کوئی فائدہ ہوگا؟''

''یہ لوگ بجا طور پر پریشان ہیں۔ ہمیں کوئی مفاہمت کر لینی چاہیئے۔ فونتا مارا والے بھلے

لوگ ہیں ان کا احترام ہونا چاہئے۔شہر کی حکومت نے اس گڑھے کی کھدائی پر پیسہ خرچ کیا ہے۔جو ہو چکا ہے اس کا اب کچھ نہیں ہوسکتا۔یسوع مسیح کا کہنا ہے کہ جو ہوا سو ہوا''

''کیا تم میرا بھی سنبھال رہے ہو؟'' ڈون اپاچیو نے ہنستے ہوئے کہا،اور اس کے ساتھ تما معرزین ہنسے۔

ایک وقت طے کرلیں جب سارا پانی فونتامارا کو واپس مل جائے ڈون سرکوستانزا نے تجویز پیش کی۔''اس سے ان کی تسلی ہوجائے گی۔انکا نقصان قانونی ہے۔مگر ہمیشہ کے لئے تو نہیں!اس لئے کوئی تجویز!''

''پچاس سال'' ٹھیکے دار نے تجویز پیش کی۔

غصے کی ایک صدا نے اس شرم ناک تجویز کا جواب دیا،اور وہ لوگ بھی چیخنے لگے جنہوں نے ٹھیکے دار کی آواز بھی نہیں سنی تھی۔

''تم لوگ ہمارا گلا کیوں نہیں کاٹ ڈالتے باقی زندگی ہم جیل میں کیوں نہ گزار لیں؟!'' ہم گلا پھاڑ کر چلائے۔

ڈون سرکوستانزا نے پھر ایک مرتبہ خاموشی کروادی اور ٹھیکے دار سے کہنے لگے۔

''پچاس سال بہت زیادہ ہیں! کچھ کم کا عرصہ طے کرنا ہوگا!''

''چالیس سال!'' ڈون اپاچیو نے تجویز پیش کی۔

''پینتیس سال!'' کیویلیئر پلینو نے کہا۔

''پچیس سال!نوٹری نے کہا۔

سارا تماشا سرکس کی طرح تھا۔ان کی ہر تجویز کا جواب ہمارے انکار سے ملتا۔اور ہمیشہ کی طرح سب سے زیادہ وہ لوگ شور مچا رہے تھے جنہوں نے کچھ نہیں سنا مگر ان تجویزوں کو سننے کا فائدہ بھی کیا تھا؟ان معرزین کی ایک ایک حرکت اور ایک ایک لفظ سے فریب کی بو آرہی تھی۔آخر کار وہ ترنگے والا پستہ قد آدمی سامنے آیا اور سپاہیوں کو حکم دینے لگا کہ ہمیں پیچھے دھکیل دیں۔سپاہیوں کے لئے بھی یہ فیصلہ خوش گوار نہیں تھا،مگر دھکے گھونسے اور لات کے اس مقابلے میں ہم یہ نہ دیکھ سکے کہ پانی کا کیا ہو رہا ہے۔

اچانک ہم نے دیکھا کہ نوٹری ایک کاغذ لئے ہوئے ہے۔

''کاغذ!'' اسکاپو نے چلایا گویا اس نے سارا فریب آخر کار اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

بالڈی سیرا کو اتنی دور تک نظر نہیں آرہا تھا۔''کاغذ ابھی سے نکل آیا؟'' اس نے پریشان ہو

کر پوچھا۔ ''اچھا، تو پھر جعل سازی مکمل ہوگئی!''

ہم نے دیکھا کہ سارے معززین کاغذ کے گرد جمع ہوگئے۔ پھر ایک دوسرے سے ہاتھ ملائے اور مبارک بادیں دیں۔ مگر ہمیں ان کی آوازیں نہیں آرہی تھیں۔

(بعد میں انہوں نے ہمیں بتایا کہ پانی کی یہ بندش دس نصف دہائیوں کے لئے ہے، اور یہ پتہ چلا کہ ہمارے حق میں یہ تجویز ڈون سرکوستانزا نے پیش کی تھی، مگر ہم میں سے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ دس نصف دہائیوں میں کتنے مہینے یا کتنے سال ہوتے ہیں)۔

MashalBooks.com

6

فونتامارا میں اس بات پر خوب بحث ہوئی کہ دس نصف دہائیاں کتنی ہوتی ہیں۔ بالڈی سیرا کا کہنا تھا کہ یہ دس صدیوں کے برابر ہوتی ہیں۔

''کیا یہ دس مہینے نہیں ہو سکتے؟'' ماری ایٹا نے تجویز پیش کرنا چاہی۔ مگر اسکی بات سے کسی نے اتفاق نہ کیا۔

بہر حال، دس نصف دہائیاں جتنی بھی ہوتی ہیں، یہ مدت فونتامارا کی بھوک کی مدت تھی۔ پہاڑ کے دامن میں کھیت اور باغ جن سے ندی نے رخ موڑ لیا تھا روز مایوس کن رنگ اختیار کرنے لگے۔ ایسا لگتا تھا کہ آسمان والا بھی ٹھیکے دار سے اتفاق کر رہا ہے۔ مئی کے بعد سے بارش بھی نہیں ہوئی۔

فصل دھیرے دھیرے جلنے لگی۔ خشک پیاسی زمین جگہ جگہ سے تڑخ گئی۔ پلاٹو اور انوچپا کے مکئی کے کھیت دور سے دیکھنے پر مختلف نظر آتے، مگر یہ بھی نظر کا دھوکا تھا، مکئی کا پتوں والا حصہ تو بڑھ گیا تھا، مگر دانے دار حصہ پتلا اور چھوٹا سا تھا: یہ جانوروں کے چارے کے طور پر ہی کام آ سکتا تھا۔ مشیل زومپا، بالڈی وینو اور میرے کھیت جن میں مٹراگی ہوئی تھی، اس سے بھی خراب حال کو پہنچے۔ ان کا حال دھوپ میں تپے ہوئے جنگلی پودوں کا سا ہو گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ لاوا کا سیل، بار لیٹا، ونرڈی سانتو برا کیولا اور پایا سسٹو کے باغوں پر سے گزرا ہے۔

اس کا مطلب فونتامارا کے لئے قحط تھا کیوں کہ باقی کی زمینوں کو ہم ٹیکس، کرائے اور دوسرے خرچے کے لئے رکھتے تھے۔ جب تک کہ اس ندی کے پانی سے سیراب ہونے والی زمین ہماری غذا فراہم کرتی۔۔۔ مکئی کی روٹی اور سبزی ترکاری کا سوپ۔ اس پانی کی چوری کا مطلب تھا کہ ہم سارا جاڑا سوپ اور روٹی کے بغیر گزاریں کیا ایسا ممکن تھا؟ ہم تو اس خیال کو ہی سہار نہیں سکتے تھے۔ مگر کس سے فریاد کرتے؟

دس نصف دہائیوں کا دھوکا، جو چوتھائی اور تین چوتھائی کے دھوکے کے فوراً بعد پیش آیا اندھوں کی بھی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی تھا۔ دونوں دفعہ ہمیں صریحاً دھوکا ان لوگوں نے دیا جن پر ہم ہمیشہ اعتبار کرتے آئے تھے۔ یہ بتانا آسان نہیں کہ یہ ہمارے لئے انفرادی اور

اجتماعی طور پر کیا معنے رکھتا تھا۔ فونتامارا جیسا گاؤں بے یارومددگار سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کی حفاظت کے لئے ''معززین'' نہ ہوں، جیسے کوئی وکیل جس کے پاس گاؤں کا ہر فرد کسی دوسرے گاؤں سے پہنچنے والی تکلیفوں کے ازالے کے لئے یا ملازمت کی تلاش میں نقل مکانی میں مدد کے لئے یا سپاہی ہو تو چند دن کی چھٹی موت، شادی اور ایسے اہم مسائل پر مشورے کے لئے آسکے۔

فونتامارا کوئی بھی آدمی ڈون سرکوستانزا کے بغیر کسی سرکاری دفتر میں جانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ چلا بھی جاتا تو اسے یوں نکال دیا جاتا جیسے گرجا گھر میں داخل ہونے والا کتا۔

بالڈی سیرا کو وہ دن یاد تھے جب روم سے پیسکارا کی پٹری نئی نئی بچھی تھی اور فونتامارا کے لوگ فوسا کے اسٹیشن پر ٹکٹ کے پیسے ہی نہیں ڈون سرکوستانزا کا سفارشی خط بھی لے کر جاتے تھے۔ مگر بعد میں یہ ہوا کہ ریل کا سفر بہت ہونے لگا اور ریلوے پر بھیڑ بھاڑ بھی بہت ہونے لگی تو خط کا سلسلہ ختم ہوا اور بعض کسان تو ڈون سرکوستانزا سے مشورہ کیے بغیر روم تک ہو آئے۔ باقی یہ کہ غریب کسان، جس کے سر پر کسی ''معزز'' آدمی کا سایہ نہ ہو، بغیر چرواہے کی بھیڑ کی طرح تھا۔

مگر بوڑھے لوگوں میں کوجو زمانہ یاد تھا، وہ اور تھا، ایک زمانے میں تو ہمارے علاقے میں تین یا چار لوگ ہی تھے جو زمین کے مالک تھے جن میں وہ لاٹ پادری بھی شامل تھا جو تمام زمین کا مالک تھا اور ہر چیز کا انتظام تین کڑے قوانین کے مطابق چلتا تھا جو سب کو زبانی یاد تھے۔ ہم دولت مند تب تھے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خاصے غریب تھے۔ مگر ہر چیز سیدھی سادی تھی۔ بوڑھے لوگوں کے مطابق، یہ ساری پیچیدگیاں اور دھوکا فریب پیڈمونتیز لوگوں کے ساتھ آیا۔ روز نیا قانون اب زمین کے مالکوں کا نہیں رہا۔ بلکہ کہا یہ جاتا تھا کہ قانون سب کے لئے یکساں ہے۔ مگر اسے جبر میں تبدیل کرنے کے لئے، وکیلوں کی تعداد اور اہمیت بہت بڑھ گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ پرانے طرز کا زمین دار اور راہب جس کی مثال ڈون کارلومیکنا اور ڈون اپاچیو تھے، زوال پذیر ہو گئے۔

جب میں لڑکا تھا تو فوسا میں صرف دو وکیل تھے جو نوٹری کا کام بھی کرتے تھے۔ اب آٹھ ہو گئے چار نوٹری ان کے علاوہ اور اس میں وہ نوسر باز شامل نہیں جو عدالت سے باہر معاملہ نمٹا دیتے ہیں۔

چوں کہ اتنے بہت سارے وکیل ہیں تو وہ روٹی کمانے کے لئے ہر ہفتے کوئی نہ کوئی نئی بات سوچیں، مقدمہ کی حوصلہ افزائی کریں اور معمولی سے معمولی بات کو قضیہ بنا کر لمبا کھینچیں۔ وہ

جھگڑے جو ایک زمانے میں ہنسی خوشی طے ہو جاتے تھے، اب وکیلوں کی وجہ سے برسوں چلتے ہیں، خوب پیسہ خرچ کرتے ہیں اور تعلقات مشکوک ہوتے جا رہے ہیں۔ وکیل ہر چیز میں دخل انداز ہوئے جا رہے ہیں ان سے نجات کس طرح ممکن ہے؟ ان کی حرکات، ان کی آواز کے لہجے وہ جس طرح کپڑے پہنتے ہیں جس طرح کھاتے پیتے ہیں سب کا مقصد غریبوں کی توجہ حاصل کرنا ہے۔ ہر کسان کی تمنا ہے کہ کوئی وکیل اس کا نگہبان بن جائے، اس کے بچوں کا نگران ہو، چنانچہ اس رسم کے دن ہر وکیل کے گرد کسانوں کے بیٹوں کے گروہ اور ان کی مائیں نظر آتی ہیں۔

اس گروہ سے باہر صرف وہ کسان ہیں جن کے پاس حفاظت کے لئے کچھ نہیں ''عوام کا قانون کیا ہے!'' کسی نے پوچھا۔

''خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔'' بالڈی سیرا نے کہا۔ وہ اب برار دو کے تلخ نظریات کا حامی ہو گیا تھا۔ ''جس کی سمجھ میں آتا ہے، سمجھ لے!'' اس کو کوئی بھی غلط ثابت نہیں کر سکا، مگر اس کے لئے ہم کرتے کیا؟ اس کے علاوہ وہ تو مکھی بھی نہیں مار سکتا تھا۔ حالانکہ باتیں ایسی کرتا تھا۔

برار دو نے کچھ نہیں کیا۔ بیچارہ برار دو اپنی جان سے بے زار تھا کیوں کہ اس کی پریشانیاں کچھ اور تھیں۔ اس کی یہ تبدیلی ان لڑکوں کے لئے پریشان کن تھی جو اسے اپنا سرغنہ مانتے تھے۔ پانی کی تقسیم کے دن اس کی غیر حاضری کو غداری سمجھا گیا، اور اس کے خلاف اتنی تلخی تھی کہ جتنی چون سرکوستانزا کے خلاف بھی نہیں تھی۔ برار دو ان دنوں شاذ و نادر ہی نظر آتا۔ اب وہ دوسری انتہا کو پہنچ گیا، اپنے حقوق کے دفاع کے لئے ہم جتنے منصوبے بناتے وہ ان سب کی طرف سے لاپرا وہ ہو گیا تھا۔

''تمہارے حق میں یہی برا ہوا'' وہ کبھی کہتا۔ ''میرے پاس دینے کے لئے زمین ہی نہیں ہے!'' اور بعض مرتبہ کہتا کہ ''اب میں لڑکا نہیں ہوں، مجھے اپنے معاملات بھی نمٹانے ہیں۔

تین چوتھائی اور تین چوتھائی اور نصف دہائی جیسا کوئی اور دھوکا تیار کر لیتے۔ اس موضوع سے بچنا ہی اچھا۔ مگر پھر بھی پانی کی کمی کو کوئی قبول نہیں کر سکا۔ پوری فصل کے نقصان کو کوئی بھی قبول نہیں کر سکا۔ کوئی بھی اس خیال کو قبول نہیں کر سکا کہ پورا جاڑا روٹی اور سوپ کے بغیر گزرے گا۔

''ہم بھر پائے!'' زومپانے دہرایا۔ ''تم دیکھ لینا۔ ایک نہ ایک دن خداوند تعالیٰ کے صبر کی

انتہا ہو جائے گی۔ پھر زلزلہ آ گے گا۔ تب یہ ساری باتیں نہیں رہیں گی۔''

''جب حکومت کے قانون کسی کام کے نہ رہیں، اور جب ان کی نگرانی کرنے والے ہی نہیں توڑنے میں پیش ہوں، تو پھر عوام کے قانون کی طرف لوٹ جانا چاہیے۔'' بالڈی سیرانے ناراض ہو کر کہا۔

نہ کچھ کھونے کو ہے نہ پانے کو۔۔۔ وہ کسان جن کے پاس زمین نہیں ہے۔ یعنی اگر وہ بدمعاش نہ ہوں، اور اگر وہ بدمعاش ہیں تو پھر انہیں حفاظت کی ضرورت اور بھی زیادہ ہے۔ لیکن یہ حفاظت کبھی امیروں کے خلاف کارگر نہیں ہوتی۔

کتنی بار ڈون سرکوستانزا نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا تھا! مگر ہم ان کے بغیر کیسے رہ سکتے تھے۔ پھر یہ کہ ان کا اندازہ کس قدر دوستانہ تھا۔ وہ ہم سے ہاتھ ملاتے، اور جب نشے میں ہوتے تو ہم سے گلے ملتے اور معافیاں مانگتے، اور ہم نے ہر بار انہیں معاف کیا۔ مگر تین چوتھائی اور تین چوتھائی اور دس نصف دہائیوں کے دھوکے نے ہمارا دل توڑ کر رکھ دیا۔

پانی کی کمی یعنی بھوکے مرنے کو کوئی بھی ذہنی طور پر قبول نہیں کر سکا۔ مگر کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے لئے کیا کریں مگر میں اور کچھ دوسرے اس کے مخالف تھے۔ ہمیں خوب اندازہ تھا کہ ایسے مقدموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ایسے مقدمے برسوں گھسٹتے رہتے ہیں، ایک جج اور ایک اپیل دوسری اپیل تک گاؤں بھر کے وسائل نگل جاتے ہیں اور انجام کار ہر چیز وہی رہتی ہے جیسی پہلے تھی۔ اگر ہم مقدمہ کر بھی دیتے تو اس کی پیروی کون کرتا؟ ڈون سرکوستانزا؟ وہ اب برار دو کے سر پر ایک ہی دھن سوار تھی۔۔۔ کسی طرح یہاں سے چلا جائے، بھر گدھے کی طرح کام کرے، پھر جو مہینے یا سال کے بعد فونتا مارا واپس آئے زمین خریدے اور شادی کر لے۔ اس سے کوئی اور بات کرنا ناممکن تھا۔ اب وہ پہلے جیسا نہ رہا تھا، اور میں ان چند لوگوں میں سے تھا جو اس سے ہمدردی کرتے تھے۔

''دن میں دس گھنٹے کام کرنا پڑینگے، بارہ گھنٹے یا چودہ گھنٹے'' وہ مجھ سے کہتا۔ ''پھر ہزار لیرا لے کر واپس آؤں گا۔ دن میں دس لیرا بہت ہیں۔ مگر یہ اور عام اجرت ہے۔ اگر میں زیادہ کام کروں تو زیادہ پیسے کما سکتا ہوں۔ اور رہا خرچہ، تو کوڑی کوڑی کی بچت کروں گا۔''

ذرا ذرا دیر بعد ڈون سرکوستانزا کے دفتر یہ دیکھنے کے لئے جاتا کہ روم سے کسی نوکری کی اطلاع تو نہیں آئی ہے، اور رات کے وقت وہ وہاں اس لئے چلا جاتا کہ دوسرے لوگوں سے

تکلیف دہ بحث نہ کرنا پڑے۔ ڈون سرکوستانزا نے نقل مکانی کے اس کے ارادے میں بڑی دلچسپی لی اور اسے اچھے مشورے دیے بلکہ اس ارادے پر بھی مبارک باد دی کہ وہ پیسے جمع کر کے شادی کر لے گا۔

''تمہارے دماغ سے احمقانہ خیالات نکالنے کے لئے اس سے بہتر کوئی اور چیز نہیں! انہوں نے راہب کی گفتگو کی نقل کرتے ہوئے، سرپرستانہ انداز میں کہا۔''بیوی بچے اپنا گھر اور ہاتھ میں تھوڑا سا پیسہ، تمہارے جیسے نوجوان کو قابو میں رکھنے کے لئے پولیس سے بہتر ہیں۔ میں خود بھی خاصا گرم خون والا تھا جب میں جوان تھا'' انہوں نے اعتراف کرنے کے انداز میں کہا۔

ان باتوں سے برار دو پچھلے سارے دھوکے بھول گیا اور اپنے فیصلے میں اور بھی پختہ ہو گیا۔ آخر کار ایک شام ڈون سرکوستانزا نے اسے اپنے دفتر میں بلایا اور اس کا تعارف روم کے ایک تاجر سے کرایا۔ اس اجنبی نے روم میں کام ڈھونڈنے کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کیں۔

''اور اگر پولیس والے مجھے ریل سے اتار دیں؟'' برار دو نے پوچھا۔

''تو ان کو مت بتاؤ کہ تم کام ڈھونڈنے جا رہے ہو!'' اجنبی اتنے احمقانہ سوال پر ہنس پڑا۔ ''ان سے کہہ دو کہ تم یاترا پر نکلے ہو یا کسی قریب المرگ رشتہ دار کو دیکھنے اسپتال جا رہے ہو۔''

برار دو نے جانے کے لئے مجھ سے سولیرا ادھار مانگے جو میں نے اس شرط پر دے دیئے کہ وہ میرے بیٹے کو بھی ساتھ لے جائے۔ برار دو مان گیا۔

اس کے جانے سے ایک دن پہلے، میں برار دو کو ڈھونڈ رہا تھا کہ اپنے بیٹے کے بارے میں ہدایات دے دوں، تو وہ مجھے ایلویرا کے ہاں ملا، بھوسے کے اس پیال پر بیٹھا ہوا جہاں بے چارہ ڈامائینو ڈھیر پڑا ہوا تھا۔

''میں نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا دس گھنٹے سے زیادہ کام کرے یا بہت بھاری بوجھ اٹھائے!'' میں برار دو کو بتانے لگا۔''میں نہیں چاہتا کہ وہ ایسی جگہوں پر جائے جہاں خراب عورتیں ہوتی ہیں۔''

مگر جب رافائیل اسکاپو نے اندر آیا تو مجھے''چپ ہونا پڑا وہ چند لوگوں کو ساتھ لے کر آیا جو دروازے کے باہر کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔

''انقلاب سلمونا تک آن پہنچا ہے!'' اسکاپو نے اندر آتے ہی برار دو سے پر جوش انداز میں کہنے لگا۔

''کون سا انقلاب؟'' برار دو نے جوش سے عاری لہجے میں پوچھا۔

''کیا مطلب ہے تمہارا، کون سا انقلاب؟''

''کیا حلوائیوں نے بغاوت کر دی ہے؟'' برار دو نے ہنستے ہوئے کہا۔

''سلمونا میں کسانوں نے بغاوت کر دی ہے'' اسکاپو نے سنجیدہ ہو کر بتایا۔

''تمہیں کس نے بتایا؟'' برار دو نے شک بھرے انداز سے پوچھا۔

اسکارپو نے ہچکچایا، پھر بولا:

''بالڈی سیرانے''

''اور بالڈی سیرا کو کس نے بتایا؟''

''تو پھر یہ سچ نہیں ہے؟'' برار دو نے نتیجہ نکالا، اور میری طرف مڑ گیا کہ ہماری گفتگو کو جاری رکھ سکے۔

اسکاپو نے سڑک پر گیا اور ویزڈی سانتو کو بلا کر لایا جو باہر انتظار میں کھڑا تھا اور اس سے کہا کہ بوڑھے موچی کو بلا لائے۔

جتنی دیر ہم انتظار کرتے رہے، کسی کی پلک تک نہ جھپکی۔ بالڈی سیرا نے بڑی دیر خوشامد کر وائی پھر آیا بڑے طور طریقے سے کاداماینو کو سلام کیا اور ہمیں یہ واقعہ سنایا:

''آج میں چمڑا خریدنے فوسا گیا۔ چوک میں ڈونا کلورنڈا ملیں وہ گرجے سے آ رہی تھیں۔ تمہیں تو یاد ہو گا کہ میں جب لڑکا تھا تو ان کے گھر میں ملازم رہا تھا اور تب سے وہ مجھ پر اعتبار کرتی ہیں، اور جب بھی ملتی ہیں تو سلام دعا کرتی ہیں۔

''سان انتونیو نے اس وقت تمہیں یہاں بھیجا ہے'' انہوں نے مجھ سے دھیمی آواز میں کہا۔ ''ذرا دیر کے لئے گھر آ جاؤ تا کہ تم سے کچھ بات کر سکوں۔''

اسے اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے، اور بغیر جانے کے یہ بات کیا ہے، چمڑا خریدتے ہی میں ان کے گھر چلا گیا۔

تم نے وہ خبر سن لی؟ دروازہ انہوں نے خود کھولا، اور مجھ سے پوچھا۔ ''سلمونا میں انقلاب آ گیا ہے۔ یہاں سے اور آس پاس کے گاؤں سے سپائیوں کو کمک کے طور پر طلب کر لیا گیا ہے۔''

ان کے بیان کے مطابق سلمو نا میں بھی ایک قسم کا ٹھیکے دار موجود ہے، جس نے سب کو مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ تین دن پہلے چوک بازار میں انقلاب پھوٹ پڑا اور اب تک جاری ہے۔

''تم کیا سمجھتے ہو کہ ہمارے اس ڈاکو کا وقت بھی پورا ہو گیا؟'' انہوں نے ہمارے ٹھیکے دار کے حوالے سے پوچھا۔ مگر میں نے ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا۔ دو مہینے سے میں نے سان انتو نیو کے مجسمے کے سامنے دو موم بتیاں جلائی ہوئی ہیں کہ اس کا خانہ خراب ہو۔ مگر ابھی تک تو کچھ ہوا نہیں ہے۔'' انہوں نے مجھ سے سرگوشی میں کہا۔ میں نے کچھ نہیں کہا تو وہ اور کھلیں اور کہنے لگیں''۔

یہی وقت ہے کچھ کرنے کا۔ سارے سپاہی سلمو نا چلے گئے ہیں۔ ٹھیکے دار کے خلاف لو گوں میں غصہ ہے۔ سب کچھ تیار ہے۔ اشارہ دو۔

صرف فونتامارا ہی کہ کر سکتا ہے۔ میں نے تمہیں گرجا کے سامنے دیکھا، تو مجھے ایسا لگا کہ سان انتونیو نے تمہیں بھیجا ہے۔''

''میں نے انہیں سمجھایا کہ میں شہر صرف اس لئے آیا تھا کہ مجھے جوتوں کے تلے کے لئے چمڑا خریدنا تھا، مگر ان کے سر پر تو اور ہی دھن سوار تھی۔''

''نہیں! نہیں سان انتونیو نے تمہیں بھیجا ہے۔'' انہوں نے مجھ سے کہا۔'' آج صبح دعا کے وقت، اس متبرک دلی نے میرے ذہن میں یہ خیال بھیجا۔ وہ تمہارے لئے کچھ کر تو نہیں سکتے۔ صرف فونتامارا کے لوگ اس بدمعاش کو سبق سکھا سکتے ہیں۔ پھر تم مجھے عین گرجے کے سامنے مل گئے۔'' انہوں نے کہا۔

ڈون کارلو میگنا کی بیوی نے بوڑھے موچی کو یہ اشارہ دیا کہ اگر فونتامارا کو کسی چیز کی ضرورت ہے، مثلاً پٹرول یا بندوقیں، تو وہ فراہم کر دی جائیں گی، بشرطیکہ کسی ذمہ داری کی طرف سے ان کی درخواست آئے۔

''تمہارا اپنا خیال کیا ہے؟'' جوں ہی بالڈی سرا نے بات ختم کی۔ اسکاپونے برار دو سے پوچھا

''تمہارے پاس آنے سے پہلے ہم میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے تھے۔ جو لوگ باہر کھڑے ہیں، ان کے نام پر، میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ ہمیں سلمو نا کی تقلید کرنا چاہئے، اور کسی سے بھی مدد ما نگنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اسکاپونے نے دوٹوک جواب دیا۔

اس نے پہلے ہی سے منصوبہ بنالیا تھا کہ رات کو حملہ کریں گے اور ٹھیکے دار کے مختلف ٹھکا نوں کو تباہ کر دیں گے۔

''اور یہ سب کس لئے؟'' برارد و نے خواب آلود لہجے میں اعتراض کیا۔

''تم کیا چاند پر رہ رہے ہو؟'' اسکاپونے نے غصے میں کہا۔ ''تمہیں نہیں پتہ کہ ٹھیکے دار نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟ تمہیں نظر نہیں آ رہا کہ انصاف حاصل کرنے کا کوئی اور راستہ نہیں ہے؟ تمہیں احساس نہیں ہوا کہ اگلے سال فونتامارا میں کھانے کے لئے صرف کنکر پتھر ہوں گے!''

برارد و نے اسے بولنے دیا۔ پھر اسی منفعل اور چندرائے ہوئے طریقے سے بالڈی سیرا سے پوچھا:

''اگر ڈونا کلورنڈا کے دل میں ٹھیکے دار کے لئے بغض بھرا ہوا ہے تو وہ سان انتونیو سے التجائیں کیوں کر رہی ہیں؟ کیا ان کا شوہر نہیں ہے؟ اور اگر سان انتونیو کے بھی وہی احساسات ہیں تو وہ فونتامارا والوں پر دارومدار کیوں کر رہے ہیں؟ ان کے اپنے پاس فرشتے کچھ کم ہیں؟''

برادو نے اسکاریونے کی طرف رخ کیا اور اسی لہجے میں کہا:

اگر تم ٹھیکے دار کی ملکیت کو جلا دو گے تو اگلے جاڑے میں ہم ان کی راکھ کھائیں گے؟ اگر سیمنٹ کے کارخانے، اینٹوں کے بھٹے اور چمڑے کے کارخانے میں لوگ بے روزگار ہیں، تو اس سے فونتامارا کو کیا فائدہ ہوگا؟''

پھر اس نے لہجہ بدل لیا، اور صاف الفاظ میں دل کی بات کہہ ڈالی۔

''حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے اس سے سروکار نہیں ہے۔'' اس نے کہا ''ہماری صورت حال بہت خراب ہے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے معاملات کی فکر کرنا ہوگی۔ ماضی میں، میں دوسرے لوگوں کے معاملات کی کچھ زیادہ ہی فکر کرتا رہا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میر تیس سال کی عمر ہوگئی، اور میں جس بھوسے پر رات کو سوتا ہوں، اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے میرے پاس۔ میں اب لڑکا نہیں رہا، اور مجھے اپنے معاملات سے نمٹنا ہے۔ اس لئے مجھے تو میرے حال پر چھوڑ دو۔

''یہ ہم نہیں جو تم کو تمہارے حال پر نہیں چھوڑ رہے۔'' اسکاپونے نے جواب دیا۔

''یہ تو ٹھیکے دار ہے۔''

برادو سنتا رہا، سر ہلاتا رہا۔ وہ یہ ساری دلیلیں جانتا تھا۔ اس نے دوسرے کسانوں سے بحث میں ہزاروں مرتبہ یہ دلیلیں خود دی تھیں۔ مگر اب وہ ذمہ دار مرد تھا اور یوں سوچے سمجھے بغیر اپنی زندگی اور آزادی داؤ پر نہیں لگا سکتا تھا، اس لئے کہ اب وہ اکیلا نہیں تھا۔ اب اسے اور طرح سوچنا تھا۔ اور وہ اور طرح سے سوچ بھی رہا تھا۔ جب سارا گاؤں اس طرح سوچنے لگا جس طرح

وہ پہلے سوچتا تھا، تو اس کی سوچ بدل گئی۔

سنو'' اس نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے ایسے لہجے میں کہا کہ جس میں شبے کی کوئی گنجائش نہ رہی۔ تمہارے پانی اور تمہاری زمین کے لئے میں جیل نہیں جانا چاہتا۔ مجھے اپنے معاملات سلجھانے ہیں۔''

اسکارپونے اور بالڈی سیرا اٹھ کر باہر چلے گئے۔

اسکارپونے نے اونچی آواز میں تاکہ ہم بھی سن لیں'' باہر جا کر لڑکوں سے کہا جو وہاں انتظار کر رہے تھے۔

''برارد وڈر گیا!''

اب کیا ہوگا؟ فونتامارا کے نوجوانوں کے لئے برارد دیوتا تھا۔ اس کی خاطر وہ موت بھی قبول کر سکتے تھے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کے بغیر کسی کو کچھ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

اس پوری بحث میں ایلویرا دروازے کے پاس کھڑی تھی اور بالکل خاموش تھی۔ اس کی نظریں برارد و پر سے نہیں ہٹی تھیں۔ پہلے پہل وہ اسے تجسس سے دیکھتی رہی: پھر اس طرح جیسے اس شبہ ہو کہ وہ سنجیدگی سے یہ کہہ رہا ہے، پھر حیرت سے، اور آخر کار جب شبے کی گنجائش نہ رہی تو بہت پریشانی سے۔۔۔ لیکن دوسروں کی موجودگی میں اسے ٹوک دینے کی ہمت کیے بغیر۔ لیکن جوں ہی بالڈی سیرا اور اسکاپونے سے باہر چلے گئے، وہ ملازمت بھرے انداز میں برارد و سے یہ کہے بغیر نہ رہ سکی:

''اگر تم میری خاطر یہ سب کر رہے ہو، تو یہ مت بھولو کہ میں تم سے اس وقت محبت کرنے لگی تھی جب مجھے پتہ تھا کہ تم دوسری طرح سوچتے ہو۔''

جب اسے احساس ہوا کہ ایلویرا ابھی اس کے خلاف ہے، تو اس کا غصہ ظاہر ہونے لگا اور شاید کوئی سخت بات کہنے والا تھا، مگر وہ کسی سے رخصت ہوئے بغیر اٹھ کر چلا گیا۔

جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی اور بیٹا میرا انتظار کر رہے ہیں۔

میری بیوی نے بیٹے کو میرا ایک پرانا کوٹ پتلون دے دیا تھا تاکہ روم میں اس کا اچھا تاثر قائم ہو۔ کوٹ شانوں پر سے ڈھیلا تھا، مگر باقی اس کے بدن میں ٹھیک آ گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ کوٹ پتلون دس سال پرانا تھا، پھر بھی ہمارے پاس اس سے اچھا نہیں تھا۔ میری بیوی نے کالر کے استر کے نیچے سان گیسپے دا کو پرتینو کا نشان سی دیا کہ بیٹے کو بدقسمتی سے محفوظ رکھے۔ دروازے

کے پاس ہی کھانے پینے کی چیزیں رکھی تھیں جو شروع کے چند دن کام آسکتی تھیں روٹی، پیاز کی دو ڈلیاں، چند ٹماٹر، ذرا سے بادام اور تھوڑا سا پنیر۔ میں نے اسے ڈون سرکوستانز کا سفارشی خط بھی دے دیا۔ یہ خط دو سال پرانا تھا، لیکن مصیبت کے وقت کام آسکتا تھا۔ میں نے خود اسے دو ایک بار استعمال کیا تھا اور اسے مفید پایا تھا۔

''انقلاب کی ان خبروں میں کچھ حقیقت بھی ہے؟'' میری بیوی نے مجھ سے پوچھا۔

''جو ہونا ہے، وہ ہو جائے گا۔'' میں نے اپنے بیٹے سے کہا۔ ''جاؤ جا کر سو رہو، کیونکہ صبح تڑکے اٹھنا ہے۔''

ہم نے چاہا کہ سو جائیں، یا یہ ظاہر کیا کہ سو رہے ہیں، مگر کوئی نہ سو سکا۔ ہم تینوں جاگ رہے تھے جب کوئی دو بجے کے لگ بھاگ گرجا کی گھنٹیاں اچانک بجنے لگیں۔ پہلی دو آوازیں تو صاف تھیں، اس کے بعد ان کی گونج تھی۔

''تم نے سنا؟'' میری بیوی نے پریشان ہو کر مجھ سے کہا۔

''حضرت مریم کے لئے دعا ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔ ''سو جاؤ''

مگر یہ جواب بھی گول مول تھا۔

ہم سب سانس روکے سنتے رہے۔ پھر کوئی آواز نہ آئی۔

کوئی آدھ گھنٹے کے بعد دو تین مرتبہ پھر آواز آئی۔ پہلے کے مقابلے میں مدھم۔

''تم نے سنا؟'' میری بیوی نے پریشان ہو کر کہا۔

''ہوا کی آواز ہے'' میں نے کہا۔ ''سو جاؤ۔''

مگر ہوا نہیں چل رہی تھی۔ اور یہ ہوا کی آواز نہیں تھی۔ اور پھر تیز ہوا بھی گرجا کی گھنٹیاں نہیں بجا سکتی۔

ذرا دیر بعد ایک مرتبہ اور گھنٹیوں کی آواز آئی۔ جو ہم نے صرف اس لئے سن لی کہ ہم ہمہ تن گوش تھے۔

غالباً کوئی الو ہے''۔ میں نے محض کچھ کہنے کی خاطر کہا۔

''الو گرجا کی گھنٹیاں بجا سکتا ہے؟''

''اگر الو نہیں ہے تو بجو ہوگا'' میں نے جواب دیا۔

''بجو گرجا گھر کے مینار میں کیا رہا ہے؟''

''اگر بجو نہیں ہے تو کوئی چڑیل ہوگی۔'' میری سمجھ میں یہی آیا۔

اس وقت فونتا مارا میں شاید ہی کوئی سو رہا ہو۔ اور ہر وہ شخص جو گھنٹیوں کی اس آواز کی وجہ سے جاگ رہا تھا: اسی بحث سے دوچار ہوگا۔ مگر ہر ایک، اپنے کام سے کام رکھنا چاہتا تھا اور کوئی اٹھ کر یہ دیکھنے کے لئے نہیں آیا کہ گرجا گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

میرا بیٹا بتائے گا کہ آگے کیا ہوا۔

MashalBooks.com

9

صبح کے چار بجے برار دو اور میں فونتامارا سے نکل کھڑے ہوئے اور فوسا کے لئے روانہ ہوئے کہ روم جانے والی گاڑی پکڑ سکیں۔

برار دو کا مزاج بہت خراب تھا اور جب میں نے اسے سلام کیا تو اس نے جواب بھی نہیں دیا۔مگر میں نے ظاہر ایسا کیا کہ میں نے اس بات پر کوئی غور نہیں کیا تا کہ چلتے وقت ہم میں کوئی کھٹ پٹ نہ ہو۔

''تم نے کل رات گرجا کی گھنٹیاں سنی تھیں؟''میں نے اس سے پوچھا تا کہ کچھ بات چیت تو ہو۔مگر اس سے بات کرنا تو گویا دیوار سے بات کرنا تھا۔

جب ہم سیلاب والی مریم کے گرجے کے سامنے سے گزرے تو میں نے پھر سے کوشش کی

''تم نے گرجا کی گھنٹیاں سنی تھیں؟''میں نے پوچھا۔اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ تیز چل رہا تھا لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اور میں بڑی مشکل سے اس کے قدم سے قدم ملا پا رہا تھا۔

فوسا میں داخل ہوتے ہی ہم ریل کی سیٹی سن کر حیران رہ گئے اور اسے پکڑنے کے لےء بھاگے۔یہ مال گاڑی تھی۔ہماری گاڑی کے آنے میں بہت دیر تھی۔

ہم انتظار گاہ میں آدھا گھنٹہ بیٹھے ہوں گے اسکا پو نے دروازے میں نمودار ہوا۔

برار دو نے اس طرح ظاہر کیا کہ جیسے اسے دیکھا نہیں ہے اور پیٹھ موڑ کر مبالغہ آمیز توجہ کے ساتھ پوسٹر پڑھنے لگا۔اسکار پو نے اس کے پاس آیا۔

''تیوفیلو نے اپنے آپ کو پھانسی لگالی!''

برار دو نے پوسٹر پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔

''بالڈی سیرا کو وہ آج صبح گرجا گھر کے مینار کی سیڑھیوں پر ملا''اسکا پو نے کہتا رہا۔''اس نے گھنٹیوں کی رسی اپنے گلے سے باندھ لی تھی۔اس کا جسم اس وقت تک گرم تھا۔وہ ساری رات رسی سے لٹکتا رہا ہوگا۔۔۔اور کوئی اس کی مدد کو نہ آیا''

''اس کی روح کو چین ملے''برار دو مڑے بغیر کہا۔

''میں چین پادری کے پاس گیا''اسکا پو نے کہتا رہا گویا وہ برار دو کی بے توجہی کو ماننے کے

MashalBooks.com

لئے تیار نہ ہو۔''میں ابھی ڈون اپاچیو کے گھر سے آ رہا ہوں۔ پہلے تو انہوں نے مجھ پر گالیوں کی بوچھاڑ کر دی کہ میں نے ان کو اتنی صبح اٹھا دیا، پر انہوں نے تیوفیلو کے لئے دعائے مغفرت سے انکار کر دیا۔ اس نے کیسے اس شخص کے لئے دعا سے انکار کیا جو ساری عمر گرجے کی خدمت کرتا رہا؟ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ اپنے کو پھانسی دیں لیں تو دوزخ میں جائیں گے؟ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ گرجا کا گورکن خودکشی کرے تو وہ دوزخ کے گڑھوں میں گرے گا!''

اس کی روح کو چین ملے' برار دو نے سکون سے دہرایا!''

''ہم تیوفیلو کی لاش کو گرجے کے بیچوں بیچ رکھ رہے ہیں' اسکار پو نے کہتا رہا،'' اور اس کو وہاں رکھے رہیں گے تا کہ ماں مریم، سان روکو، سان انتونیو، سان گیسپے دا کو پرتینو، سان برار دو اور دوسرے تمام اولیا، اللہ آن کر دیکھ لیں کہ ہم کن حالوں ل کو پہنچ گئے ہیں۔''

اس کی روح کو چین ملے' برار دو نے دہرایا۔

ہماری ریل گاڑی آ گئی۔

''مت جاؤ!'' اسکا پو نے اچانک بول اٹھا۔

''کیوں نہیں؟'' برار دو نے حیران ہو کر پوچھا۔

''مت جاؤ!'' اسکا پو نے التجا کی۔

برار دو ریل کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ مگر میرا دل وہاں نہیں تھا۔ اسکا پو نے میرے پیچھے سر ہلاتا ہوا آنے لگا۔ اس کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے۔

''آج فونتامارا میں پولیس آ رہی ہے، تیوفیلو کی وجہ سے'' اس نے کہا۔

''برار دو، آج مت جاؤ! ہمیں چھوڑ کر نہ جاؤ! کل چلے جانا''۔ مگر ہم چلے آئے۔

ریل گاڑی میں بیٹھ کر ہم نے پورے سفر کے دوران ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔ برار دو میرے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اور سارے وقت کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا، جیسے اس کے سر پر ایک ہی دھن سوار ہے۔

اس کی طرف دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ برار دو کامیابی کی خاطر کچھ بھی کر گزرے گا۔ اب کوئی بھی چیز اسے روک نہیں سکے گی۔ وہ ذرا بھی ہچکچاہٹ کے بغیر مجھے کھڑکی سے باہر پھینک دیتا، اگر اس کے خیال میں اس سے اسے کوئی فائدہ ہوتا۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر میں ڈر گیا۔ اسے بھوک لگی تو یہ مجھے کھا جائے گا، میں نے سوچا۔

MashalBooks.com

کھڑکی کے باہر تیزی سے گزرتے ہوئے منظر دکھائی دے رہے تھے، پہاڑ چراگاہیں، گھر ، باغات، کھیت، ندیاں، صنوبر، گھوڑے، گائیں، بھیڑیں، گاؤں اور زمین۔ بہت سی زمین

''اتنی بہت سی زمین'' برارد و دانت پیستے ہوئے بڑبڑایا۔

اچانک ہمیں احساس ہوا کہ دو سپاہی ہمارے ڈبے میں گھس آئے ہیں اور باہر مسافر سے سوال کر رہے ہیں۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟'' انہوں نے تحقیقانہ انداز میں پوچھا۔ ''تیرتھ یاترا!'' برارد و نے جواب دیا اور انہیں ڈون اباچیو کا خط دکھایا جس پہ مقامی کلیسا کی مہر تھی۔

''سفر بخیر!'' انہوں نے کہا۔

برارد و مسکرایا۔

روم میں جس وقت ہم اسٹیشن پر اترے، تو اترنے سے پہلے برارد و نے جوتوں کے فیتے باندھے اور دونوں ہتھیلیوں پر تھوکا، جیسے وہ اپنے آپ کو تیار کر رہا ہو کہ راستے میں جو رکاوٹ آئے گی، اسے توڑ ڈالے گا۔

روم میں ہمیں ''تائب رہزن'' کی سرائے میں کمرہ مل گیا، جس کا پتہ ڈون سرکوستانز کے دفتر میں بیٹھے ہوئے اجنبی نے برارد و کو بتایا تھا۔ اس سرائے کے دروازے پر تین صلیبوں کا نشان بنا ہوا تھا۔ آپ شاید یہ سمجھیں کہ اس جگہ کے نام میں اس مشہورہ چور کی طرف اشارہ تھا جو یسوع مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا تھا اور جس نے ان کی حقانیت کو پہچان لیا تھا تو اسے بشارت ہوئی تھی کہ ''تم میرے ساتھ ساتھ جنت میں ہو گے۔'' مگر دراصل ''تائب رہزن'' کی سرائے کا یہ نام جیسا کہ ہمیں بعد میں پتہ چلا، اس کے مالک کی وجہ سے رکھا گیا تھا جو چوری کی سزا کے طور پر کئی مرتبہ جیل گیا اور ڈھلتی عمر میں اپنی خدمات فاشسٹوں کے لئے وقف کر دیں۔ اس نے سرکار کے دشمنوں کے خلاف کئی معاملات میں حصہ لیا تھا، اور ''وطن پرستا ڈاکے'' ڈالتا اور اس خوبی سے ڈالتا کہ ایک شان دار، وطن پرست ڈاکے'' ڈالنے میں مہارت حاصل کی تھی، یعنی وہ مزدور انجمنوں اور ان کی انتظامیہ کے خلاف ڈاکے ڈالتا اور اس خوبی سے ڈالتا کہ ایک شان دار، وطن پرست جلسے میں پولیس کے سربراہ اعلیٰ نے اسے ''نائب رہزن'' کا خطاب دیا تھا۔

اگلی صبح ہم اس دفتر میں گئے جہاں سے ہمیں مزدوری پر بھیجا جانا تھا۔ وردی والے دربان نے ہمیں چوتھی منزل پر بھیج دیا۔ ہم اوپر گئے تو دیکھا کہ سارا برآمدہ انتظامیہ کرنے والوں سے بھرا

ہوا ہے ہم سب سے پیچھے قطار میں لگ گئے۔ بارہ بجے کے بعد ہماری باری آئی اور تب جا کر ہمیں معلوم ہوا کہ ہم چوتھی منزل پر نہیں پانچویں منزل پر قطار میں لگ گئے ہیں۔ اگلے دن ہم چوتھی منزل پر واپس آئے۔ ہم نے تین گھنٹے انتظار کیا اور وہ دونوں ایک بینچ پر بیٹھے سو کھتے رہے۔ جس سے بھی بات کی وہ کاٹنے کو دوڑا۔ آخر کار ہمیں چھٹی منزل پر بھیج دیا گیا۔ چھٹی منزل پر ہم انتظار کرتے رہے، پھر انہوں نے ایک اور پتہ بتا دیا۔

اس طرح ہمارا تیسرا دن گزرا۔ نئے پتے پر جو دفتر تھا، انہوں نے ہم سے پوچھا

''تمہارے پاس کاغذات ہیں؟''

''کون سے کاغذات؟'' ہم نے حیران ہو کر پوچھا۔

میں نے ڈون سر کوستانزا کا پرانا خط نکال کر دکھایا، جو میرے ابا نے مجھے دیا تھا۔ مگر کلرک مجھ پر ہنسنے لگا۔

''اس سے کام نہیں چلے گا۔'' اس نے کہا۔ ''کاغذات ہونے چاہیں۔

''ہمیں ایک اور کھڑکی پر لے جایا گیا جہاں ایک کلرک نے دو کاغذ تھما دیئے اور ان پر بارہ ٹکٹ لگا دیے، سال کے ہر مہینے کے لئے ایک۔

''پینتیس لیرا'' کلرک نے اعلان کیا۔

''پیسے اہر چیز کے لئے پیسے دو!'' برارد و بڑبڑایا۔

ہمارے لئے تو ایسا تھا کہ کسی نے ڈنڈے سے پینتیس وار کیے ہوں۔ ہم نے رقم ادا کر دی اور کاغذ ساتھ لے کر پہلے دفتر پر واپس پہنچے۔

''یہ رہے کاغذات!'' ہم نے کہا۔

''بس تمہارا کام ہو گیا'' کلرک نے کہا۔ ''کل صبح دفتر روزگار چلے جانا، اور اپنے آپ کو بے روزگار بتا کر زراعت کیلئے رضا کاروں میں اپنا نام لکھوا دینا۔

اس طرح چوتھا دن گزر گیا۔

میں یہ ضرور کہوں گا کہ برارد و اس سارے چکر پر ذرا بھی جز بز نہ ہوا۔ بلکہ وہ تو اس کو صحیح ثابت کرنے لگا۔

''نوکری جتنی مشکل سے ملے گی، اتنی ہی اچھی اجرت ہو گی'' وہ مجھ سے کہتا رہا

دوپہر کو جب دفتر بند ہو جاتے تو برارد و مجھے سارے شہر میں گھماتا۔

MashalBooks.com

''دیکھو! دیکھو!''اس نے مجھے ٹھوکا دیا جس وقت ہم ایک کوٹھی کے سامنے سے گزرے جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ بنک ہے۔ برادو اس نشان کو اس طرح گھورتا رہا جیسے اس پر جادو کر دیا گیا ہو۔

''یہ ہے کہ جگہ جہاں سے ٹھیکے دار کو پیسے ملتے ہیں۔''اس نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

تھوڑا آگے چل کر ہمیں ایک اور بنک ملا، اس کے بعد تیسرا پھر چوتھا یہاں تک کہ ہم گنتی بھی بھول گئے۔ ٹھیکے دار کی ملکیت کون سا والا تھا؟ اس کا جواب دینا مشکل تھا۔ روم کے مرکز میں جہاں ہمارا خیال تھا کہ سینٹ پیٹر کا کلیسا ہے، وہاں بینک ہی بینک تھے۔

''دیکھو! دیکھو!'' ہر مرتبہ ہم بنک کے سامنے سے گزرتے تو برادو مجھے ٹھوکا دیتا۔

ہر بنک پچھلے والے سے بڑا تھا، اور بعض کی عمارتوں میں گرجاؤں جیسے گنبد تھے۔ ان کے گرد لوگوں اور گاڑیوں کا ہجوم تھا۔

برادو تعریف کرتے نہ تھکتا۔

''مگر ان میں تو گنبد ہیں!''میں اعتراض کرتا۔''شاید یہ گرجا گھر ہوں!''

''ہاں، مگر ایک اور خدا کے معبد ہیں! برادو نے ہنستے ہوئے کہا''جہاں خدا کا حکم اس دنیا پر چلتا ہے، وہ پیسہ ہے۔ ہر ایک اس کا غلام ہے ڈون اپاچیو جیسا راہب بھی جو ہمہ وقت آسمانی خدا کا نام لیتا رہتا ہے۔ شاید ہم اسی لئے برباد ہوئے ہیں کہ ہم پرانے والے کی پرستش کرتے رہے، جب کہ دنیا پر خدا حکمرانی کرنے لگا۔''

برادو ہر فوارے پر رک کر پانی پیتا، صبح سویرے فیو چینو جانے والے بار برداری کے جانوروں کی طرح مگر پھر ہمیں اتنے بڑے بڑے فوارے ملے جو ہوا میں خوب پانی اچھال رہے تھے کہ ان سے پانی پینا محال تھا۔

''دیکھو یہ سب پانی ضائع ہو رہا ہے''برادو نے شکایت کی۔''اگر یہ پانی فونتا مارا کو مل جاتا۔''

ایک دن برادو نے رنگین شال، کنگھا اور بالوں کی آرائش کا سامان ایک پھیری والے سے خریدا۔

''یہ سب جتنی جلدی ممکن ہوگا ایلویرا کو بھیجوں گا''اس نے مجھے سے کہا، اور آخر کا نام بڑی مشکل سے ادا کیا۔''یہ اس پر اچھے لگیں گے؟''

''بالکل!'' میں نے کہا۔ پھر میں نے وہی گھسا پٹا فقرہ کہا ''خوبصورت لڑکی پر ہر چیز اچھی لگتی ہے۔''

''تم واقعی سمجھتے ہو کہ وہ خوبصورت ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''جب آدمی کو محبت ہو جائے تو ہر چیز کے معنی بدل جاتے ہیں'' اس نے مزید کہا برادو کو شہر کے باغوں میں بنچوں پر بیٹھنے میں بہت مزہ آتا تھا۔

''بیٹھو بیٹھو'' وہ مجھ سے بھی کہتا۔ ''تمہیں یقین تو نہیں آئے گا، مگر ان پر بیٹھنا مفت ہے''

وہ بڑے غور سے سنتا کہ ہماری بنچ پر یا اگلی بینچ پر بیٹھے ہوئے لوگ کیا بات رہے ہیں۔

''شاید ہم کسی کو یہ کہتے ہوئے سنیں کہ سارے میں ایک قابل اعتبار، تگڑے مزدور کو ڈھونڈ تا رہا ہوں، جو آبروزی کی پہاڑیوں سے آیا ہو یعنی مستعد ہو، آوارہ نہیں۔''

ایک دن ہمیں اپنی سرائے کے سامنے لوگوں کا ہجوم نظر آیا۔ ایک فوجی گاڑی کا پہیہ نکل گیا تھا، اور وہ ایک طرف گر کے دیوار سے ٹکرا گئی تھی۔ بہت سے لوگ اسے اٹھا کر سیدھا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کی محنت کا کوئی نتیجہ نہیں نکل رہا تھا، اور (شہر والوں کی طرح) دھکا کم دے رہے تھے اور باتیں زیادہ کر رہے تھے۔ برار دو آگے بڑھا، جیکٹ اور ٹوپی اتار دی، گاڑی کے نیچے گھس گیا اور اس حصے کو دھکیل کر اور کیا جو زمین پر ٹکا ہوا تھا، اور اٹھائے رہا یہاں تک کہ ڈرائیور نے پہیہ لگا لیا دیکھنے والے سارے لوگ حیرت کرتے رہے۔

اس سے اس کی پرانی بک بک جھک جھک لوٹ آئی۔

ڈون کالو رنڈا، سان انتونیو کے مجسمے کے سامنے دو موم بتیاں جلائے رکھتی ہیں کہ بنکوں کی طاقت کو ختم کر دیں۔ ہے نا حماقت؟'' اس نے شام کو مجھ سے پوچھا مگر میرا بات کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ بحث کو وہاں سے چھیڑنا چاہتا ہے جہاں سے اس شام اسکاپونے کے سامنے اس نے چھوڑا تھا۔ یہ سارے وقت اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھی، مگر مجھ سے یہ باتیں کرنے میں کیا فائدہ تھا؟

یہ سب باتیں اس وقت تک اچھی لگتی ہیں جب تک کہ آپ لڑکے ہوں اس نے مجھ سے کہا۔ ''بھٹے بھوننا بڑا اچھا لگتا ہے مگر سچ بتاؤ ٹھیکے دار کے مکان کو آگ لگا دینے سے کیا فائدہ ہوگا؟''

میں نے اسے بولنے دیا کہ اسے اس کی ضرورت تھی۔

''یہ سوال ہمت کا نہیں ہے، تم سمجھتے؟ اسکاپونے بھلا یہ کیوں سمجھ رہا ہے کہ میں ڈر گیا؟ یہ

ہمت کا سوال نہیں ہے۔ اگر میرے سامنے کوئی وجہ ہوتی کہ اپنی جان کو داؤ پر لگا کر اوروں سے زیادہ پیسے کما لوں گا تو میں ضرور ایسا کرتا۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ میں وہ کام کر سکتا ہو جو مجھ سے پہلے کسی انسان نے نہ کئے ہوں گے! سمجھے؟ تم دیکھا لینا کل وہ ہمیں کام دے دیں گے اور جوں ہی کام شروع ہوگا، تم بھی دیکھنا اور لوگ بھی دیکھیں گے انجینیئر بھی دیکھیں گے۔''

تم کیا سمجھتے ہو، تیوفیلو کا جنازہ کسی طرح اٹھا ہوگا؟'' میں نے پوچھا کہ وہ فونتا مارا کے بارے میں بات کرتا رہے۔

اسے یہ سوال بالکل اچھا نہیں لگا۔

''یہ ہمت کا سوال نہیں میں بتا رہا ہوں۔'' اس نے بگڑ کر جواب دیا۔ یہ طاقت نہیں ہے۔ ٹھیکیدار نے ہمارے خلاف کون سی طاقت استعمال کی؟ ذرا بھی نہیں۔ ٹھیکے دار نے ہمت استعمال کی نہ طاقت، صرف چالاکی سے کام لیا۔ اسی سے اس نے ندی چھینی۔ بلکہ اس نے تو چھینی بھی نہیں۔ فونتا مارا نے خود اسے دے دی لوگوں نے حکومت کے نام درخواست پر دستخط کیے، پھر تین چوتھائی اور تین چوتھائی والا دھوکا اور دس نصف دہائیوں والا دھوکا کھایا۔ ٹھیکے دار کیا کرتا؟ اس نے تو اپنے لحاظ سے صحیح کیا۔''

برار دو کے خیالات اتنے الجھے ہوئے تھے۔

''زمین کی قیمتیں گر جائیں گی'' وہ اپنے دل کی بات ظاہر کرنے لگا۔ ''پانی کے بغیر زمین کے دام گر جائیں اور زمین کے مالک بدلیں گے۔''

اسے خوب معلوم تھا کہ وقت جا کر کہ کون سی زمین خریدے گا۔ مگر اس نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ کون سی زمین ہے۔

پانچویں دن کی صبح دفتر روزگار گئے کہ ملازمت کا بندوبست کریں۔

''تم کس صوبے سے آئے ہو؟'' جب ہم ساری صبح ایک کھڑکی کے سامنے انتظار کرتے رہے تو کلرک نے ہم سے پوچھا۔

''آکوٹیلا کے صوبے سے'' ہم نے جواب دیا۔

''تو پھر اس صورت میں تمہیں آکوٹیلا کے دفتر جانا ہوگا'' انہوں نے جواب دیا

''آکوٹیلا کا دفتر کہاں ہے'' ہم نے پوچھا۔

یہ سن کر کلرک ہنس پڑا۔ اس نے دوسرے کلرکوں کو بھی بتایا کہ ہم نے کیا سوال پوچھا ہے،

اور سارے دفتر میں قہقہے پھیل گئے ۔ جب کچھ سکون ہوا، اور کلرک نے اپنی آنکھیں پونچھیں، جو ہنستے ہنستے نم ہوگئی تھیں تو اس نے ہمیں بتایا:

''آکوٹیلا کا دفتر آکوٹیلا میں ہے۔''

مگر ہم سارے ملک کی سیاست نہیں کرتے رہنا چاہتے تھے۔

''ہم نے بہت دفتروں کی خاک چھان لی!'' برار دونے پر جوش لہجے میں کہا۔

''ہم ایک وکیل کا تعارفی خط لے کر روم آئے تھے کہ زراعتی کام کر سکیں، اس لئے تو نہیں آئے تھے کہ صوبوں کی سیر کرتے رہیں۔''

کلرک نے ہمارے منہ پر کھڑکی بند کر دی، اور ہماری سیاست جاری رہی۔

''تائب رہزن'' کی سرائے میں ہمارے ساتھ آبروز کا ایک وکیل کیو پیلیئر ڈون اکیلے پازی اینز بھی رہ رہا تھ ۔تائب رہزن کے مشورے پر ہم اس کے پاس گئے اور اگلے دن جو ہمارے قیام کا چھٹا دن تھا، اس نے ہمیں اپنے کمرے میں بلایا جو ہمارے کمرے کے برابر تھا اور سیلن اندھیرے، بے ترتیبی اور گندگی میں یکساں تھا وہ ہمیں بستر میں لیٹا ہوا ملا۔ وہ چھوٹا سا بوڑھا آدمی تھا جس کو نزلہ ہو رہا تھا اور دس دن کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی ۔ پیلے پیلے کپڑے اور سفید جوتے، سر پر تنکوں والی ٹوپی سینے پر کانسی کا تمغہ اور منہ میں خلال کی تیلی دبی ہوئی۔ تو اس طرح وہ ہم سے ملا۔ سب سے زیادہ اندھیری دیوار پر ایک سبز اور زرد تصویر چمک رہی تھی جس کے نیچے لکھا ہوا تھا ''قائد''

''مشورے کی فیس دس لیرا ہے'' اس نے چھوٹتے ہی کہا۔

''ٹھیک ہے!'' میں نے سوچے سمجھے بغیر کہہ دیا۔

''پیشگی'' اس نے کہا۔

ہم نے دس لیرا دے دئے۔

''دس لیرا فی کس۔''

ہم نے اسے دس لیرا اور دے دیئے۔

پھر وکیل صاحب اٹھے اور ہم سے کچھ کہے بغیر کمرے سے باہر چلے گئے۔ ہم نے انہیں برآمدے میں کھانستے ہوئے سنا۔ پھر کھانسی کے زینہ (ترنے کی آواز آئی نچلی منزل پر رکی جہاں تائب رہزن منتظر تھا، سڑک پر نکلی اور قریب کے ایک ہوٹل میں ختم ہوگئی۔

MashalBooks.com

ہمیں کوئی گھنٹہ بھر انتظار کرنا پڑا تب کہیں جا کر کھانسی کی وہ آواز دوبارہ سنائی دی، اس نے سڑک پار کی، سیڑھیاں چڑھی، دروازے پر ذرا دیر ٹھٹھکی، پھر اندر آ گئی۔ اس نے بستر پر روٹی، گوشت اور شراب سرخ کی آدھی بوتل رکھ دی۔

''تمہارا کیس کم زور ہے'' انہوں نے لیٹتے ہوئے کہا۔ انہوں نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ ہم نے انہیں یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کیس کیا تھا۔

''تمہارے پاس کتنے پیسے باقی ہیں'' انہوں نے تفکر بھرے وقفے کے بعد پوچھا ہمارے پاس جو کچھ تھا ہم نے برار دو کی ٹوپی میں ڈالا اور گن کر دیکھا تو چودہ لیرا تھا۔

''تمہارا کیسا مایوس کن ہے'' وکیل صاحب نے مایوسی سے کہا۔

پھر ایک اور تفکر بھرے وقفے کے بعد ہم سے پوچھا:

''تم فونتامارا اسے اور پیسے نہیں منگوا سکتے؟''

''بالکل منگوا سکتے ہیں'' برار دو نے کہا، حالانکہ اسکو یقین تھا کہ اس کا بالکل الٹ درست ہے۔

''اور شاید ایک چھوٹا سا چوزہ اور کچھ پنیر اور رمیری کھانسی کے لئے ذرا سا شہد؟'' وکیل صاحب نے پوچھا۔

''یقیناً برار دو نے جھٹ کہا، حالانکہ خود اس نے زندگی میں کبھی شہد نہیں چکھا تھا۔

''اب تمہارا کیس صاف ہے'' کیو یلیئر پازی اینز نے گھوڑے جیسے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

''بولو!'' انہوں نے ہم سے کہا۔

برار دو نے بتایا کہ ہم روم کس لئے آئے ہیں۔

وکیل صاحب کیو یلیئر پازی اینز اٹھے اور ایک چھڑی اٹھائی جو کسی ٹوٹی ہوئی چھتری کا دستہ معلوم ہوتی تھی، اور اسے یوں ہوا میں لہراتے ہوئے جیسے میدان جنگ کو جا رہے ہوں، ہم سے کہنے لگے۔

''میرے پیچھے پیچھے آؤ!''

ہم ان کے پیچھے پیچھے چلے۔ پہلے اتار گھر پہنچے۔ انہوں نے تار کا مضمون لکھا:

''ضرورت ہے دو سو لیرا پچیس پاؤنڈ پنیر، پانچ پاؤنڈ شہد اور چند مرغیوں کی پھر ہم سے پوچھا:

''یہ تار کس کے نام بھیجوں؟ تم میں سے کس کا خاندان زیادہ امیر ہے؟''

اسے میرا والد دنسنز و ویولا کے نام بھیجدیں۔'' برار دو نے جواب دیا۔ اس کے والد اس و قت فوت ہو گئے تھے جب وہ چھوٹا سا بچہ تھا۔

ڈون پانزا تار بابو کے حوالے کرنے والے تھے کہ برادو نے ان سے پوچھا:

''کیویلیئر آپ کو ناشپاتیاں پسند ہیں''

''بالکل پسند ہیں!'' اس نے جواب دیا۔ ''کھانسی کے لئے اکسیر ہیں!''

تو ہم نے تار میں یہ اضافہ کر دیا کہ پچیس پاؤنڈ ناشپاتیاں بھی بھجوادیں۔

کیویلیئر نے اس کی نقل تیار کی اور ہم سے کہا۔

''اس کے پیسے دو اور میرے پیچھے پیچھے آؤ۔

اگلی منزل وہی دفتر روزگار تھا جہاں سے ہمیں ایک دن پہلے نکال دیا گیا تھا۔ وکیل صاحب ہمیں ہال میں چھوڑ کر اندر چلے گئے، مگر ہم دیکھ سکتے تھے کہ وہ اندر جا کر دفتر کے سربراہ سے بحث میں الجھے ہوئے ہیں، اسے تار کی نقل دکھا رہے ہیں اور اس کے اہم حصوں کی طرف انگلی سے اشارہ کر رہے ہیں۔ دفتر کے سربراہ کو بڑے شدید اعتراضات ہوں گے۔ کیوں کہ ہم نے دیکھا کہ وکیل صاحب کا رنگ سفید پڑ گیا۔ پھر وہ باہر نکل کر ہمارے پاس آئے اور پوچھنے لگے۔

''فونتامارا کی پنیر کھانے کے لئے ہوتی ہے یا کدوکش کرانے کے لئے؟''

''جب تازہ ہوتی ہے تو کھائی جاتی ہے: جب سوکھ جاتی ہے تو کدوکش کرنے کے لئے ہوتی ہے'' برار دو نے جواب دیا جس سے وکیل صاحب کی بہت تسلی ہوگئی اور وہ تیزی سے اندر چلے گئے کہ دفتر کے سربراہ کو تسلی بخش جواب دے دیں۔

غالباً کوئی اور اعتراض نہیں تھا، اس لئے وہ باہر آئے اور ہمیں بتانے لگے:

''کام شروع ہو گیا ہے۔ دفتر ضروری کاغذات منگوالے گا۔۔۔ پیدائش کے سرٹیفکیٹ، پولیس کی رپورٹ، کردار کی ضمانت وغیرہ۔ جوں ہی کاغذات آتے ہیں، تمہارا، نام بے روزگار کے طور پر درج کر لیا جائے گا۔ زراعتی کام اس کے بعد آئے گا دفتر والے تمہیں بلا بھیجیں گے۔''

شہر میں ساتویں دن ہمارے پاس کل چار لیرا بچے تھے۔ ہم نے روٹی خرید لی تو پھر چھوٹی کوڑی نہ رہی۔

''جلد ہی دفتر والے ہمیں بلوا بھیجیں گے'' برار دو مجھے ہمت دلانے کے لئے بار بار دہراتا رہا۔

وہ ابھی تک مایوس نہیں ہوا تھا۔ وہ ایک دن بستر پر لیٹا ہوا تھا کہ اچانک اسے ایک عجیب و غریب مغالطہ لاحق ہوا۔ ہم دونوں تیزی سے نکل کر باہر آ گئے۔

اس نے مجھے اپنی بات سمجھائی:

''کوئی بھی ہمیں سڑک پر روک سکتا ہے، اور روک کر پوچھ سکتا ہے کہ ''معاف کیجئے گا، آپ کام کرنا پسند کریں گے؟ شروع میں تیس لیرا ٹھیک رہیں گے؟ ظاہر ہے کہ اس میں کھانا پینا شامل ہے۔ اگر آپ چاہیں تو کل ہی سے کام شروع کر دیں۔''

ہم ایک بڑی سڑک پر آئے اور جو پہلی بنچ نظر آئی، اس پر بیٹھ گئے؟ اور سننے لگے کہ آس پاس کے لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ ذرا دیر بعد برار دو کو امید کی ایک کرن نظر آئی۔

''ڈون اکیلے پازی اینز غالباً ہمیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔'' اس نے مجھ سے کہا اور ان کو ہر لمحے غصہ آ رہا ہو گا۔ وہ کہہ رہے ہوں گے کہ اب ان کے لئے کام ڈھونڈ لیا ہے تو یہ لوگ غائب ہو گئے۔

چونکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ جس وقت بلایا جائے فوراً آ جائیں، اور چوں کہ ہمارا چلنے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔ ہم نے کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا۔ اس لئے ہم سرائے کے باہر نہیں جاتے تھے۔ جب بھی کوئی آہٹ سنتے فوراً دوڑ کر دیکھتے جاتے جب بھی ڈاکیا آتا ہم دوڑ کر نچلی منزل تک آتے جہاں تائب رہزن نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔

یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ کیو پلیئر پازی انیز ابھی اسی تردد اور پریشانی میں رہ رہا تھا، مگر فرق یہ تھا کہ ہم نوکری پر بلائے جانے کا انتظار کر رہے تھے اور وہ برار دو کے باپ کی طرف سے پیسوں اور کھانے پینے کی چیزوں کی فراہمی کا۔ ہم تینوں، پورا دن بستر پر لیٹ کر کاٹتے، اور ہر آواز پر نیچے بھاگتے۔ اور جب مایوس ہو کر واپس آتے تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ملامت کرتے جو ہر مرتبہ تلخ سے تلخ تر ہوتی جا رہی تھی۔

''تمہارا باپ اصل میں تمہارا باپ نہیں ہے'' کیو پلیئر پازی اینز انے باردو سے کہا۔ ''وہ تمہیں دو سو لیرا کیوں نہیں بھیجتا؟''

''وہاں کام ملے گا کہ نہیں ملے گا؟'' برار دو نے جواب دیا۔ ''اگر کام ہے تو مجھے بلا کیوں نہیں لیتے؟ کام ہے تو راستے میں اتنی رکاوٹیں کیوں ہیں؟''

مجھے معلوم ہے کہ پیکٹ کو آنے میں وقت لگتا ہے'' کیو پلیئر پازی اینز امزید کہا۔ ''یہ آہستہ

MashalBooks.com

آہستہ آتے ہیں، خاص طور پر اگر ان میں بوتلیں بھی ہوں۔ مگر تار میں تو ایک دن لگتا ہے۔ تمہارا باپ کنجوس ہے۔

''کام کرنے کے لئے پیدائش کے سرٹیفکیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ برار دو نے اپنی بات جاری رکھی۔'' اگر کوئی کام مانگ رہا ہے تو یہ تو طے ہے کہ وہ پیدا ہو چکا۔

تین دن کی بھوک اور بے سود انتظار کے بعد برار دو نے اور میں نے ڈاکیے کے آنے پر دوڑ کر جانا چھوڑ دیا۔ ہم صبح سے شام تک بستر پر پڑے رہتے، اور اٹھتے بھی تو صرف غسل خانے کے نلکے سے پانی پینے کے لئے۔ کیو یلیئر پازی اینز انے ہم سے زیادہ امید اور استقامت مظاہرہ کیا۔ دن میں تین مرتبہ، جب ڈاکیہ آتا تو ہم ان کی کھانسی کی آواز کو بستر سے اٹھتے، کمرے سے باہر نکلتے اور آہستہ آہستہ نیچے جاتے ہوئے سنتے۔ ذرا دیر بعد وہ آہستہ آہستہ اور تکلیف کے ساتھ اوپر آتے ہمارے دروازے پر رکتے اور وہیں سے فونتامار کے سارے لوگوں کو گالیاں دیتے۔

''برار دو ویولا، تمہارا باپ کاہل ہے!'' وہ شکایت کرتے۔ تمہارا باپ میری بربادی ہے، برادو ویولا۔ تمہارا باپ میری موت ہے! میں نے تین دن سے نہیں کھایا ہے۔ اور یہ سب تمہارے باپ کی غلطی ہے!'' وہ چیختے۔

برار دو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی خاموشی لوٹ آئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنائے ہوئے بستر پر لیٹا ہوا گھنٹوں چھت کو دیکھتا رہتا۔

''ہم کیا کریں گے؟'' میں نے پوچھا۔'' ہم مستقل تو کھائے پیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔''

برار دو نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ایک مرتبہ اس نے مجھ سے کہا:

''لوگ کہتے ہیں کہ میرے دادا جب وہ پہاڑوں پر لڑ رہے تھے تو تین ہفتے تک کھائے بغیر رہے تھے۔ صرف پانی پیتے تھے۔''

ایک اور مرتبہ اس نے پوچھا:

''کون سا دن ہے آج؟'' پھر خود ہی کہا۔'' اب تک ایلویرا تیرتھ یا ترا سے واپس آ گئی ہو گی، ایلویرا کی ماں مریم تک جو وہ جانا چاہتی تھی۔ پیدل یاترا ماریا گرازیا کے ساتھ ماں مریم سے معافی مانگنے کے لئے۔''

MashalBooks.com

''ایلویرا کو کیا ضرورت ہے معافی کی؟'' میں نے کہا۔ ''وہ غالباً ماریا گرازیا کا ساتھ دینے کے لئے چلی گئی ہوگی۔''

بھوک کے چوتھے دن ہمیں خوشی خبری ملی۔ پانچ بجے کے قریب ہمیں کیویلیئر کی اور تائب رہزن کی ملی جلی آوازیں سنائی دیں۔

''کامیابی! کامیابی!'' کاویلیئر چلایا، اور ایک ملی نغمہ گنگنانے لگا:

کہاں ہیں فتح کے سنہری بال و پر

جن پر خدا نے روم کو اجارہ دار بنایا۔۔۔

دونوں ہمارے دروازے تک آئے اور کھٹکھٹائے بغیر اندر گھس آئے۔ تائب رہزن ایک تار ہوا میں لہرا رہا تھا، یہ تار برارڈو کے نام آیا تھا، اور کیویلیئر شراب کی دو بوتلیں اٹھائے ہوئے تھا۔

''برارڈو ویولا'' کیویلیئر چلایا۔ ''تمہارا باپ صحیح معنوں میں اچھا آدمی ہے اس کے بھیجے ہوئے پیسے آ گئے!''

''واقعی؟'' برارڈو خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

اس کو بھلا یہ کیسے خیال آیا کہ اس کا باپ جسے مرے ہوئے بیس سال ہو گئے اسے پیسے بھیجے؟ غالباً چار دن کے فاقے کے بعد اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی تھی۔

جب کیویلیئر خوشی کا جشن منانے کے لئے بوتل سے شراب انڈیل رہے تھے تو برارڈو نے تار لے لیا، اسے کھولا پڑھا، دوبارہ پڑھا، ہماری طرف دیکھا، تہہ کیا اور ایک لفظ بھی منہ سے نکالے بغیر جیب میں رکھ لیا۔

''کیا لکھا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

برارڈو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میری آواز سنی تک نہیں۔ اس کے چہرے پر ایک خوفناک تاثر ابھر آیا، اور اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو گئیں۔

''کیا ہوا؟'' میں نے ممکنہ حد تک دوستانہ لہجے میں پوچھا۔

برارڈو ایک لفظ بھی منہ سے نکالے بغیر بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ تائب رہزن اور کیویلیئر پازی اینز احیران ہو کر واپس چلے گئے۔ میں برارڈو کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور اسے پوچھا: کیا ہوا کوئی مر گیا۔

اس نے کوئی جواب دیا اور خدا معلوم میں نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ فونتامارا میں اس کا کوئی

جاننے والا فوت ہو گیا ہے۔

اس رات آٹھ بجے ہمارے برابر والے کمرے سے جو کیویلیئر پازی اینزا کے تصرف میں تھا، شور سنائی دینے لگا۔ وہ ہمارے دروازے تک آئے کر کہنے لگے:

''دفتر روزگار کے سربراہ یہاں آئے تھے۔ تمہارے کاغذات آ گئے ہیں چال چلن کے تصدیق نامے پر تمہارے شہر کے پوڈیتانے ہے۔ حد سے زیادہ وطن دشمن کردار۔ ایسے سرٹیفکیٹ کے ساتھ تو تمہیں کہیں نوکری نہ ملے گی۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پولیس کو اطلاع کر دی گئی ہے۔ تمہیں کوئی کام نہیں ملے گا۔''

انہوں نے دروازہ بند کیا اور باہر چلے گئے۔

پانچ منٹ بعد دروازہ دوبارہ کھلا۔

تمہارا کمرہ کرائے پر چڑھا دیا گیا ہے۔'' تائب رہزن نے ہم سے کہا۔'' اسے خالی کرنے کے لیے تمہارے پاس آدھا گھنٹہ ہے۔''

اندھیرا ہو چلا تھا جب انہوں نے ہمیں سرائے سے نکال پھینکا۔

''ہم اب کیا کریں؟'' میں نے برار دو سے پوچھا۔

مگر وہ کیا جواب دیتا۔ اس نے کچھ نہیں کہا۔ میری ٹانگیں بے جان ہوئی جا رہی تھیں، اور مجھے اتنی بھوک لگ رہی تھی کہ میرا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ ذرا ذرا دیر بعد ایسا لگتا کہ میں گر پڑوں گا۔ سڑک پر آتے جاتے لوگ ہمیں مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ شرفا اور معززین ہمیں دیکھ کر ایک طرف کو ہو جاتے جیسے ہم سے ڈر رہے ہوں۔ اور برار دو واقعی خوف ناک لگ رہا تھا۔

سڑکوں پر تربوزوں کے بہت سے ٹھیلے تھے جن کے گرد ہر قسم کے لوگ کھڑے شور مچا رہے تھے، یہ دکھانے کے لئے وہ کس قدر خوش ہیں۔ بعض ٹھیلوں پر رنگین روشنی کی محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ ریستورانوں کے باغات میں جوڑے محو رقص تھے جو یقیناً کھانا کھا چکے ہوں گے۔

''ہم کسی گرجا گھر میں جا کر سوپ مانگ سکتے ہیں۔'' میں نے برار دو کی تجویز پیش کی۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس طرح چپ چاپ، محض اتفاقاً ہم اسٹیشن کے علاقے میں آ نکلے۔ چوک میں پولیس والوں اور سپاہیوں کی خاصی بڑی تعداد تھی جو راہ گیروں کو روک کر انکی تلاشی لے رہی تھی۔ ایک نوجوان نے حیرت زدہ ہو کر ہمیں دیکھا اور آگے آیا۔

MashalBooks.com

''سلام'' اس نے برار دو کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

برار دو نے اس کی طرف شک سے دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

''میں آپ ہی کو یاد کر رہا تھا'' نوجوان نے کہا۔ ''اگر آپ یہاں نہ مل جاتے تو میں آپ کو ڈھونڈنے فونتامارا جاتا۔''

''میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں'' برار دو نے کہا۔ ''اگر تم ٹھگیا چاہتے ہو تو کسی اور کو تلاشی کرو۔''

نوجوان ہنس پڑا۔ وہ آدھا طالب علم اور آدھا مزدور لگ رہا تھا۔ وہ بلا پتلا تھا، اور عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کی آواز اور لہجہ ایسا تھا کہ اس پر اعتبار کرنے کو جی چاہتا تھا۔

''تمہیں یاد ہے جب پچھلی مرتبہ تم اویز نو گئے تھے؟'' نوجوان سے کہا ''تمہیں وہ ریستورا ن یاد ہے جہاں وہ سرخ بالوں والا پولیس کا آدمی تمہیں لے کر آیا تھا؟ تمہیں یاد ہے مگر تم یہ بھول گئے کہ میں نے تمہیں اس کے بارے میں خبردار کیا تھا؟''

برار دو نے غور سے اسے دیکھا اور پھر پہچان لیا۔

''ہمیں کچھ کھانا کھلا دو'' میں نے یہ دیکھتے ہوئے کہا کہ برار دو اس موقعے کو ہاتھ سے نکل جانے دے رہا ہے۔

نوجوان ہمیں اسٹیشن کے پاس ایک جگہ لے آیا، اور انڈے اور گوشت کا آرڈر دیا۔

''ان کے پیسے کون دے گا؟'' برار دو نے شک کرتے ہوئے کہا۔ ''ہمارے پاس تو ایک لیرا نہیں بچا۔''

برار دو کو اطمینان دلانے کے لئے وہ اٹھا اور کھانے کے پیسے ادا کر دیئے۔ برار دو نے میری طرف یوں دیکھا جیسے مجھ سے کہہ رہا ہو کہ یہ شخص پاگل ہے۔

جب ہم نے کھا پی لیا تو برار دو نے پوچھا:

''یہ اتنے سارے پولیس والے اور سپاہی کس لئے ہیں؟''

''یہ پراسرار اجنبی کو تلاش کر رہے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ مگر یہ جواب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

''کافی دن سے یہ ہو رہا کہ پراسرار اور تنہا اجنبی جس کو پراسرار اجنبی کہا جا رہا ہے امن عامہ میں خلل ڈال رہا ہے'' نوجوان نے دھیمی آواز میں بتانا شروع کیا۔ ''خصوصی عدالتوں کے

سامنے پیش ہونے والے سارے مقدموں میں پراسرار اجنبی کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ خفیہ اخبار چھاپ کر تقسیم کرتا ہے جن میں گھپلوں کی نشان دہی اور مذمت ہوتی ہے، مزدوروں کو ہڑتال اور شہریوں کو نافرمانی پر اکساتا ہے۔ جن کے پاس سے یہ غیر قانونی مواد نکلتا ہے وہ سب کہتے ہیں کہ یہ انہیں اسی پراسرار اجنبی سے ملا ہے۔ پہلے وہ چند کارخانوں کے گرد کام کر رہا تھا پھر وہ شہر کے مضافات اور فوجی چھاؤنی کے آس پاس کام کرنے لگا اور آخر میں یونیورسٹی میں نمودار ہوا۔ ایک ہی دن میں بیک وقت کئی علاقوں، بلکہ سرحد تک پر اسے دیکھا جاتا ہے۔ ملک کے بہترین سراغ رساں اسے ڈھونڈ رہے ہیں، مگر ابھی تک اسے پکڑ نہیں سکے۔ ہزاروں افراد گرفتار ہوئے ہیں، اور کئی دفعہ تو یہ گمان شروع ہوا کہ پراسرار اجنبی پکڑا گیا۔ لیکن تھوڑے دن کے بعد خفیہ اخبار نے پھر کام شروع کر دیا اور جرائم کے اخبار میں اس پراسرار اجنبی کی کارگزاریوں پر بحث ہونے لگی۔ کئی دفعہ تو یہ گمان ہوا کہ پراسرار اجنبی کی کارگزاریوں پر بحث ہونے لگی۔ کئی دن سے یہ لگ رہا تھا کہ اب وہ آبروزی جاتا رہا ہے۔''

''آبروزی؟'' برارد و نے بے چین ہو کر پوچھا

''سلمونا، پربزا، ایزانو اور کئی جگہ۔ جہاں بھی کسان بغاوت کرتے ہیں، یہ وہیں پہنچ جاتا ہے۔''

''مگر یہ شخص ہے کون؟ شیطان ہے کیا؟'' برارد و نے پوچھا۔

''شاید ہو۔ مگر وہ نیک شیطان ہے۔'' نوجوان جواب دیا۔

''اگر کسی طرح میں اسے فونتامارا کا راستہ بتا دوں۔۔۔ برارد و کہنے لگا۔

''اسے پہلے سے راستہ معلوم ہے'' نوجوان نے آہستہ سے جواب دیا عین اسی وقت پولیس کا ایک سپاہی چند فوجیوں کے ساتھ وہاں داخل ہوا اور ہمارے پاس آن پہنچا۔

''پاسپورٹ اور شناختی کارڈ!'' اس نے نہایت بدتمیزی سے مطالبہ کیا۔

جب انہوں نے وہ کاغذات دیکھے جو برارد و کو اور مجھے دفتر روزگار سے ملے تھے، اور شناخت نامے، پاسپورٹ، وغیرہ، اور اویز انو کے نوجوان کے بھی کاغذات دیکھ لئے تو وہ ریستوان کی تلاشی لینے لگے۔

ہمارے کاغذات ٹھیک تھے اور پولیس والا باہر جانے والا تھا کہ سپاہی بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئے اور اسے ایک پیکٹ دکھایا جو کپڑوں میں لپٹا ہوا، کوٹ ٹانگنے کی کھونٹیوں کے ساتھ

رکھا ہوا تھا۔

''یہ پیکٹ کس کا ہے؟ اسے کس نے یہاں چھوڑ دیا؟''

اور ہمارا جواب سنے بغیر وہ ہمیں تھانے لے گئے۔

برار دو سمجھا کہ وہ ہمیں چور کہہ رہے ہیں اور اس پیکٹ میں چوری کا مال تھا، اس لئے جب ہم تھانے پہنچے تو وہ چلانے لگا:

''چور؟ اور ہم؟ تم لوگوں کو شرم آنا چاہئیے! چور تو تم ہو! ہم تمہارا شکار ہیں، چور نہیں! چور تو وہ ہیں جو دفتر روزگار میں بیٹھے ہوئے ہیں! ہم سے پینتیس لیرا ٹھگ لئے! کیویلیئر پازی انیز چور ہے! اس نے ہم سے بیس لیرا اینٹھ لئے! چور اور ہم! ٹھیکے دار چور ہے، مگر تم میں اتنی ہمت نہیں کہ اسے گرفتار کرو!''

جس تھانے میں ہمیں لے گئے وہاں شہر کے مختلف علاقوں سے گرفتار کیے ہوئے لوگ برابر لائے جاتے رہے۔

''یہ لوگ ابھی تک پراسرار اجنبی کو ڈھونڈ رہے ہیں! اویزانو کے نوجوان نے دھیمی آواز میں برار دو کو بتایا۔ برار دو کو آخر احساس ہو گیا کہ ہم چور نہیں سمجھا جا رہا ہے، اور وہ خاموش ہو گیا۔

جب کسی کاروائی کے بغیر ہمیں اندھیری کوٹھری میں بند کر دیا گیا جہاں دو اور قیدی موجود تھے، برار دو اور میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے آخر کار ہمیں ایسی جگہ مل گئی جہاں ہم پیر پھیلا کر سو سکتے تھے اور اس بات کی فکر نہ تھی کہ اگلے وقت کا کھانا کہاں سے آئے گا۔ اور رہا مستقبل کا سوال تو اس کے بارے میں سوچنے کے لئے بہت وقت پڑا تھا۔

آدھی کوٹھری میں سیمنٹ کا تختہ تھا جو فرش سے ذرا اونچا تھا، اور بستر کا کام دیتا تھا۔ ایک کونے میں سوراخ تھا جس کا مقصد بھی واضح تھا۔ ہم سے پہلے کوٹھری میں جو وہ قیدی آئے تھے وہ ایک کونے میں سمٹے سکڑے بیٹھے تھے اور اپنی جیکٹ کو گول کر کے تکیے بنا لئے تھے۔ میں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یہی کیا۔ جیکٹ اتار دی سمینٹ پر لیٹ گیا اور جیکٹ کو موڑ کر سر کے نیچے رکھا لیا۔ مگر برار دو اور اس نوجوان میں بحث چھڑ گئی اور وہ کوٹھری میں ٹہلنے لگے۔ نوجوان دھیمے لہجے میں بول رہا تھا، شاید اس لئے کہ وہ باقی دو اجنبیوں پر بھروسہ نہیں رہا تھا، مگر برار دو کی گفتگو سن سکتا تھا۔

''یہ پراسرار اجنبی والا معاملہ میری سمجھ میں تو آتا نہیں اس نے کہا۔ ''یہ اجنبی ہے کون، شہر

والا؟ اور اگر شہر والا ہو کر آبروزی سے آ رہا ہے تو یقیناً کوئی نہ کوئی دھوکا ہوگا۔''

نوجوان ہنس پڑا۔

''مگر شہر کے لوگوں کے پاس تو پیسہ ہے'' برارد و کہہ رہا تھا۔ شہر والے اس لئے دولت مند ہیں کہ وہ کسانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ شہر میں بھی چند ایسے ہیں جو مال دار نہیں ہیں۔ مثلاً کیویلیئر کے پاس لٹانے کو پیسہ نہیں ہے۔ مگر وہ اصل میں شہر کا تو نہیں وہ آبروزی کا ہے اور وہاں سے شہر آ گیا۔''

بعض دفعہ برارد و آہستہ بولتا، اور میں ان کی گفتگو بالکل نہیں سمجھ پاتا۔ مگر ان کے انداز سے پتہ چلتا کہ ان دونوں میں ابھی تک اتفاق رائے نہیں ہوا ہے۔ جب اسے آہستہ بولنا چاہئے تھا تو برارد و جوش میں آ جاتا، اور نہ صرف ہماری کوٹھری کے قیدی بلکہ اگلی کوٹھری والے بھی اس کی بحث سن سکتے تھے۔

''اس پیکٹ میں چند اخبار ہی تو تھے۔ تو اتنے سارے لوگوں کو اخباروں کے ایک گٹھے کی وجہ سے پکڑا؟ ان اخباروں کی حیثیت ہی کیا ہے؟''

نوجوانوں نے برارد و کو خبردار کیا کہ آہستہ بولے اور برارد و مان بھی گیا۔ مگر پھر اس کی آواز بلند ہو گئی۔

''شہر والوں اور کسانوں کا اتحاد؟ مگر شہر والے تو مالدار ہیں اور کسان مال دار نہیں ہیں، شہر والے کم کام کرتے ہیں اور زیادہ پیسے کماتے ہیں، اچھا کھاتے پیتے ہیں اور انہیں کوئی ٹیکس نہیں دینا پڑتا۔ دیکھو تو سہی، ہمیں ٹوپی اور کپڑے اور چمڑے کے کیا دام کرنے پڑتے ہیں۔ ہم تو جیسے کیڑے ہیں۔ ہر ایک ہم سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ہر ایک ہمارا استحصال کرتا ہے۔ ڈون سرکوستانز اتک۔ یہ وہ بھی۔''

''ہمیں سمجھ میں نہیں آتا برارد و بار بار دہرائے جا رہا تھا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہر والے کوئی اخبار کسانوں کو مفت بانٹنے کے لئے چاپیں وہ پراسرار اجنبی اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتا؟ شاید وہ کاغذ بچتا ہے، اور اخبار اس لئے چھاپتا ہے کہ اس کے کاروبار کا اشتہار ہو۔''

نوجوان نے اس کی آواز کم کرنا چاہی۔

''یہ سارے لوگ جن کا تم ذکر کر رہے ہو، پاگل ہیں جو جیل چلے جاتے ہیں؟'' میں نے برارد و کو کہتے سنا'' اور اگر وہ پاگل ہو گئے ہیں تو ان کو اس سے کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ اور وہ جن کو

گولیاں لگ جاتی ہیں؟ انہیں اس سے کیا فائدہ ہو رہا ہے؟ اپنا کام اسی طرح سنبھلتا ہے۔۔۔کہ گولیاں کھالو؟''

میری سمجھ میں یہی آیا کہ وہ اجنبی نوجوان برارد و کی دکھتی رگ کو چھیڑ رہا تھا، یعنی اس کے احساس افتخار اور ابھیمان کو۔ وہ کہہ رہا تھا:

''میں یہ تو سمجھ سکتا ہوں کہ دوسرے کسان بعض باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر تم جیسا شخص!''

برارد و کی ہر دلیل پر وہ یہی دہراتا: ''تم جیسا آدمی! تم جو کہہ رہے ہو اس پر تم یقین تو نہیں رکھ سکتے!''

اس نوجوان کو احساس ہو گیا ہو گا کہ برارد و کے زیادہ تر اعتراضات دراصل اپنے ہی خلاف ہیں۔ برارد و جو امیدیں لے کر فونتامارا سے چلا تھا، وہ سب خاک میں مل چکی تھیں۔ اب کا کوئی امکان نہیں تھا کہ اس کو کوئی مل جائے، زمین خرید لے اور اپنے سارے معاملات سلجھالے۔ سب پر پانی پھر گیا تھا۔

پوڈیستا نے ہمیں بدترین ممکنہ کردار کا حامل قرار دیا تھا، اور اس کی وجہ سے کیویلیئر بازی اینز نے ہمیں سمجھا دیا تھا کہ اب کام ملنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔

اویزانو کے نوجوان کے سامنے برارد و جو اعتراض کر رہا تھا وہ اس کا آخری دفاعی حربہ تھے

۔

بعد میں اس گفتگو میں دوسرے ملک شامل ہو گئے، حد تو یہ ہے کہ روس تک کیونکہ ایک جگہ میں نے برردو کو کہتے سنا:

''روس؟ مجھے سچ سچ بتاؤ واقعی کوئی روس نا کام ملک ہے بھی جس کا سب تذکرہ کرتے رہتے ہیں، ہر ایک اس کا ذکر کرتا ہے، مگر کوئی وہاں نہیں گیا۔ حقیقت میں، کسان ہر جگہ جاتے ہیں۔ امریکہ، افریقہ، فرانس۔ مگر ان میں سے کبھی کوئی روس نہیں گیا۔''

بعض دفعہ برارد و اپنی بات پر اڑ جاتا، جیسے آزادی کے ذکر پر ہوا۔

''آزادی اظہار؟'' برارد و نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''مگر ہم کون سے وکیل ہیں؟ آزادی صحفات؟ مگر ہم ناشر نہیں ہیں۔ تم کام کرنے کی آزادی اور زمین کی ملکیت کی آزادی کی بات کیوں نہیں کرتے؟''

پھر مجھے پتہ بھی نہ چلا اور میں سو گیا، میں کئی گھنٹے سوتا رہا، پھر برارد و نے مجھے جگا دیا۔ وہ

MashalBooks.com

میرے پیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اور اویزانو کا نوجوان اس کے قریب ہی تھا۔ میں حیران رہ گیا کہ وہ ابھی تک جاگ رہے تھے اور باتیں کیے جا رہے تھے۔

وہ نوجوان برار دو کو اپنی زندگی کی کہانی سنا رہا تھا، بچپن سے لے کر نوجوانی تک۔

اب دونوں میں اختلاف نہیں تھا۔ برار دو کے بات کرنے کے انداز سے ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے بگڑنا اور بات نہ ماننا ترک کر دیا ہے۔ اب وہ اپنے پرانے رنگ ڈھنگ پر آ گیا تھا۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' میں نے نیند میں پوچھا۔ ''تم سوتے کیوں نہیں؟''

''ہم اب تک سوتے رہے ہیں'' برار دو نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں نے بڑے عرصے کے بعد اسے ہنستے ہوئے دیکھا اور اس کی ہنسی اس قدر غیر معمولی تھی کہ میں ڈر گیا۔ جس طرح طے دونوں ہنس رہے تھے، بات چیت کر رہے تھے، اس سے مجھے احساس ہوا کہ برار دو نے اس اجنبی نوجوان کو دوست بنا لیا ہے اور چونکہ مجھے اندازہ تھا کہ برار دو کے لئے دوستی کیا معنی رکھتی ہے، اس لئے مجھے ایسا لگا کہ اب برار دو ہاتھ سے گیا۔

اور پھر اس نے زیر لب مجھ سے ایسی بات کہی جو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔

اس نے کہا:

''میں سمجھتا تھا کہ میری زندگی میں اب کوئی معنے نہیں رہے۔ مگر شاید اب اس میں معنے پیدا ہو جائیں۔''

اور پھر ذرا دیر بعد اس نے کہا:

''کیا معنی تو اس میں اب پیدا ہوں گے۔''

''کیا تمہیں کام مل گیا ہے؟''

''کام؟ کیسا کام؟'' اس نے کہا۔

''کیا تم بھول گئے کہ ہم ملازمت کی تلاش میں روم آئے تھے؟''

''جاؤ، سو جاؤ!'' اس نے کہا۔ ''اس پر کل بات کریں گے۔''

اور میں پڑ کر سو گیا۔

جب اس نے مجھے دوبارہ جگایا، تو دن نکل آیا تھا۔ برار دو کوٹھری میں بے چین ہو کر یوں ٹہل رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے پنجرے میں بند شیر کہ وہ میرے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے بہت آہستہ سے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا تمہیں برار دو پر اعتبار ہے؟''

MashalBooks.com

''ہاں'' میں نے جواب دیا۔

''سارے کسانوں کو اس پر اعتبار ہونا چاہیئے۔'' اس نے کہا۔ ''تم فونتا مارا جا کر یہ ضرور کر کہنا سارے کسانوں کو اس پر اعتبار ہونا چاہیئے۔ وہ غیر معمولی شخص ہے۔ اس کے ساتھ جو ہوا، وہ ہونا ہی تھا۔ اس جیسا کوئی اور کسان سارے اطالیہ میں ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔ تم فونتا مارا میں جا کر میرے الفاظ دہرانا۔ تم وہ کرنا جو ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا۔ تم فونتا مارا جا کر میرے الفاظ دہرانا۔ تم وہ کرنا جو برراد و تم سے کہے تمہیں چند دن میں آزاد کر دیں گے اور تم گھر بھیج دیئے جاؤ گے۔ میری بات دوسری ہے۔ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ فونتا مارا جا کر برراد و تمہیں سب بتا دے گا۔

پہلا کام یہ کرنا کہ برراد و اور اسکاپونے میں دوستی کرا دینا۔ باقی سب برراد و کو پتہ ہے۔''

آٹھ بجے ہمیں قہوے کا پیالہ دیا گیا۔ برراد و نے ٹہلنا بند کر دیا اور جیل خانے کے داروغہ سے کہا:

''میں ابھی اور وقت انسپکٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''اپنی باری کا انتظار کرو'' داروغہ نے حقارت سے کہا اور برراد و کے منہ پر دروازہ بند کر دیا

۔

اویزانو کا نوجوان یہ ساری باتیں سن رہا تھا، اور خوب کا تاثر چہرے پر لئے برراد و کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی اتنی ہمت تو نہیں ہوئی کہ اس کا مطلب پوچھے، مگر اس کے چہرے پر افشائے راز کا خوف نمایاں تھا۔

نو بجے ہم تینوں کو انسپکٹر کے سامنے لایا گیا۔

برراد و آگے آیا اور کہنے لگا:

''انسپکٹر صاحب، میں سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔''

''ٹھیک ہے، بولو!'' قانون کے محافظ نے کہا۔

''اخباروں کا بنڈل جو اسٹیشن کے پاس والے ریستوران سے ملا۔ میرا ہے۔ میں نے ہی انہیں چھپوایا ہے۔ میں ہی پراسرار اجنبی ہوں۔''

سو آخر کار وہ پراسرار اجنبی پکڑا گیا! بہت سے اخبار نویس اور حکومت کے اعلیٰ حکام دوڑے ہوئے آئے جہاں ہم تھانے میں بند بیٹھے تھے۔ سارے تھانے میں تھے یہ خبر گرم تھی کہ وہ پراسرار

شخص، اکیلا اجنبی پکڑا گیا، اور کسان نکلا۔

پولیس والوں نے اس اجنبی کو شہر میں ڈھونڈا تھا۔ مگر شہر میں کوئی ایسا شخص ہے جو اجنبی ہو؟ شہر کا ہر آدمی لائسنس یافتہ، رجسٹروں میں درج شدہ اور پولیس کی نظروں میں آیا ہوا ہے۔ یعنی وہ اجنبی نہیں ہے۔ مگر کسان ان کو بھلا کون جانتا ہے؟ آج تک کوئی حکومت ایسی ہوئی ہے جو کسانوں کو جانتی ہو؟ کسانوں کو بھلا کون لائسنس یافتہ، رجسٹروں میں درج شدہ او پولیس کی نظروں میں آیا ہوا بنا سکتا ہے؟

سو اس لئے یہ بات عجیب نہ تھی کہ وہ اجنبی وہ پراسرار اکیلا اجنبی کسان تھا۔ ہر تھوڑی دیر کے بعد برار دو کو نئے اعلیٰ افسر کے پاس لے جایا جاتا جو یا تو اس سے سوالات کرنا چاہتا، یا اس پراسرار اجنبی کو آنکھوں سے دیکھنا چاہتا۔ شام تک انہوں نے احتیاط کے طور پر ہمیں تین الگ الگ کوٹھریاں دے دیں۔ مگر اس کے بعد ہمیں ایک ساتھ ہی تفیش کے لئے لے جایا گیا۔

انسپکٹر برار دو سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا یہ جاننا چاہتا تھا کہ خفیہ پریس کہاں ہے۔ ان کا ناشر کون ہے، اور ہمارے شریک کارکن لوگ ہیں مگر برار دو نے کوئی جواب نہ دیا۔ برار دو نے دونوں ہونٹ سکیڑ کر دانتوں میں دبا لئے اور انہیں کاٹنے لگا، یہاں تک ان سے خون نکل آیا۔ انسپکٹر کو یہ دکھانے کیلئے کہ اس کا ارادہ بدل نہیں سکتا۔ سوال و جواب کے دوران وہ پہلے سے زیادہ خاموش اور اداس نظر آتا پہلی بار تو اس کی سیدھی آنکھ کے نیچے ایک خراش کے سوا کچھ نہیں تھا۔ مگر اس کے بعد جو سوالات پوچھے گئے تو اس کا چہرہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ہونٹ، ناک، آنکھیں اور بھنویں، سب پر تشدد کے نشانات لگے۔ مگر وہ ایک لفظ نہ بولا۔ انسپکٹر کے سوالات کا جواب ہی نہ دیتا۔ اب وہ اپنے کٹے ہوئے ہونٹ دانتوں میں نہ دبا سکتا، تو خاموش رہنے کے مصمم ارادے کو ظاہر کرنے کے لئے جبڑا بھینچ لیتا۔

ایک شام مجھے بھی ''خصوصی بلاوا'' آیا۔

''سچ سچ بتا دو'' انسپکٹر نے حکم دیا۔

میں نے اسے سچ بتا دیا۔ مگر اس نے یقین نہ کیا۔

مجھے ایک زیر زمین کوٹھری میں لے جایا گیا اور لکڑی کے بنچ پر ڈال دیا گیا۔ میرے ہاتھ میری پیٹھ کے پیچھے چمڑے کے تسمے سے باندھ دیے گئے۔ پھر اچانک ایسا لگا کہ مجھ پر آگ اور انگاروں کی بوچھاڑ ہوگئی میں آگ کی بارش میں گر گیا۔ میری پیٹھ کھل گئی اور آگ اس میں داخل

ہوگئی میں اٹھارہ گڑھے میں گرتا چلا گیا۔

جب ہوش آیا تو میں نے بنچ پر خون کا وہ سرخ جوہڑ دیکھا جو میرے حلق سے نکلا تھا۔ میں نے اسے زبان سے چھکھا، اور توڑا سا پی لیا، اس لئے کہ میرا حلق جل رہا تھا

اگلے دن ایزانو کے نوجوان کو رہا کر دیا گیا۔

برارد و کو اور مجھے ایک بار پھر ایک ہی کوٹھڑی میں یکجا کر دیا گیا۔ اس میں پہلے سے ایک آدمی موجود تھا جو پولیس والا معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے اپنا شک برارد و کو بتایا، مگر اس نے جواب دیا:

مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے جو کہنا تھا، میں نے سب کہہ دیا۔'' مگر جب میں نے اسے بتایا کہ اویزانو کا نوجوان چلا گیا ہے، تو اس کا ردعمل غیر متوقع تھا۔

''چلا گیا؟'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔'' اب ہمیں خود بھی یہاں سے نکلنے کا راستہ ڈھونڈنا ہے۔ تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے۔''

اس کا نکلنا آسان تھا، ہمارا نکلنا مشکل۔

جب برارد و نے انسپکٹر کو بتایا کہ اس کا پہلا بیان جھوٹا تھا تو انسپکٹر قہقہہ مار کر ہنس پڑا اور اسے واپس کوٹھری میں بھیجتے ہوئے کہنے لگا:

''تم جو کچھ جانتے ہو، اگر سچ سچ نہ بتا دیا تو تمہارے لئے بڑی مشکل ہوگی۔

اس شام برارد و کے لئے ایک اور ''خصوصی بالا وا'' آیا۔ برارد و کے یہ بلاوے بہت بھیانک ہوتے ہوں گے۔ وہ کبھی بھی جواب دیے بغیر مار نہیں کھا سکتا تھا، اس لئے اس کے ہاتھ پیر باندھنے کے لئے آٹھ، نو سپاہی درکار ہوتے تھے۔ اس شام برارد و چپ چاپ مار کھانے کے لئے تیار نہ تھا۔ جس وقت ایک سپاہی اس کے پاؤں میں رسی باندھ رہا تھا، برارد و نے اس کی گردن کاٹ کھایا اور اس زور سے دبوچ لیا کہ باقی پولیس والوں نے آ کر کے جبڑوں پر ضرب لگائی تب اس سپاہی کی گردن چھوٹی۔ اس کے بعد وہ برارد و کو واپس کوٹھڑی میں لے گئے، ہاتھ اور پیروں سے یوں پکڑے ہوئے جیسے یسوع مسیح کو صلیب سے اتارا جا رہا ہو۔

''وہ باہر ہے اور میں اندر ہوں'' اگلے دن برارد و نے مجھ سے کہا۔'' آخر کو وہ شہر والا ہی ہے۔ وہ اس سب سے بچ نکلا اور میں اس کی خاطر پٹ رہا ہوں۔ میں سب کچھ اگل کیوں نہ دوں؟''

(جس قیدی پر ہم کو پولیس والا ہونے کا شک تھا بڑی توجہ سے سن رہا تھا۔)

جب ہمیں دوبارہ انسپکٹر کے سامنے بلایا گیا، تو مجھے نہیں معلوم کہ برارد و نے وہ سب بتا کر جو اسے آویزانو کے نوجوان سے معلوم ہوا تھا، ٹھیک کیا کہ نہیں۔

''تم اعتراف کرنے کے لئے تیار ہو؟'' انسپکٹر نے برارد و سے پوچھا۔

برارد و نے بڑی مشکل سے سر ہلایا۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو رہا تھا اس لئے کہ اس کے سارے بدن پر چوٹیں تھیں اور اس کا چہرہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔

انسپکٹر نے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے ایک اخبار نکالا جس میں جلی حروف سے یہ سرخی لگی ہوئی تھی:

برارد و ویولا زندہ باد!

''اس اخبار میں'' انسپکٹر نے کہا ''اس گھٹیا چیتھڑے میں یہ احوال درج ہے کہ تمہارے آنے کے بعد سے اب تک تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے۔ پر چونکہ تم ہر بات کا اعتراف کر لینا چاہتے ہو، اس لئے پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم اس کوٹھری سے اطلاعات باہر کیسے پہنچواتے ہو۔''

برارد و نے کوئی جواب نہ دیا۔

انسپکٹر نے بات جاری رکھی۔ ''اس اخبار میں فونتا مارا کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ کوئی ندی تھی جس کا راستہ بدل دیا گیا ہے، اور چراہ گاہ کے متعلق کچھ لکھا ہے، فوچینو کا مسئلہ ہے، ایلویرا نام کی کسی لڑکی کی موت کا ذکر ہے اور اسی قسم کی اور باتیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ فونتا مارا ہی کا کوئی آدمی یہ ساری اطلاعات فراہم کر سکتا تھا۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ سب کیسے ہوا؟''

برارد و نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مسحور ہو کر اخبار کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں اس کا اور ایلویرا کا نام لکھا ہوا تھا، اور اوپر یہ سرخی جمی ہوئی تھی:

برارد و ویولا زندہ باد!

''اب بولو'' انسپکٹر نے کہا۔

''ناممکن ہے، انسپکٹر صاحب'' برارد و نے شدت جذبات سے کانپتے ہوئے کہا۔ ''میں مر جانے کو ترجیح دوں گا۔''

MashalBooks.com

انسپکٹر اس پر دباؤ ڈالتا رہا۔ مگر برار دو تو جیسے کہیں اور ہی تھا۔ اس کو تو انسپکٹر نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ نہ اس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے اپنے آپ کو کوٹھری میں اس شخص کی طرح دوبارہ لائے جانے دیا، جو آخری وصیت بھی تیار کر چکا ہو اور مرنے کے لئے تیار ہو۔ مگر ابھی سارا معاملہ ختم نہیں ہوا تھا۔

اس رات ہم میں سے کسی کی آنکھ ایک پل نہ جھپکی۔ برار دو یوں سر پکڑے رہا، جیسے اس کا سر پھٹ جائے گا۔ وہ فیصلہ کرتا کہ اعتراف کر لے، پھر اس سے توبہ کر لیتا، پھر فیصلہ کرتا، پھر اس سے دست بردار ہو جاتا۔ وہ اپنا سر ہاتھوں میں دبائے رہا کہ کہیں پھٹ نہ جائے۔ اسے جیل میں کیوں ڈالا گیا؟ اور تیس سال کی عمر میں جیل میں مرنا کیوں ضروری تھا؟ کس عزت کے لئے؟ کس آدرش کے لئے؟ مگر اس نے سیاست میں دخل کب دیا تھا؟ یوں رات بیت گئی۔ برار دو یوں رات بھر بڑبڑاتا رہا، اور اس کی شخصیت کے دو حصے ایک ایک لفظ پر غور کرتے رہے۔ کشمکش جاری رہی:

''اب زندگی کا کیا مصرف، ایلویرا کے مر جانے کے بعد؟ اور اگر میں نے اس سے غداری برتی تو یہ خیال ہی ختم ہو جائے گا۔ اگر میں نے غداری کی تو فونتا مارا ہمیشہ کے لئے غارت ہو جائے گا۔ اگر میں نے غداری کی تو پھر صدیاں گزر جائیں گی تب کہیں جا کر اگلا موقع ملے گا۔ اور اگر میں مر گیا؟ تو یہ پہلی مرتبہ ہوگا کہ ایک کسان نے اپنے لئے نہیں بلکہ کسی اور کے لئے زندگی کی خیر باد کہا ہے۔''

یہ اس کی پہلی بڑی دریافت تھی۔ اس کے بعد اس کی آنکھیں یوں کھل گئیں جیسے کوٹھری میں روشنی کا سیلاب امڈ آیا ہو۔

میں اس کی آواز کا لہجہ اور چہرے کا تاثر کبھی نہ بھولوں گا، جس وقت اس نے مجھ سے آخری بار یہ گفتگو کی:

''یہ ایک نئی چیز ہوگی۔'' اس نے کہا ''نئی مثال۔ ایک نئی چیز کی ابتدا۔''

پھر اسے کوئی اہم بات یاد آ گئی اور اس نے کہا:

''جس وقت میں لڑکا تھا، تب سے مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں جیل میں مروں گا۔''

یہ کہہ کر اسے سکون آ گیا۔ وہ سیمنٹ کے تختے پر لفظا ہوا تھا، اس درخت کی طرح جسے کاٹ کر گرا دیا ہو، جو آگ میں جھونکے جانے کے لئے تیار ہو۔

MashalBooks.com

پھر اس نے کہا:

''میرے دوستوں کو میرا اسلام پہنچا دینا، جب تم ان سے ملو!''

یہ آخری الفاظ تھے جو میں نے برار دو سے سنے۔

اس کی اگلی صبح ہم دونوں کو آخری مرتبہ علیحدہ کر دیا گیا۔

اور دو دن کے بعد مجھے انسپکٹر نے بلایا اور اس مرتبہ وہ بڑے اخلاق سے پیش آئے۔

برار دو ویولا نے کل رات اپنی جان لے لی!'' انہوں نے کہا۔'' اور اس نے مایوس ہو کر کو ٹھہری کی کھڑکی سے لٹک کر اپنے آپ کو پھانسی دے لی۔ ہمیں اس کا یقین ہے مگر وہاں کوئی اور موجود نہیں تھا، اور ہمیں حلف نامہ چاہیئے۔ اگر تم اس حلف نامے پر دستخط کر دو کہ تمہارے دوست نے خودکشی کر لی تو تم آج ہی جا سکتے ہو۔''

جب میں نے سنا کہ برار دو کو مار دیا گیا تو میں رو پڑا۔ انسپکٹر نے کاغذ پر کچھ لکھ کر میری طر ف بڑھا دیا اور میں نے پڑھے بغیر دستخط کر دیے۔ میں اس وقت کسی بھی چیز پر دستخط کر سکتا تھا۔ چاہے وہ میری موت کا پروانہ کیوں نہ ہو۔

پھر مجھے پولیس کے سربراہ کے دفتر لے جایا گیا۔

''کیا تم متوفی برار دو ویولا کے دوست تھے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔''

''کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ متوفی میں ہمیشہ سے خودکشی کا رجحان تھا؟''

''جی ہاں جناب''

''کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ متوفی اس کوٹھری میں تھا جس میں تم تھے اور اس حقیقت سے فائد ہ اٹھاتے ہوئے کہ تم سو رہے ہو، اس نے کھڑکی کی سلاخ سے لٹک کر اپنے آپ کو پھانسی دے لی؟''

''جی ہاں جناب۔''

''شاباش لڑکے'' انسپکٹر نے کہا جو اس تمام سوال جواب کے دوران موجود تھا باہر جاتے ہو ئے اس نے مجھے سگریٹ بھی دیا۔

پھر مجھے محکمہ انصاف لے جایا گیا جہاں کسی جج کا دفتر تھا۔ وہی سب دہرایا گیا

''کیا تم متوفی برار دو ویولا کے دوست تھے؟'' جج نے مجھے سے پوچھا'' کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ متوفی حال ہی میں عشق میں ناکام تھا؟ کیا تم تصدیق کرتے ہو کہ متوفی اسی کوٹھری

میں تھے اور اس حقیقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ تم سو رہے ہو اس نے سلاخ سے لٹک کر اپنے آپ کو پھانسی دے لی؟''

''جی ہاں جناب! جی ہاں جناب! جی ہاں جناب!''

پھر اس نے مجھ سے ایک کاغذ پر دستخط لئے اور مجھے جانے دیا۔

دوپہر کے وقت مجھے چھوڑ دیا گیا۔ وہ مجھے اسٹیشن تک لے گئے، اور لازمی سفر کا یک طرفہ ٹکٹ لے کر ریل پر بیٹھا دیا۔

باقی جو کچھ ہے میرے ماں باپ سنا سکتے ہیں۔

8

جب تک میرا بیٹا فونتا مارا پہنچا پراسرار اجنبی نے ہمیں اس میں سے زیادہ تر باتیں بتا دی تھیں جو آپ نے ابھی سنی ہیں۔

بے چاری ماریا روزا کے لئے یہ خبر بہت بھیانک تھی، جیسا کہ ہمیں اندیشہ تھا۔ رات بھر فونتا مارا اس کے بین سے گونجتا رہا۔

''میرا بے چارہ بیٹا!'' وہ روتی رہی۔'' مجھے معاف کر دینا کہ میں نے تمہیں اس دنیا میں پیدا کیا جہاں تمہیں قسمت پھوٹ گئی! اور اس کی دلہن بھی مجھے معاف کر دے کہ میرے وعدے نے اس کا بیڑا غرق کیا!''

کئی عورتیں، بین کرتی ہوئی ماں کے گرد جمع تھیں اور اس کے غار کے سامنے پتھروں پر بیٹھ کر مردوں کے لئے دعا پڑھ رہی تھیں۔

''اس کا انجام اس کے دادا جیسا ہوا'' ماریا روزا کہہ رہی تھی'' کتنی دفعہ میں نے اس خبردار کیا، اس وقت سے خبردار کر رہی تھی جب وہ لڑکا تھا ویولا خاندان کے لوگ دوسرے عیسائیوں کے خلاف گھر کے بستر پر نہیں مرتے۔ کسی کو نہیں پتہ مگر یہ لوگ کبھی کھانسی اور بخار سے نہیں مرتے۔ آتش دان کے قریب بستر میں نہیں ٹھہر سکتے۔ کسی کو پتہ نہیں چلا کہ ایسا ہوتا ہے۔''

وہاں ماریا گرازیا بھی تھی، وہی لڑکی جس کی عزت اس وقت لوٹی گئی تھی جب ولوگ فونتا مارا والوں کی جانچ پڑتال کرنے آئے تھے، اور اس نے اپنی یاترا اور ایلویرا کی موت کے بارے میں بتایا۔

پہلے پہل تو کسی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایلویرا، ماریا گرازیا کے ساتھ دشوار یاترا پر کیوں جانا

چاہتی ہے، اور بعضوں کا خیال تھا کہ محض اس لئے کہ اپنی سہیلی کا ساتھ دے سکے۔ لیکن ایک پورے دن کی مسافت طے کرنے کے بعد فوچارکا روسو کی پتھریلی، خاک آلودہ وادی اور سان وینا زیو کی کھائی کے بعد، جب دونوں لڑکیاں لائبیریا کی مقدس مریم کی پناہ میں پہنچیں تو ماریا گرایزیا کی سمجھ میں آ گیا کہ اس یاترا میں شامل ہونے سے ایلویرا کا مقصد کیا تھا۔۔۔

''پاک اور مقدس مریم مقدس شبیہ کے سامنے آتے ہی ایلویرا نے کہنا شروع کیا۔ میں تجھ سے ایک یہی چیز مانگتی ہوں:

''تو برار دو کی نجات کا وسیلہ بن جا۔ اس کے بدلے میں تجھے ایک ہی چیز دے سکتی ہوں جو مجھ غریب کے پاس ہے، وہ ہے میری زندگی۔ میں یہ زندگی تجھے پیش کرتی ہوں بغیر کسی تامل، کسی ہچکچاہٹ کے اور ذرا اسے ابھی افسوس کے بغیر۔''

یہ الفاظ بمشکل سے اس کے منہ سے ادا ہوئے تھے کہ اسکو تیز بخار چڑھ آیا۔ وہ ایسے تڑپنے لگی جیسے خشک ٹہنیاں جل اٹھتی ہیں۔ ''اپنی زندگی میں تجھے دیتی ہوں، ایلویرا نے مقدس شبیہہ کے سامنے دہایا اور یہ محسوس کرتے ہوئے کہ اس کی قربانی قبول کر لی گئی ہے، کہنے لگی: بس مجھے اپنے گھر جا کر مرنے کی اجازت دے دے۔'' اور رحم دل مریم نے اس بات کی اجازت دے دی۔ وہ گھر آئی، اپنے مختصر سامان کو ترتیب سے رکھا، بیمار باپ کو پھوپھی کے حوالے کیا بستر پر لیٹی اور مر گئی۔

''تو کیا برار دو بچ گیا؟'' ایک عورت نے زیر لب پوچھا۔

''شاید'' بوڑھی مارایا روزا نے کہا۔ ''کون بتا سکتا ہے؟''

''جیل میں فوت ہونا تو بچ جانے کا عجیب طریقہ ہے۔'' اس عورت نے سرگوشی کی۔

''کس کو معلوم ہو سکتا ہے؟'' برار دو کی ماں کہہ رہی تھی۔ ''میرا بیٹا اپنی تقدیر میں جائیداد لے کر نہیں پیدا ہوا تھا، مگر وہ ہر قسمت پر زمین حاصل کرنا چاہتا تھا، وہ کرسی پر نچلا نہیں بیٹھ سکتا تھا، مگر گھر بنانا چاہتا تھا۔ اس نے کبھی ناانصافی کو برداشت نہیں کیا، وہ دوستوں کے لئے جیتا تھا، اپنے معاملات سلجھانا چاہتا تھا۔ میں اس کی ماں ہوں، مگر میں دہرا نہیں سکتی کہ اس نے روم جانے سے پہلے کتنی کافرانہ باتیں کی ہیں، وہ کامیابی کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار تھا۔ ایک عورت کی محبت کی خاطر۔ شاید اس عورت کی موت نے میرے بیٹے کو بچا لیا۔''

''جیل میں فوت ہونا تو بچ جانے کا عجیب طریقہ ہے۔'' اس عورت نے پھر دہرایا۔

''کس کو معلوم ہو سکتا ہے؟'' ماریا روز اغصے میں کہتی رہی۔''شاید برار دو کی نجات اسی میں تھی کہ وہ اپنی قسمت کی طرف لوٹ آیا۔ ویولا خاندان کے لوگوں کی نجات دوسرے عیسائیوں کی طرف نہیں ہوتی۔ وہ کھانسی اور بخار سے نہیں مرتے، کہ پیشاب کا برتن پلنگ کے نیچے پڑا سڑتا رہے۔ بڑے بوڑھوں نے تمہیں نہیں بتایا کہ اسکا دادا کس طرح مرا؟ اور کسی کو آج تک نہیں پتہ چلا کہ اس کا باپ کس طرح مرا۔''

''یہ اخبار کے چھپنے کا کیا قصہ ہے؟'' لمونا نے پوچھا۔

''یہ بھی ایک نیا خیال ہے'' ایک لڑکی نے جواب دیا۔''میں نے اسکاپونے کو اس کا ذکر کرتے سنا تھا، مگر میری سمجھ میں ایک لفظ نہیں آیا۔''

''جب ایسی نئی نئی باتیں ہونے لگیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔'' میں نے کہا۔'' یہ ساری باتیں گاؤں کے مردوں پر چھوڑ دو۔''

میرا بیٹا جس وقت واپس آیا تو ہم دس بارہ لوگ ایک ڈبے کے گرد جمع تھے، جو کچھ اور چیزوں کے ساتھ پراسرار اجنبی نے ہمیں لا کر دی تھیں کہ کسانوں کا اخبار نکال سکیں۔۔۔ جو کسانوں کا پہلا پہلا اخبار ہوگا۔ ڈبے پر لکھا تھا:''عکس نقل تیار کرنے والی مشین۔''

ہم نے بڑی سادگی سے وہ ڈبا ماری ایٹا کی میز پر رکھا ہوا تھا، سڑک کے بیچوں بیچ اور ہم اس اخبار کی بات کر رہے تھے جو ہم نکالنے والے تھے، ہم دس لوگوں کے لئے یہ نیا اور عجیب خیال تھا، دراصل ہمیں خود پتہ نہیں تھا کہ کتنا نیا اور کتنا عجیب!

ماریا گرازیا کی لکھائی سب سے صاف تھی، اور اسکے ذمے اسٹینسل کاٹنے کا کام تھا۔ بالڈی سیرا کو قواعد آتی تھی، اور یہ معلوم تھا کہ زیر زبر کہاں لگاتے ہیں۔

اسکاپونے کو اجنبی نے سکھا دیا تھا کہ یہ مشین کیسے چلاتے ہیں۔

ہماری پہلی بحث اس بات پر ہوئی کہ اخبار کا نام کیا ہوگا۔

بالڈی سیرا کو ایسا نام پسند تھا جیسے شہر کے اخباروں کا ہوتا ہے:''پیغام''،''قاصد'' یا اس قسم کا کوئی اور نام۔ مگر اسکاپونے کو برار دو کا انداز ورثے میں ملا تھا، اس نے ٹوک دیا ہم کسی یا خبار کی نقل نہیں کر رہے ہیں۔ ہمارے اخبار جیسا تو کوئی ہوا ہی نہیں ہے۔ اس نے کہا۔

مشیل نے ایک اچھا عنوان سوچا''سچ'' جس میں بہت معنویت تھی۔ مگر اسکاپونے نے ناک بھوں چڑھالی۔

''سچ؟''اس نے کہا۔''مگر سچ کون سننا چاہتا ہے؟''

''ہم نہیں جانتے کہ سچ کیا ہے اور ہم جاننا چاہتے ہیں۔مشیل نے جواب دیا

''اور جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ سچ کیا ہے تو وہ تمہارا! پیٹ بھر دے گا؟''اسکارپو نے نے پوچھا۔

وہ اسی طرح سوچنے لگا تھا۔

لوسرڈ کو خوب سوجھی:''انصاف''

''مگر تم تو پاگل ہو!''اسکاپو نے نے اس سے کہا۔''انصاف تو ہمیشہ سے ہمارے خلاف رہا ہے۔

ہمارے لئے انصاف کا مطلب تو شروع ہی سے پولیس تھا انصاف طلب کرنیکا مطلب ہے پہلے پولیس سے نمٹنا۔انصاف کے تقاضے پورے کرنے کا مطلب یہی سمجھ میں آتا ہے کہ پولیس نے پھر کسی کو گرفتار کر لیا۔

مگر میری مراد ہے، حقیقی معنو میں انصاف۔لوسرٹو نے ناراض ہو کر کہا۔''انصاف تو سب کے لے ہوتا ہے''

''وہ تو تمہیں خدا کے ہاں ملے گا۔''اسکاپو نے نے فیصلہ صادر کیا۔

اب اسکا جواب آپ دیں گے؟

ماری ایٹا نے عنوان سوچا: کسانوں کجا نقیب۔''

مگر کسی نے اس عنوان پر بات تک نہ کی۔

''ہم کیا کر سکتے ہیں؟''اسکاپو نے نے پوچھا۔

''ہمیں عنوان سوچنا ہے''ماری ایٹا نے کہا۔''تم کوئی نام سوچو۔''

''میں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''مگر یہ تو عنوان ہی نہیں ہے''بالڈی سیرا نے کہا۔''یہ کوئی عنوان نہیں ہے ہمیں اخبار کی لوح پر نام لکھنا ہوگا، تم سمجھے صاف اور اچھی تحریر میں لکھنا ہوگا!''

''بہت اچھا، اخبار کے اوپر صاف اور اچھی تحریر میں لکھ دو: ہم کیا کر سکتے ہیں؟''اسکاپو نے نے جواب دیا۔''اور یہی عنوان ہوگا۔''

''مگر یہ تو مضحکہ خیز عنوان ہے''بالڈی سیرا نے اعتراض کیا۔''اگر ہمارے اخبار کی کاپی

روم پہنچ گئی تو جو دیکھے گا ہنسے گا۔''

اسکاپونے کو غصہ آ گیا اس اخبار کو کسانوں کا اخبار ہونا تھا، پہلا اخبار ہاتھ کا لکھا ہوا اخبار۔ اسے ذرا بھی پرواہ نہیں تھی کہ روم میں س کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں۔

آخرکار بالڈی سیرا مان گیا۔ اس طرح اسکاپونے کی تجویز منظور ہوگئی جتنی دیر میں ماریا گرازیا نے اخبار کا نام لکھا، ہم پہلے مضمون کی طرف آ گئے۔

ماریا گرازیا کندھے پر سر ٹکا کر لکھ رہی تھی، اسکول کی بچی کی طرح، اور یہ سب بچوں کا کھیل معلوم ہو رہا تھا۔ عجیب بات ہے میں نے دل میں کہا۔ عجیب بات ہے کہ کتنی ساری نئی باتیں ہو رہی ہیں۔

زومپانے تجویز پیش کی:

''پہلی سرخی ہی ہونا چاہئے۔۔۔ اس پر ہم سب کو اتفاق ہوگا۔۔۔ ''برار دوویولا کو مار ڈالا گیا!''

اسکاپونے مان گیا، مگر تجویز پیش کی کہ اس میں اضافہ کر دیں:

''برار دوویولا کو مار ڈالا گیا! ہم کیا کر سکتے ہیں؟''

''یہ تو نام شامل ہے!'' مشیل نے بات پکڑی۔

''صرف نام میں ہونا کافی نہیں ہے! اسکاپونے نے جواب دیا۔ ہمیں اس کو دہرانا چاہئے۔ اگر اسے بار بار دہرایا نہ گیا تو نام کا کیا فائدہ؟ پھر تو اسے چھوڑ دینا ہی اچھا۔ ''ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہر مضمون میں آنا چاہئے۔ ''ہمارا پانی چھین لیا گیا ہے! ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' ''ہماری عورتوں کی عزت قانون کے نام پر لوٹ لیتے ہیں! ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' ڈون سرکوستانزا کسی کام کے نہیں؟''

تب اسکاپونے کی تجویز ہماری سمجھ میں آئی، اور ہم نے اس سے اتفاق کیا۔

ایک اور بحث برار دو کے نام پر ہوئی۔ بالڈی سیرا کا خیال تھا کہ ''ویولا'' دو ''ل'' کے ساتھ لکھا ہے۔ جبکہ ماری ایٹا کا خیال تھا کہ ایک ہی کافی ہے ماریا گرازیا نے کہا کہ وہ اس طرح لکھ دے گی کہ کسی کو پتہ نہیں چلے گا کہ ایک ''ل'' ہے کہ دو، اور اور یوں بحث ختم ہوگی جب مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب اور بحث نہیں ہو گی تو میں اس محفل سے اٹھ آیا کہ اپنے بیٹے کے ساتھ وقت گزاروں، کیوں کہ میں سمجھ رہا تھا کہ میں نے اسے گنوا دیا لیکن اب وہ دوبارہ مل گیا تھا۔

اس رات اسکارپونے میرے گھر آیا اور اس کے پاس ''ہم کیا کر سکتے ہیں؟''

کی تیس کا پیاں تھیں۔اس نے مجھے یہ کاپیاں لاکر دیں کہ سان گیپسے تقسیم کردوں جہاں میں بہت سے لوگوں کو جانتا تھا۔اگلے دن باقی لوگ آس پاس کے گاؤں میں بھی کاپیاں تقسیم کرنے والے تھے۔کل پانچ سو کاپیاں تیار ہوئی تھیں۔

جب میری بیوی نے اخبار دیکھا تو اس نے منہ بنالیا۔

''اب ہم انوسنسو لالیگے کی طرح ہوگئے ہیں، جو کاغذ بانٹتا رہتا ہے!'' اس نے کہا:

''اس پر برار دو کا نام لکھا ہے'' میں نے کہا۔''اس لئے بانٹ رہا ہوں۔''

''جب نت نئی باتیں ہونے لگیں'' میری بیوی نے جواب دیا۔''تو کوئی نہیں روک سکتا''

''تم صحیح کہہ رہی ہو'' میں نے اس سے کہا۔''یہ ہمارا کام نہیں ہے۔مگر برار دو کا نام ہے اور اتنی وجہ کافی ہے۔''

میری بیوی کا میکہ سان گیپسے میں تھا اور یہی ارادہ تھا کہ ہم تینوں وہاں جائیں اور اپنے بیٹے کی آزادی کی خوشی کریں۔بس یہی نجات کا سبب بن گیا۔

ہوا یہ کہ ہم وہاں گئے اور دو پہر میں جو بھی سٹرک پر ملا اسے اخبار کی کاپیاں دیتے گئے۔نو بجے کے قریب، رشتہ داروں کے ہاں کھاپی کر ہم فونتامارا کے لئے روانہ ہوئے۔آدھے راستے پر پہنچے ہوں گے کہ دور سے شور سنائی دیا۔

''یہ کون سا تہوار ہے؟'' کون سا تہوار ہوگا۔سان لوئی جی کا تہوار آکر جا چکا تھا اور سینٹ این کا تہوار ابھی آیا نہیں تھا۔

ہم آگے گئے تو اور شور سنائی دیا۔

اتنے میں، مانا فورنو کا ایک گاڑی بان گزرا جو فوسا کی سمت جارہا تھا۔

''تم فونتامارا کے ہو؟'' رکے بغیر اس نے ہم سے چیخ کر کہا۔فونتامارا میں جنگ ہورہی ہے!''

''جنگ؟ جنگ کس لئے ہورہی ہے؟'' ہم نے ایک دوسرے سے پوچھا۔''اور فونتامارا کے لوگ آپس میں جنگ لڑ رہے ہیں؟ ناممکن! ہم نے ایک دوسرے کو باور کرایا۔

''ٹھیکے دار نے فونتامارا کے خلاف جنگ کردی دوبارہ سے؟ مگر کس لئے؟'' ذرا ذرا دیر میں شور تھم جاتا، مگر اور شدت کے ساتھ دوبارہ شروع ہوجاتا۔ہم چلتے گئے تو ہمیں اندازہ ہوا کہ یہ شور فونتامارا سے آرہا ہے اور یہ رائفل کی گولیوں کی آواز ہے۔

MashalBooks.com

''ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' ہم نے بہت پریشان ہو کر اپنے آپ سے سوال کیا۔

(یہ وہی اسکاپونے والا سوال تھا: ہم کیا کر سکتے ہیں؟)

مگر اس کا جواب سوال سے زیادہ مشکل تھا۔

ہم چلتے رہے۔

جس جگہ سڑک دو راستوں میں بٹ جاتی تھی، ایک راستہ فوسا کو جاتا تھا اور ایک راستہ فونتامارا کو وہاں پاسکال سیبولا اچانک نمودار ہوا۔

''تم کہاں جا رہے ہو؟ فونتامارا! پاگل ہو گئے ہو!'' وہ چیخا اور فوسا کی طرف جانے لگا۔

ہم اس کے پیچھے بھاگے۔

''فونتامارا میں کیا ہو رہا ہے؟'' میں نے چیخ کر پوچھا ''یہ گولیاں کیوں چل رہی ہیں؟

جنگ! سیبولا نے جواب دیا''

''جنگ! کسانوں کے خلاف جنگ! اخبار کے خلاف جنگ۔''

''اور باقی لوگ کیا کر رہے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''جو بھاگ سکتا تھا، بھاگ نکلا۔ جو اپنی جان بچا سکتا تھا بچا کر لے گیا۔''

سیبولا نے رکے بغیر جواب دیا۔ اسکاپونے بچ نکلا؟'' میرے بیٹے نے پوچھا۔

''خدا اس کی مغفرت کرے!'' سیبولا نے کہا اور سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔

''ونرڈی سانتو بچ نکلا؟''

''خدا اس کی مغفرت کرے!' سیبولا نے کہا اور دوبارہ صلیب کا نشان بنایا۔

''اور پلاٹو؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ پہاڑی میں چلا گیا۔''

''اور مشیل زومپا؟''

''وہ پہاڑوں میں چلا گیا۔''

''اور جنرل بالڈی سیرا؟''

''خدا اس کی مغفرت کرے!''

''اور کون کون مارا گیا؟''

دور سے گھوڑوں کو ٹاپ سنائی دی جو اس طرف آ رہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ پیگنا کے پولیس

کے سپاہی ہوں جو فونتا مارا جا رہے ہوں۔

ہم نے اپنے آپ کو کھیتوں میں گرا دیا۔ اندھیرے میں پاسکال سیبولا کا سراغ بھی گم ہو گیا۔

ہم نے پھر کبھی اسے نہ دیکھا۔

نہ ہم نے کسی اور کے بارے میں سنا۔۔۔ نہ ان کے بارے میں جو مارے گئے، نہ ان کے بارے میں جو بچ کر بھاگ نکلے نہ اپنے گھر کے بارے میں نہ زمین کے بارے میں۔

اور اب ہم یہاں ہیں۔

پراسرار اجنبی کی مدد سے یہاں تک آ گئے ہیں۔ مگر ہم یہاں رہ تو نہیں سکتے ہم کیا کر سکتے ہیں؟

اتنے دکھ کے بعد، اتنے آنسوؤں کے بعد، اتنے زخم کھانے کے بعد، اتنی نفرت ناانصافی اور مایوسی کے بعد۔۔۔

ہم کیا کر سکتے ہیں؟

MashalBooks.com